تجلیاتِ
حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہیدِ محراب

محمد یوسف کیفی ایم اے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۡ

انصاف کرو، وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے (المائدہ ۸)

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الۡحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلۡبِہٖ

بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو رکھ دیا ہے۔ ترمذی

تجلیات

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد یوسف کیفی ایم۔اے

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

پاکستان انگلش اسکول کالج جلیب الشیوخ، کویت

مکتبہ انوار مجیدیہ

بیت الرحمٰن ۔ رحمٰن آباد ۔ برکی

لاہور کینٹ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ———— تجلیاتِ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مصنف ———— محمد یوسف کیفی ایم اے

تعداد صفحات ———— 432

اشاعت اوّل ———— اگست 2010ء

ٹائٹل ———— باقوکی امکس

ناشر ———— نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

کمپیوٹر کوڈ ———— 1N-142

قیمت ———— -/300 روپے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور ☎ 042-37313885; 37070083

E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

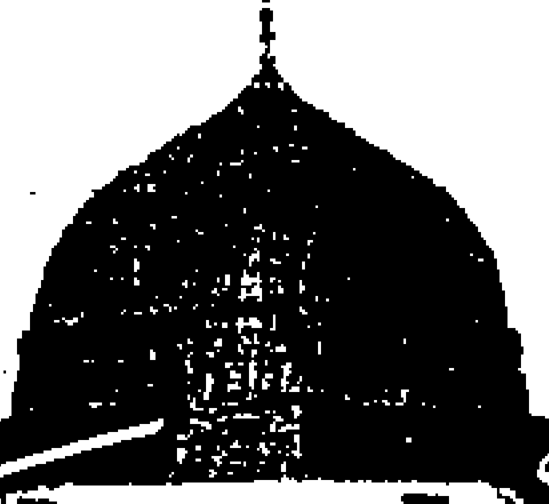

اللّٰھمّ

صلّ علیٰ سیّدنا ومولانا محمّدٍ وعلیٰ آلہٖ

وصحبہٖ وبارک وسلّم

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیرِ الخلقِ کلّھمِ

محمّدٌ سیّدُ الکونینِ والثّقلینِ

والفریقینِ من عُربٍ ومِن عجمِ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

☆☆☆

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

☆☆☆☆

یَاصَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَاسَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَر
لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(حضرت شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

اے پیکرِ حسن اور اے سرتاجِ انسانیت! یقیناً (چودھویں کا) چاند آپ ہی کے نور افشاں چہرے سے درخشاں (ہوا) ہے (پوری انسانیت بھی ایک زبان ہو کر) آپ کے اوصاف و کمالات بیان کر پائے؟ یہ ممکن ہی نہیں! اس (بے پناہ) داستان کو یوں مختصر کرتا ہوں کہ خدا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی ذات بزرگ و برتر ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵	ہدیہ درود و سلام بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱
۱۱	شرفِ انتساب	۲
۱۲	بہ حسن تصرف / بہ فیضانِ کرم / بہ فیضانِ نظر	۳
۱۳	نگاہِ اولین — از مؤلف (محمد یوسف کیفی ایم اے)	۴
۱۷	کلماتِ تشکر — از مؤلف (محمد یوسف کیفی ایم اے)	۵
۲۲	تقریظ نمبر۱ — حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب	۶
۲۴	تقریظ نمبر۲ — جناب سلمان پذیر احمد صاحب پرنسپل پاکستان انگلش سکول و کالج کویت	۷
۲۶	تصانیف محمد یوسف کیفی از شاعر جناب محمد اقبال سندھو ملتانی صاحب	۸
۲۸	فرمانِ رسولؐ (حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں)	۹
۲۹	جامع مناقب شیخین رضی اللہ عنہما (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)	۱۰
۳۴	جامع مناقب شیخین رضی اللہ عنہما (آثار صحابہؓ اور اقوالِ تابعینؒ کی روشنی میں)	۱۱
۳۵	فضائل و مناقب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۲
۴۳	فضائل و مناقب حضرت سیدنا فاروق اعظم (آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعینؒ کی روشنی میں)	۱۳
۴۵	خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (تعارف)	۱۴
۴۸	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالاتِ زندگی	۱۵
۵۷	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب اور خطبہ خلافت	۱۶
۵۸	عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ کی فتوحات	۱۷
۵۹	فتح عراق	۱۸

Marfat.com

۱۹	جنگ قادسیہ	۶۰
۲۰	ایرانی دارالحکومت مدائن پر قبضہ	۶۴
۲۱	کوفہ و بصرہ کی آبادکاری	۶۷
۲۲	فتح نہاوند......ایک اور فیصلہ کن معرکہ	۶۸
۲۳	ایران پر عام لشکرکشی	۶۹
۲۴	فتوحاتِ شام	۷۲
۲۵	معرکہ یرموک	۷۳
۲۶	بیت المقدس کی فتح	۷۶
۲۷	مصر کی فتح	۸۰
۲۸	فسطاط کی فتح اور فسطاط کی وجہ تسمیہ	۸۱
۲۹	فتح اسکندریہ	۸۲
۳۰	مسلمانوں کی فتوحات کے اسباب	۸۳
۳۱	فتوحاتِ فاروقیؓ پر تبصرہ	۸۵
۳۲	روشن انقلاب	۸۷
۳۳	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت	۸۷
۳۴	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آخری وصیتیں	۹۱
۳۵	کون فاروق اعظم رضی اللہ عنہ......؟	۹۴
۳۶	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	۹۸
۳۷	سن ہجری کا آغاز	۱۰۶
۳۸	خلافتِ فاروقیؓ میں فوجی نظام	۱۰۷
۳۹	مفتوحہ اقوام سے معاہدے	۱۰۹
۴۰	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار	۱۱۲
۴۱	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اسلام اور کارنامے	۱۲۴

Marfat.com

۴۲ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فروغِ اسلام ______ ۱۲۶
۴۳ نہروں کی تعمیر ______ ۱۳۰
۴۴ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام خط ______ ۱۳۳
۴۵ اوّلیاتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ______ ۱۳۴
۴۶ جو کہہ دیا وہ ہوگیا (کرامتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) ______ ۱۳۹
۴۷ کون عمر رضی اللہ عنہ.........؟ ______ ۱۴۰
۴۸ خلافت فاروقیؓ کے عظیم جرنیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ______ ۱۴۲
۴۹ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ______ ۱۴۲
۵۰ عہدِ نبویؐ میں ابوعبیدہؓ کی خدماتِ اسلام ______ ۱۴۴
۵۱ دورِ خلافتِ راشدہ میں ابوعبیدہؓ کی خدمات ______ ۱۴۸
۵۲ ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا اخلاق و کردار ______ ۱۵۰
۵۳ امین الامتؓ کا سفرِ آخرت ______ ۱۵۱
۵۴ کرامتِ حضرتِ ابوعبیدہ بن الجراحؓ ______ ۱۵۳
۵۵ فاتحِ ایران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ______ ۱۵۴
۵۶ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی غزوات میں شرکت ______ ۱۵۷
۵۷ حضرت سعدؓ کی خلافتِ راشدہ میں خدمات ______ ۱۵۹
۵۸ حضرت سعدؓ کا اخلاق و کردار ______ ۱۶۲
۵۹ کراماتِ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ______ ۱۶۴
۶۰ حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ اور مؤرخین و مستشرقین کے تبصرے ______ ۱۶۹
۶۱ مسئلہ فدک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ______ ۱۸۰
۶۲ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم ______ ۱۹۹
۶۳ عہدِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ______ ۲۰۳
۶۴ عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ ______ ۲۰۶

Marfat.com

۶۵ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ــــــــ ۲۱۴
۶۶ خانوادۂ فاروقی رضی اللہ عنہ (حضرت فاروق اعظمؓ کا خاندان) ــــــــ ۲۲۱
۶۷ حضرت عبداللہ بن فاروقؓ ــــــــ ۲۲۳
۶۸ اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ــــــــ ۲۲۶
۶۹ حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ کے خطبات مکتوبات اور معاہدات ــــــــ ۲۲۹
۷۰ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لشکر سے خطاب ــــــــ ۲۳۲
۷۱ مکتوبات۔سعد بن ابی وقاصؓ کے نام! ــــــــ ۲۳۵
۷۲ معاہدات۔ایلیاء والوں کے ساتھ معاہدہ ــــــــ ۲۳۷
۷۳ کون فاروق اعظمؓ.........؟ ــــــــ ۲۴۰
۷۴ حضرت فاروق اعظمؓ ایک مثالی حکمران......
حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ــــــــ ۲۴۱
۷۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیروں کی نظر میں ــــــــ ۲۶۶
۷۶ مشہور مؤرخ و محقق محمد حسین ہیکل (مصری) کے تاثرات ــــــــ ۲۷۷
۷۷ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذوقِ شعر وسخن ــــــــ ۲۷۹
۷۸ واقعہ ایلاء اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ــــــــ ۲۸۴
۷۹ واقعہ قرطاس اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ــــــــ ۲۸۶
۸۰ اہلِ ایمان کی شان ''رحماء بینھم'' ــــــــ ۲۹۰
۸۱ مفسرین کرام کی آراء ــــــــ ۲۹۷
۸۲ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کا بیعت کرنا ــــــــ ۲۹۹
۸۳ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بزبانِ علی المرتضیٰؓ ۳۰۲
۸۴ سیرت مرتضویؓ سیرت فاروقیؓ کے مواقف تھی ــــــــ ۳۰۶
۸۵ فراست فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (فکرِ جدید کے تناظر میں) ــــــــ ۳۱۱
۸۶ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فراست کی چند جھلکیاں ــــــــ ۳۱۵

Marfat.com

۸۷ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کے بعد تمام اُمت سے بہترین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ______ ۳۳۹

۸۸ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کی رفاقت کے چند مزید واقعات ______ ۳۴۳

۸۹ اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰؓ سے حضرت فاروق اعظمؓ کا نکاح ______ ۳۴۵

۹۰ فاروق اعظمؓ کو حضرت علیؓ کا جنت کی بشارت دینا اور امام حسن کا تائید کرنا ______ ۳۵۱

۹۱ دفنِ فروقیؓ میں حضرت علیؓ کا شامل و شریک ہونا ______ ۳۵۵

۹۲ فاروق اعظمؓ کے عمل سے اولادِ علیؓ کا مسائل فقہی میں استدلال کرنا ______ ۳۵۷

۹۳ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں ______ ۳۶۳

۹۴ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور فقہ کی خدمات ______ ۳۶۵

۹۵ فقہ عمر رضی اللہ عنہ ______ ۳۶۹

۹۶ تعداد رکعات تراویح - نمازِ وتر ______ ۳۷۵

۹۷ احترامِ حدیث اور اجتناب سوال - انگشتری کا نگینہ ______ ۳۸۰

۹۸ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت ______ ۳۸۶

۹۹ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اور تائید الٰہی ______ ۳۸۷

۱۰۰ شانِ فاروق اعظمؓ (منظوم) ______ ۴۰۲

۱۰۱ اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رشتے ______ ۴۰۳

۱۰۲ اہلِ بیتؓ اور آل الخطاب کے درمیان شادیاں ______ ۴۰۴

۱۰۳ اہلِ بیتؓ اور بنی امیہ کے درمیان شادیاں ______ ۴۰۵

۱۰۴ کرامات حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ______ ۴۰۷

۱۰۵ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں وارشاداتِ عالیہ ______ ۴۱۹

۱۰۶ متفرقات ______ ۴۲۲

۱۰۷ ماخذ و مراجع ______ ۴۳۰

Marfat.com

شرفِ انتساب

بنام

سرورِ کائنات امام الانبیاء نبی اکرم نورِ مجسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حضراتِ صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

وجملہ خواجگانِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہم

از حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا خواجہ ومخدوم من فخر المشائخ قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، قبلہ سیدی مرشدی حضرت خواجہ الحاج صوفی عزیز الرحمٰن صاحب صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ بیت الرحمٰن، رحمٰن آباد ذبر کی لاہور

اور

اپنے والد گرامی چراغ دین ولد فضل دین رحمۃ اللہ علیہ اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے نام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا پہلا سبق مجھے انہی سے ملا۔ انہی ہستیوں کی دعاؤں کے صدقے احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائے میرے والدین ماجدین کی ارواحِ طیبہ کے لئے دعا فرما کر مجھ عاجز وحقیر پر احسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

رب ارحمهما كما ربيني صغيرا

آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ

فقیر حقیر سراپا تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم اے)

Marfat.com

بہ حُسنِ تصرف

قطب العارفین، غوث المحققین، برہان الولایت المحمدیہ، محبوب صمدانی، قیومِ زمانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جن کی نگاہِ تصرف کے صدقے یہ کتاب بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

بہ فیضانِ کرم

زُبدۃ الاصفیاء، مخزنِ علم و حکمت، مرجع علماء و صوفیاء، واقفِ اسرارِ شریعت و رموزِ طریقت، منبع رشد و ہدایت، اوتادِ زماں، خزینۃ العرفان، اوحدِ زماں، ثانی علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عبدالمجید صدیقی نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ

کیونکہ ع دین و دنیا میں جو پایا اُنہی سے پایا

جن کا ہر فرمان ؎ گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کے مصداق تھا۔

بہ فیضانِ نظر

فخر المشائخ والعلماء، قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، پیر طریقت رہبرِ شریعت، زینت القراء قبلہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

یہ سب آپ کی نگاہِ کرم کا فیض ہے کہ احقر راقم الحروف یہ چند حروف لکھنے کے قابل ہوا۔

ع گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

Marfat.com

نگاہِ اوّلین

فخرِ موجودات سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوسِ قدسی ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت ورفاقت کا لازوال شرف حاصل ہوا۔ان کی سیرت وکردار اور ان کے عظیم الشان کارنامے اُمت کے لئے تاقیامت فلاح وکامیابی کا راستہ دکھاتے رہیں گے۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعد ہدایت کا سرچشمہ تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ)۔

''بے شک تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ اُسوۂ اپنی تمام ترجزئیات کے ساتھ ہم تک صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے پہنچا۔

جہاں تک صحابیت کا تعلق ہے تو یہ شرف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشترک تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے راضی ہونے کی بشارت دی ہے (ترجمہ) ''وہ مہاجر وانصار، جنہوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی وہ عظیم الشان کامیابی ہے'' (توبہ:۱۰۰)

شرفِ صحابیت مشترک ہونے کے باوصف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب میں فرق ہے یہ فرق ان کے زمانہ قبول اسلام، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تقرب اور بعض دوسرے خصائص وفضائل کی بنا پر ہے۔ جمہور علماء اہلِ سنت کے نزدیک خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم دوسرے تمام صحابہ وصحابیات سے افضل ہے۔اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں بھی مدارج

Marfat.com

فضیلت بہ ترتیب خلافت قائم ہوئے ہیں۔ گویا سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر ہیں۔

ادھر جبرائیل و میکائیل سے مشورہ ان کا
ادھر صدیق و فاروق سے ہیں انجمن آرا

''تجلیات سیّدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ'' ایک ایسی کتاب ہے جو آنے والی نسلوں کی ضرورت کے پیشِ نظر ترتیب دی گئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں ایسی میزان ہے جس میں ہر انسان اپنے اعمال کا وزن کر کے عرفانِ حق کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کو تاریخ میں نہایت اہمیت حاصل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمان چھپ کر عبادتِ الٰہی کیا کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے ہی اعلانیہ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے کا اعلان فرما دیا اور خانہ کعبہ میں مسلمانوں نے اعلانیہ نماز ادا کی۔ اس جرأت ایمانی پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' (یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا) کا لقب عطا فرمایا۔

جمہور مفسرین اور علمائے اُمت فرماتے ہیں کہ یہ آیت یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الانفال۔۶۴) (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تجھے اللہ کافی ہے اور تیرے وہ غلام جو تیرے فرماں بردار ہیں مومنوں میں سے ہیں) اُس وقت نازل ہوئی جب فاروقِ اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ گویا اللہ نے فرمایا اے محبوب! عمر آ گیا ہے اب تجھے اللہ اور عمر دونوں کافی ہیں۔

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک ایسی ہمہ گیر، ہمہ پہلو، جامع، مکمل اور بے مثال شخصیت ہیں کہ ان کی سیرت و حیات، فضائل و کمالات، شمائل و خصائل اور مراتب عالیہ بیان کرنا انسانی بس سے باہر ہے۔ ان کے بارے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے یہ شہادت دی کہ ''الٰہی میں نے تیری مخلوق پر روئے زمین کے سب سے بہتر انسان کو امیر بنایا ہے''۔

Marfat.com

خلیفہ کی حیثیت سے اُنہوں نے اپنے عدل و انصاف، زہد و تقویٰ، مردم شناسی، تواضع، سادگی، اربابِ کمال کی قدردانی، خیرخواہیِ خلق، اصابتِ رائے، مجاہدین اور عامۃ المسلمین کی محیر العقول قیادت و راہنمائی کی ایسی مثال قائم کی کہ آج بھی مسلم ممالک کے حکمران ان سے سبق سیکھ کر عروج و کامرانی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبے سے روم اور ایران کے حکمران تھر تھر کانپ اُٹھتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "شیطان، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سائے سے بھی بھاگتا ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا حق زبانِ عمر رضی اللہ عنہ پر کلام فرماتا ہے قارئین کرام! زیرِ نظر کتاب اسی جلیل القدر ہستی کی عظیم الشان سیرت مبارکہ کے تذکرے سے مزین و مرتب ہے۔ انشاء اللہ ہر صاحب ایمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا باعث برکت اور ایمان کی مضبوطی کا سبب بنے گا۔ اسلئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

قارئین محترم! میں نہ تو کوئی مشاق مصنف ہوں اور نہ ہی ادیب فقط اَدنیٰ سا طالبِ علم ہوں۔ بس السعی مِنّی والا تمام من اللّٰہ وما توفیقی اِلا باللّٰہ ۔

حافظ نہیں ہے شہرتِ دنیا کی آرزو
مقصود ہے رضائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے

صوفیاء کرام، علماء کرام، مشائخ عظام اور درویشوں سے روحانی تعلق اور نسبت مجھے چند حروف لکھنے پر مجبور کرتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی اسی بے پایاں عنایت کا شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور عطائے الٰہی سے اس کا نام "تجلیات سیّدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ" رکھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کو قبولِ عام بخشے اور ملت اسلامیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید و فائدہ مند بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

احبُّ الصالحین و لستُ منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحا

خداوند کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں میری اس حقیر علمی و قلمی خدمت کو

Marfat.com

اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لئے اور میرے والدین، اساتذہ وتلامذہ واحباب سب کے لئے سامان آخرت وذریعہ مغفرت بنائے۔ آمین

اہل علم حضرات اور علماء کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کوئی سقم پائیں یا تشنگی محسوس کریں تو ازراہِ کرم مجھے اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ میں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کرسکوں۔ چراغ سے چراغ جلتا رہے اور علم وعرفان کی روشنی پھیلتی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ اللھم آمین۔

قارئینِ ذی وقار! میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ ہر ماخذ اور حوالہ جات کو درج کرسکوں تاکہ قارئین کوئی تشنگی محسوس نہ کریں۔ اگر کسی کتاب کا حوالہ سہواً رہ گیا ہو تو احقر مؤلف، کتاب کے فاضل مصنف سے معذرت خواہ ہے اور ان تمام مصنفین کے بلندیٔ درجات کے لئے دعاگو ہوں۔ جن کی کتابوں سے میں نے خوشہ چینی کی ہے۔

عزیزانِ من! اس کتاب کی اشاعت سے کسی کی دلآزاری مقصود نہیں اور نہ بحث و مباحثہ۔ یہ تو عقیدت ومحبت کے گلہائے رنگارنگ ہیں جنہیں دلائل و براہین سے مزین کیا گیا ہے۔ یہ کتاب خالص علمی، تاریخی، تحقیقی اور سوانحی نقطہ نگاہ سے مرتب کی گئی ہے۔ قارئین کرام سے دوبارہ مؤدبانہ استدعا ہے کہ وہ اس کتاب میں جو اسقام دیکھیں، ازراہِ کرم مؤلف کو مطلع فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں یہ اسقام دُور کردیئے جائیں گے۔ محبانِ خُلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے۔

؎ عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان سے اسلام کو شوکت ملی
اہل ایمان کو سکونِ قلب کی دولت ملی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

راجی غفران وشفاعت
فقیر الی اللہ: محمد یوسف کیفی
(ایم اے)

Marfat.com

کلماتِ تشکر

☆ اللہ رب العزت اور محبوب رب العالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے بعد والدین کریمین کے نام جو میری پیدائش اور تربیت کا وسیلہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

☆ فیضانِ اَولیاء پیارے وطن عزیز پاکستان اور اُمتِ مسلمہ کے نام جس کا میں فرد ہوں اور جو میری پہچان ہے۔

☆ سیدی مرشدی قدوۃ الاولیاء منبع رشد و ہدایت حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے نام جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی بناء پر مجھے یہ کتاب تالیف کرنے کا حوصلہ ملا۔

☆ جملہ رفقائے محترم بالخصوص محمد یوسف بختاور صاحب، سید یوسف ہاشم الرفاعی مدظلہ العالی (کویت) الحاج صوفی شکر الدین صاحب، الحاج صوفی محمد لطیف صاحب،۔

☆ جناب حافظ ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب صدیقی نقشبندی مجددی، جناب محمد ریاض احمد ڈوگر صاحب، اُستادِ محترم جناب حافظ شبیر احمد صاحب مدظلہ العالی، جناب منیر احمد گوجر صاحب، قادری، پرنسپل جناب سید سلمان نذیر احمد صاحب، وائس پرنسپل جناب احسن رضا ہاشمی صاحب، جناب محمد ادریس رانا صاحب، جناب قیصر مشتاق صاحب، جناب حافظ امداد اللہ محمود صاحب، جناب علامہ ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب' جناب حافظ محمد عدیل صاحب، محترمہ پروفیسر عمرانہ سجاد صاحبہ، جناب علامہ ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب' محترم جناب ریاض احمد صاحب' سپورٹس ٹیچر جناب عبد الستار صاحب کے نام جن کی حوصلہ افزائی اور قدر شناسی کی بناء پر مجھے یہ کتاب تالیف کرنے کا حوصلہ ملا۔

☆ تمام قارئین کرام، ناظرین اور ''تجلیاتِ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے خوش نصیبوں کے نام جو اس کتاب سے اس

Marfat.com

استفادہ کر کے عمل صالح کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی زندگیوں کو سنواریں گے اور آخرت میں بھی کامیاب وکامران ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

☆ تمام موجود اور مرحوم علماء کرام اور ادیبوں کے نام جن کی کتب اور تحریروں سے میں نے خوشہ چینی کی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

پسرانِ با سعادت محمد شہباز، سہیل اختر، محمد نعیم، محمد ابراہیم، دختر ان نیک اختران، رفیقہ حیات اور برادرم محمد یٰسین صاحب کے نام جو اس کتاب کی تیاری میں مدد ومعاون ثابت ہوئے۔

☆ کتاب کے ناشر جناب سید محمد شجاعت رسول قادری، اس کتاب کے کمپوزرز اور آرٹسٹ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کے حسن میں عملاً حصہ لے کر زادِ آخرت بنایا۔ اس کی طباعت میں جو حسن وکمال کارفرما ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد ناشر کی سرپرستی اور مخلصانہ توجہ کا نتیجہ ہے۔

جزاہم اللّٰہ تعالٰی عناد عن جمیع المسلمین ۔

☆ آخر میں عاجز مؤلف ان تمام حضرات کی کرم فرمائیوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت حرج کر کے اس کتاب کی ترتیب وتصنیف کے سلسلہ میں تحریری، تقریری، قولی، فعلی اور اخلاقی امداد فرما کر ''تجلیات حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' سے اپنی دلی محبت کا ثبوت فراہم کیا۔

اے خدائے ہر بلند و پستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
ایمان و امان و تن درستی
علم و عمل و فراخ دستی

(سید ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)

دعاگو:
محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

خصوصی تعاون واشتراک

ہم جناب محمد یوسف صاحب ، جناب قاسم نعمان صاحب
جناب رضوان یوسف صاحب ، بہت ہی پیاری بیٹی تحسین یوسف

اور

والدہ محترمہ (جناب قاسم نعمان صاحب اور رضوان یوسف صاحب)

کے شکرگزار ہیں کہ جن کے خصوصی تعاون اشتراک سے کتاب ہذا کی طباعت میں سہولت میسر آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کے کاموں میں آسانیاں اور برکت عطا فرمائے۔ ان کے مال وجان اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کو ہمیشہ صحت کاملہ سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ پیاری بیٹی تحسین یوسف کے علم وعمل میں خصوصی برکت عطا فرمائے۔ آمین

<u>برائے ایصال ثواب (والدین کریمین جناب ابوقاسم محمد یوسف صاحب)</u>

۱۔عنایت علی والد محترم ومرحومہ ۲۔اللہ رکھی والدہ محترمہ ومرحومہ

اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور تمام مومنین ومومنات کی مغفرت فرمائے۔ آمین

یا اللہ! ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما اور انہیں قبول فرما کر ہمارے نامہ اعمال میں درج فرما، ہماری لغزشوں کو معاف فرما، ہمیں اپنے والدین کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بنا، ہمارے والدین پر رحم فرما۔ ان کی بخشش فرما اور ان کو اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما اور ان پر اپنی لطف وکرم کی بارشیں برسا۔

یا اللہ! ہمیں علم نافع عطا فرما اور اس میں خیر وبرکت عطا فرما! (آمین)

دعا گو: فقیر حقیر سراپا تقصیر
محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

خصوصی تعاون واشتراک

ہم

☆ جناب محترم محمد اشرف ڈوگر صاحب (والد محترم جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)۔

☆ جناب محترم محمد ریاض ڈوگر صاحب

☆ محترمہ اُمِ ہاشم نسرین ریاض ڈوگر صاحبہ (رفیقۂ حیات محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ عزیزم ہاشم ریاض ڈوگر صاحب

☆ عزیزم احمد ریاض ڈوگر صاحب (پسرانِ باسعادت جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ عزیزی زینب ریاض ڈوگر

☆ عزیزی مریم ریاض ڈوگر

☆ عزیزی عفیفہ ریاض ڈوگر (دختران نیک اختران جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

کے شکر گزار ہیں کہ جن کے خصوصی تعاون واشتراک سے کتاب ہذا کی طباعت میں سہولت میسر آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو علم کی دولت سے مالا مال کرے ان سب کو دین و دنیا کے کاموں میں آسانیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے۔ ان کے علم و عمل مال و جان اور اولاد میں برکت عطا فرمائے اور ان کو ہمیشہ صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین۔

☆ برائے ایصالِ ثواب ☆

☆ محترمہ رضیہ بی بی مرحومہ (والدہ ماجدہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترم کالے خاں مرحوم (دادا جان صاحب جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترمہ دادی اماں بھلّی مرحومہ (دادی جان صاحبہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

محترم ابل مرحوم (تایا جان صاحب جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ محترمہ جمیلہ بی بی مرحومہ (خوشدامن صاحبہ جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

☆ جناب محترم محمد ناصر مرحوم (برادرِ نسبتی جناب محمد ریاض ڈوگر صاحب)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے اوران کومنور فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے اور تمام مومنین ومومنات کی مغفرت فرمائے۔آمین

یااللہ! ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما اورانہیں قبول فرما کر ہمارے نامۂ اعمال میں درج فرما، ہماری لغزشوں کو معاف فرما،ہمیں اپنے والدین کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بنا، ہمارے والدین پر رحم فرما۔ان کی بخشش فرما اوران کو اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما اوران پر اپنی لطف وکرم کی بارشیں برسا۔

یااللہ! ہمیں علم نافع عطا فرما اوراس میں خیر وبرکت عطا فرما! (الٰھم آمین)

دعا گو: فقیر حقیر سراپا تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم۔اے)

Marfat.com

تقریظ

معروف دانشور، لاجواب مدبر، مخزن علم وحکمت، نامور ادیب، عالمِ حقانی، فاضلِ بے بدل، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، جناب ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب امام وخطیب وزارۃ الاوقات کویت ورلڈ سیکریٹری جنرل انٹرنیشل ختم نبوت موومنٹ، ڈائریکٹر جنزل سراج اسلامک اکیڈیمز پاکستان مرشد دینی حج مملکۃ العربیہ السعودیہ۔

میرے قابلِ قدر بھائی جناب محترم محمد یوسف کیفی صاحب جن کا تعلق لاہور پاکستان سے ہے اور ایک عظیم علمی روحانی اور مذہبی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض سے بھی منور ہیں۔ محترم کیفی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹر آف ایجوکیشن کرنے کے بعد شعبۂ تدریس وتعلیم سے منسلک ہوئے۔ اور آج کل پاکستان انگلش اسکول وکالج کویت میں سینئر ٹیچر اور صدر شعبہ علوم اسلامیہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کویت میں ان کا تدریسی سفر عرصہ پینتیس ۳۵ سال پر محیط ہے۔ تدریس وتعلیم کے شعبہ سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ تالیفی اور تصنیفی شوق و ذوق اور وقت میں برکت کے ساتھ کئی کتابوں کو مرتب کر چکے ہیں۔ جن میں ''سیرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' عبرتناک قرآنی قصے، تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ، تذکرہ قرآنی خواتین، تجلیات سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور شوق ناتمام (سفرنامہ بغداد شریف) شام ہیں جو قارئین کرام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اس کے علاوہ ان کی کئی کتابیں زیر طباعت ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم میرے فاضل دوست محترم محمد یوسف کیفی صاحب کو اور زیادہ نورانی قوت، روحانی طاقت اور علم وعمر میں برکت کے ساتھ علمی، تحقیقی

Marfat.com

زورِ قلم کے ساتھ دینِ اسلام کی خدمت میں قبول فرمائے آمین یارب العالمین۔ مصنف محترم محمد یوسف کیفی صاحب کا نام بھی پیارا ہے۔ کتاب تجلیات سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حُسن کی جھلک ہے۔ مصنف کا نام بھی عظیم اور کام بھی عظیم ہے۔ درحقیقت نام کا نورِ تحریر میں منور ہے اور نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے جمالی نور اور یوسف علیہ السلام کے اضافہ سے حُسن کا نور نام کو حاصل ہے۔ ''تجلیات سیّدنا حضرت فاروق اعظم'' خلیفہ راشد، مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پیشوائے اربابِ احسان، چراغ اہل بہشت، فاروق اعظم سیّدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر مشتمل ایک منفرد حیثیت کی جامع اور مکمل سوانح عمری ہے۔ زیر نظر کتاب میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے تمام گوشوں کی عکاسی نہایت عقیدت ومحبت اور سائنٹیفک انداز سے کی گئی ہے۔ اس کتاب کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس جہاں فاروقی رتبہ وشان کو کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے وہاں اس کتاب میں کچھ عنانات یہ بھی ہیں ''فاروق اعظم اور مؤرخین ومستشرقین کے تبصرے'' ''مسئلہ فدک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' ''حضرت فاروق اعظم ایک مثالی حکمران'' ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیروں کی نظر میں'' ''فقہ عمر رضی اللہ عنہ'' ان عنوانات سے کتاب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے اور مصنف نے حوالہ جات سے اپنی محنت کا ثبوت دیا ہے۔ بہرحال یہ تحقیقی کتاب بھی ''خیر الکلام ماقل ودل'' کے پیش نظر اختصار اور جامعیت کے اُصولوں پر تحریر کی گئی ہے۔ کتاب کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں، ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا تقویب ایمان کا باعث ہے، اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس کتاب کے مصنف کی کوشش وکاوش کی قبول ومنظور فرما کر عوام الناس کے لئے باعث نفع بنائے۔

آمین ثم آمین۔

خاکسار ڈاکٹر احمد علی سراج

امام وخطیب وزارت اوقاف کویت

Marfat.com

تقریظ

معروف دانشور، ماہر تعلیم، ماہر معاشیات، تجربہ کار اُستاد، ادب کے زبردست نقاد
عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محبّ الفقراء و درویشاں و علماء
جناب سلمان پذیر احمد صاحب
پرنسپل پاکستان انگلش اسکول و کالج جلیب الشیوخ کویت۔

نَحمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

میرے لئے یہ بڑی سعادت ہے کہ میں آج ''تجلیات سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' پر تقریظ لکھ رہا ہوں جو میرے اسکول و کالج کے سینئر استاد اور صدر شعبہ اسلامیات جناب محمد یوسف کیفی صاحب کی تالیف ہے۔ یہ خلیفہ راشد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے احوال پر مشتمل ایک مکمل، جامع اور مستند کتاب ہے۔ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین''۔ (ترجمہ) تم پر میرے اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نامور اور مقتدر علماء کرام نے مختلف ادوار میں بڑی مستند اور عجیب تالیفات چھوڑی ہیں جو علمی لحاظ سے حدِ کمال تک پہنچی ہوئی اور ہمارا عظیم دینی سرمایہ ہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کو تاریخ اسلام میں نہایت بلند مقام حاصل ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم وہ کہ جن کی ہر صبح، صبحِ عید ہوتی تھی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دید ہوتی تھی

یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک حالات اور مبارک زندگیوں کے سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ اس سے پہلے جناب محمد یوسف کیفی صاحب سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ''تجلیات سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' تحریر کر چکے ہیں جو قارئین کرام سے دادِ تحسین

Marfat.com

حاصل کر چکی ہے۔ ویسے ان کی کتابوں کی مجموعی تعداد ۱۰۰ کے قریب ہے جو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں اور باقی کئی کتابوں پر تاحال کام جاری ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے " اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دورِ حاضر میں انسان کی مصروفیت بڑھ گئی ہے اور انسان کو بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں ملتا۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ان جلیل القدر ہستیوں (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کے بارے میں مختصر، مستند اور جامع انداز میں کتاب تالیف کی جائے تا کہ قاری ایک دو نشستوں میں ہی ان بابرکت حضرات کے مبارک تذکرے سے کما حقہ استفادہ کر سکے اور کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس کتاب کے مصنف جناب محمد یوسف کیفی صاحب نے ہر خلیفہ راشد کی حیات طیبہ کو بڑے پیارے اور خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے۔ تحریر کے دلنشین اندازِ بیان و حسنِ اسلوب اور الفاظ کی جامعیت نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اسی کے علاوہ یہ کتاب دینی اور تاریخی اہمیت کی حامل، جامع اور مستند حوالوں سے ترتیب دی گئی ہے اور یہ مصنف کتاب کا خاصہ ہے کہ ہر واقعہ نہائتی عرق ریزی، جانفشانی اور عام فہم زبان میں تحریر کرتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق یہ ایک ایسی جامع اور نافع تالیف ہے جو اپنی خصوصیات میں انفرادیت کا درجہ رکھتی ہے۔ انشاء اللہ ہر خاص و عام اس کی قدر کریں گے اور عند اللہ شرفِ قبولیت کے ساتھ شائع ہوتی رہے گی۔ اس حصول سعادت پر محترم جناب محمد یوسف کیفی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ رب ذوالجلال ان مساعی مخلصانہ کو قبول فرما کر سعادت دارین نصیب فرمائے اور متاعدین و دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی اور سرفرازی سے نوازے اور ان کو عمر دراز اور صحت کاملہ سے نوازے اور ان کی اس تصنیف لطیف کو ملت اسلامیہ کے لئے مفید بنائے اور قائین کے مستقبل کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان کو تازہ بخشے۔ آمین یارب العالمین

دعا گو۔ سلمان نذیر احمد

پرنسپل پاکستان انگلش سکول و کالج، کویت

Marfat.com

☆تصانیف محمد یوسف کیفی......شاعر محمد اقبال سندھو ملتانی کی نظر میں☆

منظوم

یہ کسی عافیت سے کم تو نہیں | جو حقائق سموئے تو نے
مستند معتبر کتابوں میں | سچے موتی پرو دیئے تو نے
ایسی شفاف آبیاری کی | بیج نسبت کے بودیئے تو نے
روح کو کر دیا ترو تازہ | خشک دیدے بھگو دیئے تو نے
نثر پڑھنے سے جو گریزاں ہیں | ان کو نشتر چبھو دیئے تو نے
اپنی دانست سے چنے نسخے | ایک کے بدلے سو دیئے تو نے
زنگ سا چڑھ رہا تھا سوچوں پر | پھر خیالات دھو دیئے تو نے
جو ہمہ صفت قیمتی موتی | اپنے احباب کو دیئے تو نے
اُن کو اقبالؔ سر پہ رکھے گا | یہ تحائف ہیں جو دیئے تو نے
درس و تدریس کام ہے ان کا | کتنا اعلیٰ مقام ہے ان کا
خوش نصیبوں میں نام ہے ان کا | چونکہ نازک اندام ہے ان کا

چاق و چوبند گام ہے ان کا

جیسی نیت مُراد ہے ویسی | گل سے گلدستہ بن گئی ہستی
جب سے یوسف کو مل گئے کیفی | قادری نقشبندی و چشتی

صوفیانہ نظام ہے ان کا

اس کو کہیئے نظر کی جولانی | یا بلاغت کی ورق گردانی
اس کی تمہید بھی ہے طولانی | ہاتھ میں ہے قلم جو سلطانی

Marfat.com

اک طرح فیض عام ہے ان کا

دیکھ کر علم کی یہ گہرائی ہیچ لگتی ہے کوہ پیمائی
قابلِ رشک ہے پزیرائی جو چھلکتی ہے اس کی رعنائی
حاصل ابتسام ہے ان کا

پھر فصاحب کا باب دیکھ لیا ایک دلکش سا خواب دیکھ لیا
پُر شکوہ آفتاب دیکھ لیا عرضِ دل نے جواب دیکھ لیا
آج ماہِ تمام ہے ان کا

طرز تحریر ٹھوس اور سادہ لوگ تقلید پر ہیں آمادہ
علم و عرفان کا کھلا جادہ دے خدا اِن کو اور بھی زیادہ
یہ جو شیریں کلام ہے اِن کا

سیرتِ ہاشمیؐ کو پڑھ کے لگا ہے یہی اِرتقائے فہم و ذکا
تذکرہ نقشبندیہ کی عطا قصے قرآنی اعلیٰ و اولیٰ
کوبکو احترام ہے ان کا

تم بھی اقبالؔ ان کو شیخ کہو ان کی خدمت میں پیش پیش رہو
ان کے دستِ عطا کو سر پہ رکھو باوضو ان کے ساتھ ساتھ چلو
مُرشدوں میں قیام ہے ان کا

یہ منظوم محمد یُوسف کیفی کی کُتب ''تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ'' سیرت رسول ہاشمی ﷺ ' اور عبرتناک قرآنی قصے'' کی تقریب رونمائی پر پڑھا گیا' جو مورخہ ۴- اپریل ۲۰۰۸ء کو' اقبال ہال'' پاکستان انگلش اسکول و کالج جلیب الشیوخ، کویت میں منعقد کی گئی تھی۔

(محمد اقبال سندھو ملتانی)
کویت

Marfat.com

☆فرمان رسُول اللہ ﷺ☆

(حضراتِ شیخین[1] رضی اللہ عنہما کے بارے میں)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) فرمانے لگے: مجھے نہیں معلوم تمہارے درمیان میری زندگی اب کتنی باقی رہ گئی ہے (ابھی کچھ دن اور جینا مقدر ہے یا وقتِ موعود قریب آگیا ہے) لہٰذا (آگاہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ) تم لوگ میرے بعد ان دونوں شخصوں کی پیروی کرنا (جو یکے بعد دیگرے میرے جانشین اور خلیفہ ہوں گے) اور وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(مظاہر حق بحوالہ ترمذی شریف، ابنِ ماجہ بحوالہ عرفان السنۃ ص ۶۶۹)

"اگر میرے بعد کسی کو نبوت ملتی تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ملتی"

(مُسند احمد براویت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ)

؎ جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] ۱- شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم ہیں۔

۲- امیرین سے مراد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳- صاحبین سے مراد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں تھے۔

۴- ختنین سے مراد حضرت عثمان غنی اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں (آپ دونوں بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضور

Marfat.com

ﷺ کے داماد تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا شیخین رضی اللہ عنہما کو افضل جاننا اور ختنین سے محبت کرنا یہ اہلِ سنت وجماعت کی نشانی ہے۔

☆ جامع مناقبِ شیخین رضی اللہ عنہما (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

☆ حدیث نمبر ۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک شخص اپنی گائے پر بوجھ لادے ہوئے ہانک کر لے جا رہا تھا۔ گائے نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی میں اس (کام) کے لئے پیدا نہیں کی گئی بلکہ میں تو کھیتی باڑی کے لئے تخلیق کی گئی ہوں۔ لوگوں نے تعجب اور گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔ سبحان اللہ! گائے بھی گفتگو کرتی ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تو اسے سچ مانتا ہوں اور ابوبکر وعمر بھی اسے سچ تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک چرواہا اپنی بکریوں (کے ریوڑ) میں تھا، ایک بھیڑیئے نے اُن پر حملہ کر دیا اور اُس ریوڑ میں سے ایک بکری کو اُس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا چرواہے کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے کہنے لگا۔ اُس دن بکری کو کون بچائے گا جس دن میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا (وہ قیامت کا دن ہے یا عید کا دن جس دن جاہلیت والے کھیل کود میں مصروف رہتے اور بھیڑیئے بکریاں لے جاتے یا قیامت کے قریب فتنہ کا دن جب لوگ مصیبت کے مارے اپنے مال کی فکر سے (بھی غافل ہو جائیں گے) لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ! پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اس واقعہ کو میں، ابوبکر اور عمر سچ تسلیم کرتے ہیں۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

☆ حدیث نمبر ۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: میں ان لوگوں کے ہمراہ کھڑا تھا جنہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی میت) کو چارپائی پر رکھا جا چکا تھا، اچانک ایک شخص میرے پیچھے سے آیا اور اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور (حضرت عمر کی میت سے مخاطب ہو کر) کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میں

Marfat.com

اُمید کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رکھے گا۔ کیونکہ میں اکثر حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنتا تھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تھے، اور میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے (فلاں کام) کیا، میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ (فلاں جگہ) گئے۔ مجھے اُمید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ پس میں اپنے پیچھے اُس شخص کی طرف متوجہ ہوا تو (کیا دیکھتا ہوں) ''وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے''۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو آپ ﷺ کی عمر مبارک بھی تریسٹھ ۶۳ برس کی تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو ان کی عمر مبارک بھی تریسٹھ برس تھی (اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ان کی اتباع و قرابت روحانی اور فنائیتِ باطنی ثابت ہوتی ہے) (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا)۔

☆ حدیث نمبر ۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف لایا کرتے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بیٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کی طرف نظریں اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔ پس یہ دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا کرتے تھے اور حضور نبی اکرم ﷺ ان دونوں کی طرف دیکھا کرتے۔ وہ دونوں آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ﷺ ان دونوں کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا کرتے تھے (اس حدیث کو امام ترمذی، احمد اور حاکم نے روایات کیا)

☆ حدیث نمبر ۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں

Marfat.com

سے ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں (ترمذی، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۶- حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں (میرے لئے) کان اور آنکھ کی حیثیت رکھتے ہیں (ترمذی، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۷- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعلیٰ اور بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے اُفق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور بے شک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اُن (بلند درجات والوں) میں سے ہیں اور نہایت اچھے ہیں (ابن ماجہ، ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ اولین و آخرین میں سے تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہیں۔

(احمد، ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۹- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ذاتی طور پر نہیں جانتا کہ کتنی مدت تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم میرے بعد ان لوگوں کی پیروی کرنا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

☆ حدیث نمبر ۱۰- امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ جو شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا ہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔ (امام ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۱۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس کے لئے زمین کو کھولا جائے گا وہ میں ہوں پھر

Marfat.com

ابوبکر کے لئے اور پھر عمر کے لئے پھر اہل بقیع کی باری آئے گی اور انہیں میرے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرمین شریفین کے درمیان لوگوں کے ساتھ جمع کیا جاؤں گا۔ (امام ترمذی اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا)۔

☆ حدیث نمبر ۱۲- حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ حدیث نمبر ۱۳- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمام آفاق (آس پاس کے علاقہ جات) میں کچھ لوگ بھیجوں اور جو لوگوں کو سنن و فرائض سکھائیں، جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (حضرت) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک (دین اسلام کی ترویج کے لئے) میرے ساتھ ساتھ ان دونوں کا وجود بھی ناگزیر ہے۔ یقیناً یہ دونوں دین میں سمع و بصر (یعنی کان اور آنکھ) کا درجہ رکھتے ہیں۔ (حاکم)

☆ حدیث نمبر ۱۴- حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کے فضائل کی معرفت سنت ہے۔ (امام ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۱۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی اور اقتداء کرنا۔

(امام طبرانی، بیہقی، ابونعیم)

☆ حدیث نمبر ۱۶- حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کے دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی اُونٹ لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وہ اُونٹ خرید لیا، پس اس کے بعد وہ حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کو ملا تو انہوں نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کس لئے آیا تھا؟ اُس نے جواب دیا میں ایک اونٹ لے کر آیا تھا جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے خرید لیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا۔ کیا تو نے نقد رقم کے بدلے اس کو فروخت کیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں، بلکہ میں نے اسے ادھار رقم پر فروخت کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا واپس جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ ہو جائے تو میرا مال مجھے کون دے گا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جواب دیں وہ واپس آ کر مجھے بتانا۔ وہ شخص واپس گیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ ہو جائے تو میری رقم مجھے کون ادا کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر، وہ شخص واپس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب بتایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا کہ واپس جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرو کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ ہو جائے تو پھر کون مجھے میرا مال دے گا پس اُس شخص نے واپس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر، وہ شخص واپس آیا اور حضرت علی کو آپ کا جواب بتایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ واپس جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر پوچھو کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو پھر کون مجھے میرا مال دے گا، اس نے جا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے جب عمر فوت ہو جائے تو پھر تم بھی مرنے کی استطاعت رکھتے ہو تو مر جانا۔ (طبرانی بحوالہ عرفان السنۃ فصل فی جامع مناقب الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم)

Marfat.com

جامع مناقب شیخین رضی اللہ عنہما آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی روشنی میں

☆ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ کا قول ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت کے ساتھ ان کا بُغض جمع نہیں ہو سکتا۔

☆ سیّدنا حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کو چاہا اور نہ دنیا کو ان کی خواہش ہوئی عمر رضی اللہ عنہ کی طلب دنیا نے تو کی مگر انہوں نے کبھی دنیا کی طلب نہیں کی''۔

☆ امام سفیان ثوری کا قول ہے:

جس نے یہ گمان کیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے علی المرتضیٰ حق دارِ خلافت تھے تو بے شک اُس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور مہاجرین و انصار سب کو خطاوار ٹھہرایا۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے:

''میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کو نیکی سے یاد نہ کرے''۔

☆ امام شریک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''کوئی نیک شخص علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ پر مقدم نہ کرے گا''۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

فضائل ومناقب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(احادیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں)

☆ حدیث نمبر ۱- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ تو ابو جہل یا عمر بن الخطاب دونوں میں سے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کو محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (جن کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول اور آپ مشرف بہ اسلام ہوئے)۔ (ترمذی، احمد، ابن حبان)

☆ حدیث نمبر ۲- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک اہل آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوشیاں منائی ہیں (اور مبارک بادیں دی ہیں)۔ (ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۳- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم دو حصوں بٹ گئی ہے (یعنی آدھی رہ گئی ہے)۔ (امام حاکم، احمد، طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۴- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینے پر تین دفعہ اپنا دستِ اقدس مارا اور (ہر مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ فرمایا اے اللہ! عمر کے سینے میں جو غل (سابقہ عداوتِ اسلام کا اثر) ہے اسے نکال دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (امام حاکم، طبرانی، امام حاکم کے نزدیک یہ

Marfat.com

حدیث صحیح مستقیم الاسناد ہے)

حدیث نمبر ۵- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام (ہمارے لئے) ایک فتح تھی اور ان کی خلافت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ پس جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے مشرکین مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ ہم نے (برملا) اسلام کی دعوت دی اور خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ (طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے بھی لہٰذا اُمیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان دونوں شخصیات سے محبت کرنے کا سبب بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کا مقام و مرتبہ تھا)۔

(متفق علیہ ملخصاً)

☆ حدیث نمبر ۷- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر صلوۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر کے لئے رحمت کی دعا کی اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسد اقدس سے مخاطب ہو کر) فرمایا۔ (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کئے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں رفیقوں (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دے گا۔ کیونکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، ''میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے'' اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (اسی طرح) آپ کے دونوں رفیقوں کے ساتھ

Marfat.com

رکھے گا"۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۸- حضرت عبد اللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا"۔ (بخاری شریف)

☆ حدیث نمبر ۹- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین انسان! (یہ سن کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آگاہ ہو جاؤ اگر تم نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عمر سے بہتر کسی آدمی پر ابھی تک سورج طلوع نہیں ہوا۔ (ترمذی، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۱۰- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ادائیگی عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اے میرے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھی مت بھولنا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

☆ حدیث نمبر ۱۱- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفید قمیض زیب تن کئے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا (اے عمر!) تمہارا یہ قمیض نیا ہے یا پرانا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ (نیا) نہیں ہے بلکہ پرانا ہے آپ ﷺ نے فرمایا (خدا کرے) تم ہمیشہ نیا لباس پہنو اور پر سکون زندگی بسر کرو اور تمہیں شہادت کی موت نصیب ہو۔ (ابن ماجہ، احمد)

☆ حدیث نمبر ۱۲- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوتا"۔ (ترمذی، احمد، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۱۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث (جن پر الہام کیا جاتا تھا) ہوا کرتے تھے اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری)

☆ حدیث نمبر ۱۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ

Marfat.com

فرماتے تھے کہ تم سے پہلی اُمتوں میں محدث ہوتے تھے۔ اور اگر میری اُمت میں بھی کوئی محدث ہوتے تو عمر اُن میں سے ہوتا۔ امام ابن وہب نے فرمایا کہ محدّث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔ (مسلم، ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۱۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سابقہ امتوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جو نبوت کی سی باتیں کرتے تھے اور اگر میری اُمت میں ایسا کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ (امام ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۱۶- حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابن خطاب! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے (متفق علیہ ملخصا)

☆ حدیث نمبر ۱۷- حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدامہ ہیں بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے شیطان اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو اپنا سر جھکا لیتا ہے۔ (امام طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۱۸- حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں ایک گھر یا محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ حاضرین نے کہا یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ حضرت عمر رونے لگے اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! کیا آپ پر بھی غیرت کی جاسکتی ہے۔ (امام مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۹- حضرت عبدالرحمٰن بن حمید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید نے ایک مجلس میں انہیں یہ حدیث بیان کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس آدمی جنتی ہیں ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں (آگے مزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی بیان کیے)۔ (ترمذی، نسائی)

☆ حدیث نمبر ۲۰- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ فرمائے گا وہ عمر ہے اور سب سے پہلے جس شخص پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائے گا وہ بھی عمر ہے۔ (ابن ماجہ، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۲۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت کا چراغ ہے۔ (امام ابونعیم، دیلمی)

☆ حدیث نمبر ۲۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا۔ آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے آپ ﷺ نے فرمایا آج کس نے مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے آپ ﷺ نے پوچھا آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے آپ ﷺ نے فرمایا آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں، آپ ﷺ نے فرمایا (عمر کے لئے جنت) واجب ہوگئی، واجب ہوگئی (احمد ابن شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۲۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے رب نے تین اُمور میں میری موافقت فرمائی۔ مقام ابراہیم میں (وجوب) حجاب میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان آیات کی تعداد زیادہ ہے)۔ (مسلم شریف)

☆ حدیث نمبر ۲۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور لوگوں نے اس پر بات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کہا تو قرآن حکیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوا۔ (ابوداؤد، احمد، ترمذی، حاکم)۔

☆ حدیث نمبر ۲۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس کی اُمت میں سے ایک یا دو معلم

Marfat.com

(لوگوں کو احکام شریعت سکھانے والے) نہ ہوں اور اگر ان میں سے میری اُمت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہے۔ بے شک حق عمر کی زبان اور دل پر (بولتا ہے) ہے۔

(طبرانی، ابن ابی عاصم)

☆ **حدیث نمبر ۲۶-** حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہو جاتا۔ (امام ابن ابی شیبہ)

☆ **حدیث نمبر ۲۷-** امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ''البتہ میرے دل میں یہ القاء کیا گیا ہے کہ جب تمہارا سامنا تمہارے دشمن سے ہوگا تو تم اُسے شکست دے دو گے''۔ بیان کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم اِس چیز کو محال نہیں سمجھتے تھے بے شک سکینہ (اطمینان وسکون) حضرت عمر کی زبان سے بولتا ہے اور بے شک قرآن میں بعض (احکامات) حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوتے ہیں۔ (ابن عساکر، سیوطی)

☆ **حدیث نمبر ۲۸-** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے اتنا دودھ پیا کہ جس کی تازگی میرے ناخنوں سے بھی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا (دودھ) میں نے عمر کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد علم (نبوت کا حصہ) ہے۔ (متفق علیہ)

☆ **حدیث نمبر ۲۹-** حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسا نیک اور سخی انسان نہیں دیکھا گیا گویا یہ خوبیاں تو ان کی ذات پر ختم ہو گئی تھیں۔

(بخاری)

☆ **حدیث نمبر ۳۰-** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی رات کو فرشتوں کے سامنے اپنے تمام

Marfat.com

(نیک) بندوں پر بالعموم اور عمر رضی اللہ عنہ پر بالخصوص فخر کرتا ہے۔ (ابن ابی عاصم، طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۳۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ آسمانی سکون قلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا ہے۔ (طبرانی، ابن ابی شیبہ، ابونعیم)

☆ حدیث نمبر ۳۲- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمار! ابھی میرے پاس جبریل امین آئے تھے اور میں نے ان سے پوچھا، اے جبرائیل! مجھے آسمان والوں میں عمر کے فضائل کے بارے میں بتاؤ۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر میں آپ کو اتنی مدت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام زمین پر (تبلیغ کرتے) رہے یعنی نو سو پچاس برس، تب بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (امام ابویعلی، طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۳۳- حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ جب صالحین کا ذکر ہو تو جلدی سے عمر رضی اللہ عنہ کا نام نامی پکارا کرو۔ (ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۳۴- حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے کبھی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو انہیں سیدھی راہ دکھاتا تھا۔ (امام ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۳۵- حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم باللہ نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا قاری دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کے دین کا فہم رکھنے والا دیکھا ہے۔ (امام ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۳۶- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اسلام کو چاہیئے کہ وہ عمر کی موت پر روئے۔ (ابونعیم، طبرانی)

Marfat.com

☆ حدیث نمبر ۳۷- حضرت زید بن وہب حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام محفوظ تھا اور اس سے باہر نہیں نکلتا تھا پس جب اُنہیں شہید کر دیا گیا تو اسلام اس قلعہ سے باہر نکل گیا یعنی غیر محفوظ ہو گیا اور اس کے بعد اس میں داخل نہیں ہوا۔ (یعنی اس کے بعد فتنوں کے حملوں سے اُمت محفوظ نہ رہی)۔ (ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۳۸- حضرت ابوسفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکثر ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں ان سے کہا گیا کہ آپ کثرت سے یہ چادر (کیوں) پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا۔ بے شک یہ مجھے میرے نہایت پیارے مخلص اور خاص دوست حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی۔ بے شک عمر اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خالص بھلائی چاہی پھر وہ رونے لگ گئے۔

(امام بن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۳۹- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ میرے بعد کسی کو نبی بنا کر بھیجنے والا ہوتا تو یقیناً عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نبی بنا کر بھیجتا۔ (امام ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ حدیث نمبر ۴۰- حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل نجران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ کا نامہ اعمال آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کی شفاعت آپ کی زبان میں ہے ہمیں عمر نے ہماری زمین سے نکال دیا ہے آپ ہمیں ہمارے زمین کی طرف لوٹا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تمہارا برا ہو بے شک عمر بالکل درست کام انجام دینے والے تھے اور میں ان کا کیا ہوا فیصلہ تبدیل نہیں کروں گا۔ (امام ابن ابی شیبہ)

(عرفان السنۃ (کتاب المناقب) ص ۵۵۷ تا ۵۹۷)

Marfat.com

فضائل ومناقب حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(آثارِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی روشنی میں)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

''روئے زمین پر مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص پیارا نہیں''۔

حضرت سیّدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ۔

''صالحین کا ذکر کیا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ کو نہ بھولو کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ بولتا ہے''۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت کے ساتھ اُن کا بغض جمع نہیں ہوسکتا۔

حضرت سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کو چاہا اور نہ دنیا کو ان کی خواہش ہوئی عمر رضی اللہ عنہ کی طلب دنیا نے تو کی مگر انہوں نے کبھی دنیا کی طلب نہیں کی''۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

''اگر دنیا کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا وزنی ہوگا''۔

حضرت سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

Marfat.com

''(عمر فاروق رضی اللہ عنہ) پختگی رائے، زیر کی اور علم و دلیری سے پُر ہیں''۔

سیّدنا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دنیا بھر کا علم عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں پڑا ہے۔ نیز اُنہیں کا قول ہے میں سوائے عمر رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے راہِ خدا میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی ہو۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ۔

''جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ضرور یاد کیا کرو کیونکہ وہ ہم میں سب سے زیادہ عاقل و فقیہہ ہیں''۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ۔

''اکثر یہ چرچا رہا کرتا کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں شیاطین قید تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آزاد ہو گئے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ۔

جس نے یہ گمان کیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیادہ حق دار خلافت تھے تو بے شک اُس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور مہاجرین و انصار سب کو خطاوار ٹھہرایا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ۔

''میں اس شخص سے بیزار ہوں۔ جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نیکی سے یاد نہ کرے''۔

امام شریک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کوئی نیک شخص علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما پر مقدم نہ کرے''۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء (اُردو ترجمہ) علامہ جلال الدین سیوطی و عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم۔ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

خلیفہ دوم

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(جمادی الثانی ۱۳ ہجری تا ذوالحجہ ۲۳ ہجری / اگست 634ء تا 644ء)

☆ نام	عُمر (رضی اللہ عنہ)
☆ کنیت	ابو حفص[1]
☆ القاب	فاروق۔ امیر المؤمنین ۔ مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
☆ والد ماجد	خطاب بن نفیل
☆ والدہ ماجدہ	حشمہ یا حنتمہ یا خنثمہ بنت ہاشم بن مغیرہ
☆ مدت خلافت	دس سال، چھے مہینے اور پانچ دن

مقام: ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك فی امّتی احد فانہ عمر (تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے سو میری اُمت میں اگر کوئی محدث ہے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ (مشکوٰۃ متفق علیہ براویت حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ)

مُحَدَّث: [2]محدث وہ ہوتا ہے جس سے فرشتے بات چیت کریں۔ یا جس کی زبان پر

---

[1] آپ کو ابو حفص کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ ان کے نام کی نسبت سے آپ کو ابو حفص کہا گیا۔

[2] ایک ہوتا ہے محدِث...... جو حدیث کی روایت کرے اور ایک ہوتا ہے محدَث۔ جس کے دل میں اللہ بلا واسطہ الہام فرماتا ہے اور فرشتے اُس کی زبان پر بولتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) ''خدا نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے'' (ترمذی ۳۶۸۲) یہ ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان کی شان!

Marfat.com

فرشتے بولتے ہیں۔ (صواعقِ محرقہ) سُبحان اللہ!

زندگی کی تمام نعمتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قدموں میں تھیں لیکن فاروق اعظم نے انہیں ٹھکرا دیا، اور اپنے اسی استغناء کی وجہ سے عدل وانصاف کی ایک جیتی تصویر بن گئے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس کے سوا کسی کی خوشنودی نہ چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خوف اور اس کی رضا جوئی کا یہ جذبہ ان میں بڑا شدید تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی خلافت وامامت کا ان سے محاسبہ کیا جائے گا۔

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ از محمد حسین ہیکل مصری اُردو ترجمہ حبیب اشعر)

☆ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) پختگی رائے، زیرکی اور علم ودلیری سے پُر ہیں۔

(سیدنا علی کرم اللہ وجہہ)

حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تو میں نے کہا اے جبریل! میرے عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرو کہ فرشتوں کی نظر میں ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

تو جبرئیل امین نے عرض کی یارسول اللہ!

اگر عمر رضی اللہ عنہ کے آسمانی مرتبے کو بیان کرنے میں اتنی عمر صرف کروں جتنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت میں گزاری (یعنی نوسو پچاس سال) تو پھر بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہ ہوں گے۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ البیان جلد سوم ص ۱۲)

تین انقلابی دعائیں

تین دعائیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے انقلاب برپا کر دیا۔ ان تین دعاؤں نے دنیا کا نقشہ بدل دیا۔

اک دُعائے ابراہیمی

اک دعائے موسوی

اک دعائے محمدی (علیہم الصلوٰات)

Marfat.com

تیسری دعا

یہ میرے نبی کی وہ دعا ہے جو جمعۃ المبارک کی رات کو خانہ کعبہ کے سامنے مانگی۔ وہ دعا یہ تھی ”اے اللہ میں تجھ سے عمر مانگتا ہوں تا کہ دین کو عزت مل جائے۔

؎ اجابت کا جوڑ عنایت کا سہرا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی دعا قبول ہوگئی اور خدا نے عمر دے دیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کو جو عزت دی اور عمر کی وجہ سے اسلامی انقلاب کا کام مکمل ہوگیا۔

حضرات!

عمر رضی اللہ عنہ وہ ہے جو حضور ﷺ نے رب سے مانگا ہے اور عمر کا انتخاب حضور ﷺ نے کیا۔ جب انتخاب نبی ﷺ نے کیا ہو...... اور...... عطا رب نے کی ہو تو کمی کیسی؟

نام ونسب:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام عمر، کنیت ابوحفص اور لقب فاروق تھا۔ والد کا نام خطاب بن نفیل اور والدہ کا نام بہ اختلاف روایت خلتمہ بنت ہاشم، حنتمہ بنت ہاشم، حشمہ بنت ہاشم تھا۔ اور بعض نے آپ کی والدہ ماجدہ کا نام علتمہ بنت ہشام بن مغیرہ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ) ابوجہل کی بہن ہیں اور آپ ابوجہل کو ماموں کہا کرتے تھے۔

سلسلہ نسب یہ ہے:

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی القریشی۔ کعب کے دو بیٹے تھے عدی اور مرہ۔ ہمارے پیارے نبی محسن

Marfat.com

انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مرہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضور اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حنتمہ[1] بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم ہے۔

خاندانی حالات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان ایامِ جاہلیت سے ممتاز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جد امجد عدی بن کعب عرب تنازعات میں ثالث ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں سفارت کا عہدہ بھی انہیں کے سپرد تھا۔ اس کے علاوہ منافرت (باہمی نفرت) کے ثالث بھی یہی ہوا کرتے تھے۔ اس طرح یہ مناصبِ جلیلہ عدیؔ کے خاندان میں نسلاً بعد نسلاً چلے آرہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نہال کی طرف سے بھی معزز و باوقار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے نانا محترم مغیرہ بن عبداللہ کو قریش میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ جب قریش کی کسی قبیلے سے لڑائی ہوتی تو فوج کا اہتمام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔

ابتدائی حالات زندگی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ سن عیسوی کے لحاظ سے بعض نے آپ کی تاریخ پیدائش 583ء لکھی ہے (اور بعض نے 581ء لکھا ہے) ان کی ولادت اور بچپن کے حالات کے متعلق تاریخی شواہد بالکل ناپید ہیں۔ سن رُشد کو پہنچے تو ان کے والد ماجد خطاب نے اُونٹ چرانے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ یہ پیشہ (اُونٹ چرانا) اگرچہ عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا۔ اس سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ کے والد آپ پر بہت سختی کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فنون سپاہ گری میں کمال حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ عکاظ کے میلے میں کشتیاں (WRESLINGS) لڑا کرتے تھے۔ آپ نے نسب دانی کا فن اپنے باپ سے سیکھا کیونکہ یہ فن آپ کے

---

[1] بعض نے آپ کی والدہ ماجدہ کا نام غنتمہ بنت ہشام ابن المغیرہ مخزومی لکھا ہے ہمارے خیال میں آپؓ کے نانا کا نام ہاشم بن مغیرہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

Marfat.com

خاندان میں موروثی چلا آتا تھا۔ آپ بہت فصیح اللسان مقرر تھے۔ شعروسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ نے لکھنا پڑھنا بھی سکھا لیا تھا۔ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت آپ رضی اللہ عنہ ان سترہ قریشی سرداروں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ نے ''فتوح البلدان'' میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت قبیلہ قریش میں پڑھے لکھے آدمیوں کی تعداد کل سترہ تھی۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اور تجارت میں اتنی ترقی کی کہ شاہانِ روم و فارس کے درباروں میں با اثر و رسوخ ہو گئے تھے۔ قریش میں آپ کو ایک بلند مقام حاصل تھا۔ اور سفارت کا اہم کام آپ رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو شجاعت تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ انہی دونوں کے لیے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَدِ الرَّجُلَیْنِ اِمَّا عُمَروَ بْنَ ھِشَامٍ اِمَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ

(اے اللہ! عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب میں سے کسی ایک سے اسلام کو قوت و شوکت عطا فرما۔

(جامع ترمذی (مناقب عمر) بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یا ابوجہل بن ہشام کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ ان دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اس سے اپنے دین کو قوت دے اُس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے دین کو قوت دی۔

اور حاکم کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی۔

Marfat.com

''اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطّاب خاصة''۔ یعنی یا اللہ خاص طور پر عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت و قوت عطا فرما تو اللہ کے محبوب ﷺ کی یہ دعا بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہو گئے۔ (یعنی آپ رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ﷺ کے منصب پر فائز ہوئے۔ مؤلف) پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب البیان جلد سوم میں ''عمر انتخاب مصطفےٰ ﷺ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خدا سے مانگ لیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ تو حضور کا انتخاب ہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) اے اللہ تو ابو جہل یا عمر بن خطاب میں سے جس کو تو پسند کرتا ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ حضرات! میرا ذوق کچھ یوں ہے، کہ اگر حضور ﷺ ...... اَو ...... نہ کہتے ...... وَ ...... کہہ دیتے تو دونوں مسلمان ہو جاتے کیونکہ نبی کے منہ سے دُعا نکلے تو پوری کیسے نہ ہو؟

کیونکہ ''اَوْ'' لغت عرب میں احد الامرین کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ دونوں نہیں ایک...... ''اَوْ'' کا معنی ہے میں دو کو نہیں چاہتا ان میں سے ایک کو چاہتا ہوں جو تجھے پسند ہے۔

معلوم ہوا!...... عمر اللہ کی پسند ہے دوسری روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یوں دعا مانگی (ترجمہ) ''یا اللہ صرف عمر بن خطاب کو مسلمان کر کے دین کو عزت عطا فرما''۔

(ابن ماجہ جلد اول ص ۳۹، زرقانی جلد اول ص ۲۷۳ بحوالہ البیان جلد سوم ص ۱۸-۱۷)

مرید اور مراد کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ تمام صحابہ بن مانگتے آئے ...... خود بخود آئے ...... اور فاروق حضور ﷺ کی بارگاہ میں بن مانگے نہیں آئے بلکہ مانگے ہوئے آئے ہیں اور جب آئے ہیں تو سر جھکا کر بزبان حال یوں کہا۔

؎ مجھے تیری قسم اے رونق بزم
میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

حضرات! ایک ہوتا ہے مرید...... اور ایک ہوتا ہے مراد۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش تمام صحابہ حضور ﷺ کے مرید ہیں اور فاروق

Marfat.com

اعظم صرف مرید نہیں بلکہ مراد ہیں۔ مریدوں کے اندر بھی کچھ مرید ہوتے ہیں اور کچھ مراد ہوتے ہیں جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ ہندوستان میں تشریف لائے تو دہلی میں سارے لوگ مرید بن گئے لیکن حضرت مجدد الف ثانی ؒ مراد بن گئے۔ مرید بگڑ جائے تو پیر کا بگڑتا کچھ نہیں اور اگر مراد بگڑ جائے تو پیر کا رہتا کچھ نہیں۔

لوگو! عمر پر تنقید نہ کرو کیونکہ وہ مرید نہیں بلکہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ عطائے خدا ہیں۔ پسندِ الٰہہ ہیں اگر عمر پر تنقید کرو گے تو یہ عطائے خدا پر تنقید ہوگی۔

(البیان جلد سوم ص ۱۹-۱۸)

؎ اے منکرِ فاروق تجھے اتنی بھی خبر ہے؟ فاروق کو محمد ﷺ نے مانگا تھا خدا سے

جوانی کے حالات:

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی وہی مذہب تھا جو دوسرے اہل مکہ کا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نیک فطرت انسان نے اس زمانے میں بھی نہ کبھی شراب کو پسند کیا اور نہ دوسری بے ہودہ رسموں میں حصہ لیا۔ تاہم مزاج میں جلال بہت زیادہ تھا۔ ان کے خاندان کی ایک کنیز لبینہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسے مارتے مارتے تھک جاتے۔ لبینہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور جس جس پر قابو چلتا تھا، پیٹنے اور سزا دینے سے دریغ نہ کرتے۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔ ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ (فتوح البلدان ص ۴۷۷) اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کبھی لیڈر تو نہ بنے لیکن قریش کے اہم لوگوں میں ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور آنحضور ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کو اُن کے اسلام لانے کی بڑی آرزو تھی اور آپ ﷺ اُن کے اسلام لانے کی دُعا فرمایا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا پہلا واقعہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو تلوار حمائل میں لپیٹے ایک روز گھر سے نکلے ہی تھے کہ قبیلہ بنو زہرہ کے ایک شخص نے پوچھا اے عمر، کہاں کا

Marfat.com

ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کے قتل کے ارادہ سے چلا ہوں۔ اُس نے کہا کہ تمہارے بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں، باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی کے زور سے ایک طمانچہ مارا۔ بہن ان کو بچانے کے لیے آئیں ان کو بھی پرے دھکیل دیا۔ بہن نے جب زوردار الفاظ میں کہا ہم مسلمان ہو چکے ہیں جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے کرنا ہے کرلیں ہم یہ دین (اسلام) نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا مجھے بھی یہ اوراق دکھاؤ تاکہ میں بھی ان کو پڑھوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نجس ہیں۔ پہلے وضو اور غسل کرو کیونکہ اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ فصیح و بلیغ کلام، غضب کے زورِ بیان اور پُر زور استدلال نے بالآخر عمر رضی اللہ عنہ کے دل کو فتح کر لیا۔ آپ کی بہن نے ''اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' (ایمان لاؤ اور اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر) پڑھا تو حضرت بے اختیار کلمہ شہادت پکار اُٹھے۔ نبی اکرم ﷺ دارِ ارقم رضی اللہ عنہ میں پناہ گزین تھے۔ وہیں سے دربارِ رسالت ﷺ میں پیش ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی آمد ہے تو گھبرائے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''آنے دو اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندر بلا لیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ کی پہاڑیاں اللہ اکبر کی آواز سے گونج اُٹھیں۔ اس پر سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا یعنی ''حق و باطل میں فرق کرنے والا''۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کا نعرہ مستانہ ہوتا تھا بلند
نشہ ہو جاتا تھا روما اور ایراں کا ہرن

(مولانا ظفر علی خاں)

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بے انتہا تقویت ہوئی۔ عام مورخین اور اربابِ سیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا زمانہ ۶ سن نبوی مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

قارئینِ محترم! یہ واقعہ اکثر ارباب سیر نے بیان کیا ہے۔ مگر محدثین نے اس پر سخت تنقید کی اور اس کے سب طرق کو پایہ اعتبار سے ساقط قرار دیا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ جو ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے اس طرح ہے کہ میں (عمر) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے کے لئے نکلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھ کر خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''سورۃ الحاقہ'' تلاوت فرمائی۔ میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم و اسلوب سے حیرت زدہ تھا۔ دل میں کہا جیسا قریش کہا کرتے ہیں خدا کی قسم یہ شاعر ہے ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔

(الحاقہ:۴۱)

ترجمہ: ''یہ ایک باعزت قاصد کا کلام ہے اور کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت ایمان رکھتے ہو''۔

میں نے کہا یہ تو نجومی ہے میرے دل کی بات جان گیا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الحاقہ۴۲)

ترجمہ:۔ یہ نجومی کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورہ آخر تک تلاوت فرمائی۔ سکوتِ شب کے تاثر انگیز لمحوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام زبانِ رسالت پناہ سے اُٹھ کر میرے دل میں اتر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے تو میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ (مسند احمد جلد اول ص ۱۷)

شربت دید نے اک آگ لگائی دل میں
تپشِ دل کو بڑھایا ہے بجھانے نہ دیا!
اب کہاں جائے گا نقشہ ترا میرے دل سے
تہہ میں رکھا ہے اِسے دل نے گمانے نہ دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سے جہاں مسلمانوں کو بہت تقویت ملی، وہاں کفار اپنا ایک بہادر آدمی کھو کر سخت پریشان ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مشرکین بکثرت ان کے مکان پر جمع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوفزدہ گھر کے اندر تھے اور میں مکان کی چھت پر تھا۔ (صحیح بخاری "اسلامِ عمر رضی اللہ عنہ")

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد کے ایمان لانے کی ایک اور روائت بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد قریش میں سب سے بڑے باتونی اور ڈھنڈورچی جمیل بن معمر الجمحی کے پاس پہنچے اور کہا جمیل! تمہیں معلوم ہے، میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ ایک لفظ کہے بغیر اپنی چادر گھسیٹتا ہوا چل پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جمیل نے حرم کے دروازے پر کھڑے ہو کر چلا چلا کر کہا اے گروہِ قریش! تمہیں معلوم ہے، عمر بے دین ہو گیا ہے۔ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ بکتا ہے، میں تو اسلام لایا ہوں۔ یہ سنتے ہی قریش بھڑک اُٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لڑنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کر لو جو تمہارا جی چاہے۔ اسی اثنا میں عاص بن وائل السہمی (عمر بن العاص کے والد) آ گئے۔ اُنہوں نے پوچھا کیا ہنگامہ ہے؟ لوگوں نے کہا، عمر مرتد ہو گیا ہے۔ عاص بن وائل نے کہا، تو پھر کیا ہو گیا۔ ایک شخص نے جو چاہا اپنے لئے پسند کر لیا، تمہیں کیا مطلب؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنو عدی بن

Marfat.com

کعب اپنے آدمی کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے؟ ہٹ جاؤ اس کے پاس سے میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو پناہ دی۔ پس خدا کی قسم، وہ اس طرح الگ ہو گئے جیسے جسم سے کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں (''عمر فاروق اعظم'' از محمد حسین ہیکل مصری)

☆ اس وقت تک مسلمانوں کو علانیہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلی مرتبہ مسلمانوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں علی الاعلان نماز با جماعت ادا کی اور قریش کو آگے آ کر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس جرأت پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاروق (حق و باطل میں امتیاز کرنے والا) کا لقب عطا فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ)

☆ مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے ساتھ مدینے کا قصد کیا لیکن اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہو کر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے۔ نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں مکہ سے ہجرت کر رہا ہوں ''اگر کسی کی یہ خواہش ہو کر اس کی ماں اس سے محروم ہو جائے، اس کی بیوی بیوہ ہو جائے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں تو وہ اس وادی کے پار میرے مقابلے کو آئے''۔

☆ مدنی دور میں ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ صرف دستِ راست رہے بلکہ ہر اہم معاملے میں آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا جاتا رہا۔ اذان کا طریقہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی تجویز پر رائج کیا گیا۔

☆ تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ جوشِ اسلام میں آپ رضی اللہ عنہ اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسیرانِ بدر کے متعلق رائے لی اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''یہ اپنے ہی بھائی بند ہیں، اس لیے ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ اسلام کے معاملے میں رشتہ و قرابت کو کوئی دخل نہیں، ان سب کو قتل کر دینا چاہیے۔ مگر رحمۃ للعالمین نے اسے قبول نہ کیا۔

Marfat.com

☆ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی ظاہری توہین بھی آپ رضی اللہ عنہ کو پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے برملا احتجاج کیا مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خوش کر دیا۔

☆ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چندہ کی تحریک فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت انشراح صدر کے ساتھ گھر کے تمام اثاثہ میں سے نصف لا کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

☆ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد ثقیفہ بنی ساعدہ سے جس فتنے کے پھیلنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی مستعدی نے اُمت کو اس کے انتشار سے بچا لیا۔

آپ رضی اللہ عنہ عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشیر اعلیٰ رہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور بیماری کی شدت کے باعث مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آنے جانے کے قابل نہ رہے تو اُنہوں نے ملتِ اسلامیہ کی امارت و قیادت پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔

؎ اُٹھ کہ نظام کائنات مائلِ ابتری ہے پھر
وقت ہے تیرے ہاتھ میں، وقت کا انتظار کیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر اسلام کی نصرت و اعانت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر، اُحد، خندق، بیعتِ رضوان، غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش بدوش رہے۔ جنگِ تبوک میں آدھا مال راہِ خدا میں دے دیا تھا۔ تدبر اور معاملہ فہمی کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے کئی مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دستِ راست رہے۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب اور خطبہ خلافت

اس سے پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے مسلمانوں کو انتخاب کی اُلجھنوں سے بچانے کے لئے مہاجرین و انصار کے سرکردہ لوگوں کے مشورہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد کر دیا تھا۔ نامزدگی کے بعد تمام مسلمانوں کی رائے بھی لے لی جو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خطبہ خلافت:

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ اگر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہارا امیر بننا کبھی پسند نہ کرتا۔ پھر بارگاہِ ربانی میں یوں ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی''۔

''اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ اے اللہ میں کمزور ہوں مجھے قوت و دانائی عطا کر، اے اللہ! میں بخیل ہوں، مجھے سخی بنا دے''۔

اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہارے لئے آزمائش بنا دیا ہے اور تمہیں میرے لئے جو کوئی نیک کام کرے گا میں بھی اس سے بھلائی کروں گا اور جو کوئی برائی کا مرتکب ہوگا تو میں اسے عبرتناک سزا دوں گا۔

جب لوگوں کے دلوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی سختی کے متعلق شکوک پیدا ہوئے تو

☆ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میری سختی بہت کم ہو گئی ہے۔ البتہ میں مسلمانوں پر کسی ظالم و جابر کے ظلم و جور کو برداشت نہیں کر سکتا۔ امن و سلامتی، دیانت داری، اور میانہ روی اختیار کرنے والوں کے لئے میں ہی نرم ہوں۔ یاد رکھو ظالموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دوں گا۔

Marfat.com

☆ آپ رضی اللہ عنہ نے آخر میں فرمایا:

عرب کی مثال اس اونٹ کی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو۔ اس کے رہنما (ساربان) کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ اسے کس طرف لے جا رہا ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہیں سیدھے راستے پر لے چلوں گا۔ (طبقات ابن سعد)

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ۔آیت ۲۴۹)

ترجمہ: ''کئی مرتبہ اللہ کے حکم سے تھوڑی سی جماعت (خاصی) بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے''۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

(شکوہ (بانگ درا) اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت اسلامی فتوحات کا ایک زرّیں دور ہے اس دور میں مسلمانوں نے جذبہ جہاد سے سرشار، جوشِ ایمان کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ان کی یلغار کے سامنے ایران و رُوما کی عظیم سلطنتیں نہ ٹھہر سکیں اور پاش پاش ہو کر رہ گئیں۔ مسلمانوں نے ایک طرف ایران کی وسیع و عریض سلطنت کو زیر نگیں کر کے، اسے اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا اور دوسری طرف شام و مصر کو فتح کر کے قیصر روم سے اس کی سلطنت کے اہم ترین حصے چھین لیے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کا نعرہ مستانہ ہوتا تھا بلند
نشہ ہو جاتا تھا روما کا اور ایران کا ہرن

Marfat.com

فتح عراق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے تو سب سے پہلے مہم عراق کی جانب متوجہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے جہاد پر پُرجوش تقریریں کیں۔ کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا۔ ایران کی قدیمی ہیبت دلوں پر مسلط تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے متواتر تین دن لوگوں سے خطاب کیا۔ چوتھے روز پھر تقریر کی تو مثنیٰ نے کھڑے ہوکر عربوں کو غیرت دلائی اور کہا کہ اس محاذ کو دشوار نہ سمجھو، ہم نے فارس سے عراق کا بہترین علاقہ لے لیا اور اُنہیں جانی نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''مہاجرین اولین کہاں ہیں؟ کیا اُنہیں قرآن حکیم کا وراثتِ ارضی کا وعدہ یاد نہیں؟'' قبیلہ ثقیف کے سردار ابوعبیدہ ثقفی اُٹھے اور کہا۔ ''میں یہ خدمت انجام دوں گا''۔ ہر طرف سے آوازیں اٹھیں کہ ہم بھی حاضر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچ ہزار کا لشکر تیار کیا اور حضرت ابوعبیدہ کو سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔

عراق پر چڑھائی:

ادھر مسلمان عراق کی مہم پر روانہ ہوئے۔ ادھر ایرانیوں نے گزشتہ ہزیمتوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوج کی از سر نو تنظیم کی۔ خراسان کا مشہور و معروف مدبر اور بہادر رستم سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ مذہب کے نام پر اس نے ایرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا اور ملک میں ایک آگ سی لگا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ایرانی مسلمانوں کے مقابلے پر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

واقعات:

ایرانیوں کی نئی تربیت یافتہ فوج سے مسلمانوں کی کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ایک دو معرکوں میں تو ایرانیوں کو بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔ حیرہ اور قادسیہ کے درمیان نمارق کے مقام پر ابوعبید کا ایرانی سپہ سالار جابان سے مقابلہ ہوا۔ شدید جنگ کے بعد ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ان کا قائدِ فوج ''جابان'' گرفتار ہوا۔ مسلمان فوج نے پیش قدمی

Marfat.com

جاری رکھتے ہوئے کسکر کے قریب مقام سقاطیہ پر دشمنوں کی فوج کو شکست دی۔ ایرانی سپہ سالار نرسی میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ تازہ دم ایرانی افواج نئے حملہ کے لئے میدان میں آ پہنچیں۔ ابوعبید ثقفی کی فوج دریائے فرات کو پار کر کے دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلی۔

ہاتھیوں سے مقابلہ:

ایرانیوں کے ساتھ بڑے بڑے ہاتھی تھے۔ مسلمانوں کے گھوڑوں نے پہلی مرتبہ ہاتھی دیکھے تو بدک گئے۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے مگر ہاتھیوں کے سامنے کوئی پیش نہ چلی۔ جب ابوعبیدہ ہاتھی کا مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے تو ایرانیوں نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس شکست کی خبر ملی تو انہوں نے عبداللہ بجلی کے زیر قیادت مزید کمک بھیجی۔ اب مثنیٰ نے ایرانی فوج کو بویب کے مقام پر بُری طرح شکست دی اور ایرانی سپہ سالار مہران کو قتل کر دیا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار مثنیٰ دریائے فرات کا پل روک کر کھڑے ہو گئے اور اُن تمام ایرانی سپاہیوں کو جنہوں نے اس پل کو عبور کرنے کی کوشش کی تہ تیغ کر دیا۔ معرکہ بویب کے بعد دریائے فرات کے مغرب میں مسلمانوں کا تسلط دوبارہ قائم ہو گیا۔ بویب کی فتح مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اور مسلمانوں کا رعب ایرانیوں پر چھا گیا۔ معرکہ بویب میں بارہ ہزار ایرانی مارے گئے۔ مسلم شہداء کی تعداد صرف ایک سو تھی۔ (طبری)

☆ جنگِ قادسیہ ۱۴ ہجری / 635ء ☆

اسباب: ۱- جذبہ انتقام: معرکہ بویب میں فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمان چین سے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ایرانی بڑے جوش و خروش سے دوسری جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس عرصے میں ایک پر جوش نوجوان شہزادہ یزدگرد ایران کے تختِ شاہی پر بیٹھا۔ اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک لشکرِ جرار تیار کر کے رستم (RUSTAM) نامی سپہ سالار کے زیر قیادت روانہ کیا۔

Marfat.com

۲- جنگ کی تیاریاں: ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام اطراف ملک سے آزمودہ کار سپاہی جمع کر کے ایک فوج تیار کی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی زیرکمان ایران کی طرف روانہ کر دی۔

دعوتِ اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو مناسب ہدایات دیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اہل ایران کو جنگ سے پہلے دعوتِ اسلام دی جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ مبلغین کو ایرانی دربار میں بھیجا۔ مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ اگر توحید و رسالت پر ایمان لانا گوارا نہیں تو پھر ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔ یہ سن کر ایرانی سپہ سالار رستم بڑا غضب ناک ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ کل طلوع آفتاب سے پہلے پہلے تم اپنے آپ کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے پاؤ گے۔ مبلغین یہ سن کر واپس آ گئے۔

جنگِ قادسیہ کے واقعات:

فوجیں مقابلہ کے لئے صف بستہ ہوئیں تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ قادسیہ میں ایک پرانا محل تھا اس کے بالا خانے میں مقیم رہے اور جنگ کی ہدایات دیتے رہے۔ قادسیہ کا میدان جنگ عجمی سپاہیوں سے آدمیوں کا جنگل نظر آنے لگا۔ اس کے پیچھے ہاتھیوں کے کالے پہاڑ عجیب خوفناک سماں پیدا کر رہے تھے۔ دوسری طرف مجاہدین اسلام کا لشکر جرار صف بستہ کھڑا تھا۔ اللہ اکبر کے نعروں سے جنگ شروع ہوئی۔ دن بھر ہنگامہ محشر بپا رہا۔ شام کو جب تاریکی چھا گئی تو دونوں حریف اپنے اپنے خیموں میں واپس آ گئے۔

جنگ کا پہلا دن:

قادسیہ کی جنگ چار دن جاری رہی۔ ایرانیوں کے آگے ہاتھیوں کے پہاڑ تھے۔ فیل بان ان پر سے تیراندازی کرتے تھے عربوں کے پاس ان کا کوئی فوری حل نہ تھا۔

Marfat.com

جان پر کھیل کر ان پر ٹوٹ پڑے مگر اس روز فیصلہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

جنگ کا دوسرا دن:

دوسرے دن بازارِ جنگ گرم ہوتے ہی صبح سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ کے تحت چھ ہزار فوج آ گئی۔ یہ دستوں میں تقسیم تھی۔ جو شام تک تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تکبیر کے نعرے مارتے میدانِ جنگ میں آتے رہے۔ ہر نئے دستے کی آمد سے مسلمانوں میں تازہ ولولہ پیدا ہوتا اور مجوس کے دل بیٹھ جاتے۔

اسلامی فوج نے اس دن ہاتھیوں کو بھگانے کے لئے یہ تجویز کی کہ دس دس اونٹوں میں جھول ڈال کر انہیں ایرانی رسالوں کی طرف بڑھایا۔ دشمن کے گھوڑے ان فیل نما پیکروں سے بھاگ نکلے تھے (تاریخ طبری وابن خلدون)

جنگ کا تیسرا دن:

تیسرے روز بھی جنگ جاری رہی۔ ہاتھی ابھی تک نقصان پہنچا رہے تھے۔ عمرو بن معدیکرب جو عرب کے نامور بہادر تصور کیے جاتے تھے تلوار سونت کر ایک ہاتھی پر حملہ آور ہوئے۔ مجاہدوں نے نیزوں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ یہ بھاگے تو باقی ہجوم بھی پیچھے ہولیا۔ اور اپنے ہی لشکر کو روندتے گئے۔ انہوں نے سیدھے مدائن میں جا کر دم لیا۔ جب اس طرح ہاتھیوں کی آہنی دیوار ٹوٹ گئی تو مسلمانوں نے بڑے زور کا حملہ کیا۔ فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ تلواروں کی جھنکار اور نعروں کے شور سے میدانِ جنگ گونج رہا تھا۔ صبح سے شام تک میدانِ کارزار گرم رہا۔ رات کو بھی شدت کی جنگ ہوتی رہی۔

جنگ کا چوتھا دن:

چوتھے روز دوپہر کو جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ رستم بہادری سے لڑتا رہا۔ بالآخر زخموں سے چور ہو کر میدان سے بھاگ نکلا۔ ایک مسلمان مجاہد ہلال بن علقمہ نامی نے تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔

Marfat.com

ایرانیوں کی شکست:

رستم کی زندگی کے ساتھ ہی سلطنت ایران کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ ایرانی سپاہیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے دوروز تک تعاقب کیا اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔ اس جنگ میں مسلمان شہداء کی تعداد دس ہزار تھی۔ ایک لاکھ ایرانی کھیت رہے۔

جنگ میں مسلم خواتین کی بے مثال بہادری:

اس جنگ میں مسلمان عورتوں نے بڑی جواں مردی کا ثبوت دیا۔ وہ زخمیوں کو پانی پلاتیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی سر دھڑ کی بازی لگائے پانی پلاتے پھرتے تھے۔ جنگِ قادسیہ میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ہر شہسوار کو چھ ہزار ہر پیادے کو دو ہزار درہم ملے۔

فتح کی خوشخبری مدینے میں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نامہ فتح ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ مدینہ کو روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نتیجہ جنگ کے انتظار میں بے تاب تھے ہر روز شہر سے نکل کر عراقی سمت سے آنے والے سواروں سے حالات پوچھتے۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ وہ خبریں سناتا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ اس کی ناقہ کے ساتھ بھاگتے گئے۔ سوار کو آپ رضی اللہ عنہ کی شناخت نہ تھی۔ شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر پکارا تو اس سوار نے آپ رضی اللہ عنہ کو پہچانا اور معافی چاہی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا برادر! کوئی مضائقہ نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں سے خطاب:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے فتح کا مژدہ سنایا اور ان الفاظ سے ان سے خطاب فرمایا۔ ''مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنالوں میں تو خدا کا غلام ہوں۔ البتہ خلافت کا بارِ گراں میرے کندھوں پر ڈال دیا گیا ہے اگر میں اس طرح

Marfat.com

تمہاری خدمت کر سکتا کہ تم اطمینان سے گھروں میں سوئے رہو تو میرے لئے یہ عین سعادت اور خوش نصیبی ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم لوگ میرے دروازے پر حاضری دو تو میری بدبختی ہے۔ (الفاروق)

جنگ قادسیہ کی اہمیت:

تاریخ عالم میں جنگ قادسیہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ دنیا کی بڑی فیصلہ کن جنگوں میں شمار ہوتی ہے۔ فتح قادسیہ نے سلطنت کسریٰ کی کمر توڑ دی اور اگرچہ اس کے بعد بھی ایرانیوں سے کئی زبردست جنگیں ہوئیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگِ قادسیہ کے بعد ایرانی فوج میں وہ سکت باقی نہ رہی۔ قادسیہ کی شکست نے ایرانی فوج کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ فتح قادسیہ دراصل ملک ایران اور ایشیائے کوچک کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ایرانی دارالحکومت مدائن پر قبضہ: (۱۶ ہجری/636ء)

ایرانی قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں جمع ہوئے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے بابل پر حملہ کیا تو سبھی بھاگ نکلے۔ اس کے بعد کوثیٰ (کوث ی) میں شہر یار نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن مغرور شہریار نے جب مدمقابل طلب کیا تو اسلامی لشکر سے ایک کمزور سے غلام کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا جس کے ہاتھ سے وہ قتل ہوا۔ کوثیٰ (کوثیٰ) وہ جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کو نشانِ عبرت کے طور پر دیکھا۔ سامنے بہرہ شیر کا قلعہ تھا جہاں کسریٰ کا سدھایا ہوا شیر رہتا تھا۔ وہی شیر پہلے اسلامی لشکر کے مقابلے پر آیا لیکن مسلمانوں کے ہراول دستے کے سپہ سالار ہاشم کی ایک ہی ضرب سے شیر مارا گیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی۔ بہرہ شیر کا شہر بھی فتح ہو گیا۔

Marfat.com

اب ایرانی دارالحکومت مدائن سامنے تھا۔ صرف دریائے دجلہ میں حائل تھا۔ دریا طغیانی پر تھا اور اس کو عبور کرنے کے لیئے ذرائع موجود نہ تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے کہا۔ ''برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کی پناہ لی ہے۔ یہ مہم بھی سر کرلو تو پھر مطلع صاف ہے''۔ یہ کہہ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور پورا لشکر آپ کے پیچھے باتیں کرتا ہوا دریا سے پار ہو گیا۔ ایرانیوں نے یہ منظر دیکھا تو ''دیواں آمدند، دیواں آمدند'' (دیو آگئے، دیو آگئے) کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف خرزاد نے تھوڑی سی فوج سے مقابلہ کیا لیکن جلد ہی وہ بھی بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے پہلی نماز جمعہ ایوانِ کسریٰ میں ادا کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن کو صدر مقام بنایا اور مفتوحہ علاقوں کا نظم و نسق سنبھالا۔ مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مالِ غنیمت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی فوج میں ساٹھ ہزار شہسوار تھے۔ ہر شہسوار کو دس ہزار درہم ملے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

تسخیر جلولا (۱۶ ہجری/637ء)

ایرانی فوج نے پایہ تخت خالی کرنے کے بعد جلولا کے قلعہ میں پناہ لی۔ یہ شہر مدائن سے جانب شمال چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں کسریٰ نے قریباً ایک لاکھ فوج جمع کر رکھی تھی۔ اسلامی لشکر نے شہر کو گھیر لیا۔ تین ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ آخر تنگ آ کر ایرانیوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ بول دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ فریقین کے تیر اور نیزے ختم ہو گئے۔ سپاہی تلواروں اور کلہاڑیوں سے لڑنے لگے۔ مسلمانوں نے بڑے زور کا حملہ کیا اور خندق کے دروازے پر جا پہنچے اتنے میں شام ہو گئی۔ اندھیرا چھانے لگا۔ رات کی تاریکی دیکھ کر مسلمان مجاہد جنگ ملتوی کرنا چاہتے تھے کہ سالار لشکر قعقاع بن عمرو

Marfat.com

نے لشکر سے ان الفاظ میں خطاب کیا۔

''مجاہدو! کدھر جارہے ہو۔ تمہارا سالار تو خندق کے دروازے پر پہنچ چکا ہے اپنے امیر کی طرف بھاگو۔ ہم ایک ہلے میں شہر میں داخل ہوا چاہتے ہیں......''

قائد لشکر کے یہ الفاظ سن کر مجاہد دشمن پر پل پڑے اور ایرانی دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ مسلمان شہر میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ یہاں بھی بڑا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ سیم و زر کے انبار ملے۔ سامان جنگ بھی بکثرت دستیاب ہوا۔ ہر شہسوار کو ۹ (نو) ہزار درہم اور نو نو سواری کے جانور ملے۔ تسخیر کے بعد جلولا اور اس کے اردگرد علاقوں پر جزیہ لگا دیا گیا۔

فتح حلوان

شاہِ ایران یزدگرد اس وقت حلوان میں تھا جب اُس نے جلولا فتح ہونے کی خبر سنی تو حلوان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ قعقاع بن عمرو پیش قدمی کرتے ہوئے حلوان پہنچے تو معمولی مزاحمت کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مختلف لوگ جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کرنے لگے اور عراق میں ایک مرتبہ امن قائم ہو گیا۔ عراق سے زر و سیم اور مال و متاع کے انبار مدینہ آنے لگے۔ ایک دن غنیمت کے ایک ڈھیر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑ گئی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ خوشی کا مقام ہے آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا ''جہاں مال و دولت کی فراوانی آتی ہے وہاں بغض و حسد بھی آ موجود ہوتے ہیں اور اقوام کی قوت خانہ جنگی کی نذر ہونے لگتی ہے۔ (تاریخ طبری)

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لا الٰہ الا اللہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا ''کاش ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ایک دیوار ہوتی، نہ ہم اُن کی طرف جاتے اور نہ وہ ہماری طرف آ سکتے۔ کیونکہ مجھے مسلمانوں کی جانیں مالِ غنیمت سے زیادہ عزیز ہیں۔ (طبری ج ۵ ص ۲۲۵)

Marfat.com

کوفہ و بصرہ کی آبادکاری:

عراق کو مسخر کرنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کے دارالسلطنت مدائن میں سکونت اختیار کی ملکی انتظامات کے لئے اسلامی فوجوں کا قیام وہاں ضروری تھا لیکن ملک کی آب و ہوا عربوں کو راس نہ آئی۔ اس لئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے دو شہر آباد کرنے کا فیصلہ کیا گیا وہ دو شہر کوفہ اور بصرہ تھے۔

کوفہ شہر حیرہ کے قریب دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ بڑا شاداب اور سرسبز ہونے کے علاوہ صحرا سے بھی دور نہ تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک مسجد بنانے کا حکم دیا اور مسجد کے پاس ہی چھاؤنی بنا کر چالیس ہزار سپاہیوں کو ٹھہرایا گیا۔ بصرہ دریائے فرات کے دہانہ پر شہر ابلہ کے قریب خلیج فارس سے متصل آباد ہوا۔ سب سے پہلے مسجد آباد ہوئی۔ پھر دارالامارت بنا پھر فوجی اور شہری محلے آباد ہوئے۔ کوفہ اور بصرہ دونوں شہر اسلامی افواج کے لئے چھاؤنیاں قرار پائے بعد میں یہ شہر اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون کے مرکز ٹھہرے۔ بڑے عرصہ تک ان شہروں کو علمی، سیاسی اور عسکری اہمیت حاصل رہی۔

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتہ ایماں کی تفسیریں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ کوفہ کا سال آبادی بعض مورخین نے ۱۷ ہجری لکھا ہے اور بصرہ کی آبادی بھی اسی سال ہوئی اگرچہ مسلمان بصرے میں ۱۴ ہجری میں آ گئے تھے۔

Marfat.com

فتح نہاوند......ایک اور فیصلہ کن معرکہ

(624ء/21ہجری)

یزدگرد نے ایران کے مشہور ومعروف سپہ سالار مردان شاہ کو جو ہرمز کا بیٹا تھا، قائد لشکر بنا کر نہاوند بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایران کی اس تیاری کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرحد کی طرف کمک روانہ کی اور نعمان بن مقرن کو تیس ہزار فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے نہاوند کی طرف روانہ کیا۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایرانی فوج پہلے سے وہاں موجود ہے۔ ایرانیوں نے قلعوں میں ٹھکانا کیا۔ قلعوں کے اردگرد خندقیں کھودیں۔ مسلمان مجبوراً محاصرہ کر کے بیٹھ گئے ایرانی جب چاہتے طاقت آزمائی کر کے واپس قلعوں میں جا گھستے۔ اسلامی فوج ان چالوں سے تنگ آ گئی۔ آخر یہ ترکیب کی کہ ایک دن جب معرکہ چھڑا تو مسلمان پسپائی کا دکھاوا کر کے پیچھے ہٹتے گئے۔ ایرانی سمجھے کہ مسلمان ہار کھاتے جاتے ہیں وہ آگے بڑھے اور ستم یہ کیا کہ اپنے پیچھے لوہے کے بڑے بڑے گوکھرو بچھاتے گئے تاکہ عربوں کو شکست دیئے بغیر اپنی چھاونی میں لوٹنے کا نام نہ لیں۔

فرزندانِ توحید نے جب دیکھا کہ ایرانیوں کا اب سلامت پلٹنا ناممکن ہے تو قدم روک لئے پھر تلواریں تول کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اس قدر خون بہا کہ کیچڑ ہو گیا۔ گھوڑے پھسل پھسل جاتے تھے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پھسلا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر آ رہے اسی اثنا میں آپ کے تیر لگا اور زخمی ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی حالت نازک تھی فوج کو خبر نہ لگنے دی، تاکہ بددلی نہ پھیلے۔ (تاریخ مسعودی) ایرانی فوج مسلمانوں سے چار گنا زیادہ تھی لیکن جم نہ سکی۔ ایرانیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ مسلمانوں

Marfat.com

نے ہمدان تک ان کا تعاقب کیا اور تقریباً 30 ہزار ایرانی ہلاک ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اس سروسامان کے ساتھ کبھی مسلمانوں کے مقابلے میں نہ آ سکے۔ اس لئے عرب مؤرخین اس فتح کو ''فتح الفتوح'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (فتوح البلدان۔ بلاذری) اختتامِ جنگ کے بعد معقل بن یسار حضرت نعمان بن مقرن کے نیم جان لاشہ کے پاس آئے اور آپ کا منہ دھونے لگے۔ اسی حالت میں زبان سے نکلا کہ ''مسلمانوں کا کیا انجام ہوا؟'' جواب ملا خدا نے فتح دی۔ ''فرمایا الحمد للہ! عمر کو اطلاع دو''۔ یہ مژدہ سن کر اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(غالب)

☆ ابولولو فیروز جس کے ہاتھ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ اسی جنگ میں قیدی بنایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مہینوں سے بے قراری کے ساتھ جنگ کا نتیجہ کا انتظار تھا۔ نوید ظفر پہنچی تو بہت خوش ہوئے لیکن جب نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر سنی تو بے اختیار سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔

ایران پر عام لشکر کشی

واقعہ نہاوند کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ جب تک شاہِ ایران ملک میں موجود ہے بغاوت کا فتنہ فرو نہ ہو گا۔ اسی بنا پر عام لشکر کشی کا ارادہ کیا اور اپنے ہاتھ سے متعدد علم تیار کر کے سات سپہ سالاروں کو دیئے اور اُنہیں خاص خاص علاقوں کی طرف روانہ کیا۔ ان سات سپہ سالاروں کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ احنف بن قیس۔ ۲۔ مجاشع بن مسعود۔ ۳۔ عثمان بن ابی العاص۔ ۴۔ ساریہ بن رہم۔ ۵۔ سہیل بن عدی۔ ۶۔ عاصم بن عمرو اور۔ ۷۔ حکیم بن عمیر۔ چنانچہ ۲۱ ہجری یہ سب غازیان اسلام مختلف اطراف کی طرف چلے گئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دو سال ہی میں تمام ایران پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ اصفہان، آذربائیجان، خراسان، کرمان، مکران، سیستان،

Marfat.com

آرمینیہ، طبرستان کو زیرِ نگین کیا گیا۔ یہ فتوحات ۲۳ ہجری/644ء میں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ آخر ایک دن ایسا بھی آیا کہ ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر طرف اسلام کے پرچم لہرانے لگے۔

ایرانی بادشاہ یزدگرد کا انجام بد:

ایران کا آخری تاجدار یزدگرد شہر سے بھاگ کر خاقان (یہ ترکستانی بادشاہوں کا لقب ہے) کے پاس پہنچا۔ خاقان نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی اور بھاری فوج لے کر یزدگرد کے ہمراہ خراسان کی طرف بڑھا۔ اس کے مقابلے میں احنف بن قیس مقرر ہوئے۔ خاقان مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ احنف نے اولین مبارزت میں خاقان کے تین چوٹی کے بہادروں کو ٹھکانے لگا دیا۔ خاقان کی ہمت چھوٹ گئی اور یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ اس قوم سے لڑنے میں کوئی بھلائی نہیں۔ (تاریخ طبری)۔ یزدگرد کو خاقان کے واپس جانے کی خبر ملی تو مایوس ہو کر خزانہ اور جواہرات ساتھ لے کر ترکستان کا عزم کیا۔ دربانوں نے دیکھا کہ ملک کی دولت ہاتھ سے نکلی جاتی ہے۔ انہوں نے یزدگرد کو روکا وہ نہ مانا چنانچہ دربانوں نے مقابلہ کر کے تمام اسباب و مال چھین لیا۔ یزدگرد بے سروسامان خاقان کے پاس پہنچا اور چند سال ترکستان کی خاک چھاننے کے بعد عثمانی خلافت میں قتل ہوا۔ تاجدارِ ایران کے نابود ہوتے ہی ایران کی سورشیں ہمیشہ کے لئے دب گئیں اور وہاں مسلمانوں کی حکومت مستحکم ہوگئی۔

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی
اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیرِ جہانگیر، جہاندار ہوئی
کِس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھو اللہ احد کہتے تھے

(بانگِ درا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

ایران کی بربادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب

احنف نے بارگاہِ خلافت میں نامہ فتح روانہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور مژدہ جانفزا سنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہوگئی اور اب وہ اسلام کو کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن اگر تم بھی صراطِ مستقیم پر قائم نہ رہے تو خدا تم سے بھی حکومت چھین کر دوسروں کو دے دے گا''۔

(تاریخ طبری وابنِ خلدون)

Marfat.com

فتوحاتِ شام

فتح دمشق ۱۴ ہجری/635ء

بلادِ شام میں اجنادین بصریٰ اور چھوٹے چھوٹے شہر خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں فتح ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو دمشق محاصرہ کی حالت میں تھا۔ قیصر روم نے دمشق کی حفاظت کے لئے بہت بڑی فوج روانہ کی مگر مسلمانوں نے اس لشکر کو بھگا دیا۔ مجاہدین نے شہر کے سب ناکے بند کر دیئے اور کسی طرف سے کمک نہیں آ سکتی تھی۔ محاصرہ پر ستر دن گزر گئے۔ شہر کی فصیل نہایت مضبوط تھی۔ ایک رات شہر کے اندر بہت شور دکھائی دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ شہر والے کوئی جشن منا رہے ہیں اور شراب پی کر بدمست ہیں۔ انہوں نے چند جانثاروں کو ساتھ لیا۔ وہ کمند لگا کر شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر شہر کے اندر اتر گئے۔ پھاٹک کے محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دیے۔ مسلمان باہر منتظر تھے فوراً اندر داخل ہو گئے۔ اہلِ شہر اس ناگہانی مصیبت سے گھبرا گئے۔ وہ سیدھے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے صلح کی درخواست کی۔ انہیں صورتِ حال کا علم نہ تھا۔ اسلئے صلح قبول کر لی۔ شہر کی ایک سمت سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتحانہ داخل ہوئے اور دوسری طرف سے ابوعبیدہ مصالحانہ۔ لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ چونکہ مصالحت کر چکے تھے۔ اس لئے دمشق کی فتح مصالحانہ قرار دی گئی نہ مالِ غنیمت لوٹا گیا نہ کسی کو لونڈی، غلام بنایا گیا۔ (تاریخ طبری)

فتح دمشق سے فارغ ہو کر مسلمانوں نے شرجیل بن حسنہ کی قیادت میں فحل کے مقام پر حملہ کر دیا۔ دو روز کی جنگ کے بعد مسلمان شہر پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حمص کی طرف پیش قدمی کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر لا زقیہ، حلب، انطاکیہ وغیرہ شہروں کو زیرنگین کر کے اردن کے تمام علاقے قبضہ میں کر لیے۔

Marfat.com

معرکہ یرموک ۱۵ ہجری/636ء

قیصر روم کی جنگی تیاریاں

☆ دمشق کی فتح کے بعد قیصر روم نے شام کو بچانے کی پوری کوشش شروع کر دی اور سلطنت کے دور دراز کے مقامات سے فوجیں طلب کیں۔ اس نے ۲ لاکھ فوج انطاکیہ کے مقام پر اکٹھی کر لی اور خود وہیں مقیم ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اب چھوٹے چھوٹے دستے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں شام کے مختلف علاقوں کو فتح کرنے کے لئے گئے تھے واپس بلا لئے گئے۔ اور دمشق، بعلبک، حمص اور دیگر شہروں کو خالی کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جن شہروں سے جزیہ لیا گیا ہے انہیں واپس کیا جائے ہم ان کی حفاظت سے قاصر ہیں اس لئے جزیہ کے حقدار نہیں۔ شام کے عیسائیوں نے یہ انصاف آج تک اپنے ہم مذہب رومی حاکموں میں نہ دیکھا تھا۔ وہ فرزندانِ توحید کے اخلاقی تقدس پر ششدر رہ گئے۔ حمص کے لوگوں نے کہا کہ تمہاری عادلانہ حکومت ہمیں رومیوں کی ظالمانہ حکومت سے عزیز تر ہے۔ ہم رومی فوجوں کا مقابلہ کریں گے۔ یہود نے کہا کہ جب تک ہم میں سکت ہے رومی حمص میں قدم نہیں رکھ سکیں گے۔ (فتوح البلدان بلاذری)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مفتوحہ مقامات سے مسلمانوں کے ہٹ آنے کی خبر ملی تو پہلے وہ رنجیدہ ہوئے لیکن جب معلوم ہوا کہ تمام افسروں کی رائے یہ تھی تو تسلی ہو گئی اور فرمایا۔ ''خدا کی اسی میں مصلحت ہو گی''۔ سعید بن عامر کو ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدد کے لئے روانہ کیا اور قاصد کو ہدایت کی کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ پیغام پہنچانا۔

''اے برادران اسلام! عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد تم کو یہ پیغام دیا ہے کہ پوری سرگرمی کے ساتھ جنگ کرو اور دشمنوں پر شیروں کی طرح اس طرح حملہ کرو کہ وہ تمہیں چیونٹیوں کی طرح حقیر معلوم ہوں۔ ہم کو یقین کامل ہے کہ خدا کی نصرت تمہارے ساتھ ہے اور آخر فتح تمہارے ہاتھ ہے''۔

Marfat.com

فوجوں کی تعداد:

شام کے جنوبی صوبہ اردن میں یرموک نامی ایک ندی ہے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق سے ہوتے ہوئے یہاں پہنچے۔ باقی اسلامی عساکر بھی یہیں آ کر فروکش ہوئے۔ رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس سے قبل شام کی سرزمین اتنی تعداد کبھی دیکھی نہیں گئی۔ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلے میں صرف تیس ہزار تھی۔ لیکن سب کے سب یگانہ روز گار تھے۔ اسی فوج کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں قریباً ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ سو (۱۰۰) وہ تھے جو غزوہ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ لشکر کی قلت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ خدا کی مدد طلب کرو بدر کے غازی اس سے بھی قلیل تھے (مسند احمد جلد اول حدیث نمبر 324)

سر ولیم میور کے قول کے مطابق اس رومی سپاہ کی تعداد ایک اور دو لاکھ کے درمیان تھی۔ مشہور مؤرخ ہٹی (HITTI) رقمطراز ہے کہ رومیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ ہرقل نے ''تھیوڈور'' کو اس فوج کا سالار مقرر کیا۔

واقعاتِ جنگ

یرموک پہلا معرکہ بے نتیجہ رہا۔ پانچ رجب ۱۵ ہجری کو دوسرا واقعہ پیش آیا، رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ بھاگنے کا خیال نہ آئے۔ ہزاروں پادری ہاتھوں میں صلیب لئے آگے آگے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر جوش دلاتے تھے۔ رومیوں کا لشکر آگے بڑھا تو ایک مسلم سپاہی کہہ اٹھا ''کتنا بڑا لشکر ہے''۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا ''رومی کتنے تھوڑے اور مسلمان کس قدر زیادہ ہیں۔ فوجوں کی کثرت نصرتِ ربانی سے ہوتی ہے''۔ اسلامی فوج کے پیچھے ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو اس پر کھڑا کر دیا اور کہا کہ خیموں کی چوبیں تھام لو اور پتھر سامنے ڈھیر کر لو۔ جو مرد میدان سے منہ موڑے اس کی خبر چوبوں اور پتھروں سے لو۔ (فتوح الشام از واقدی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

☆ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی کچھ دیر پلہ برابر رہا۔ پھر رومیوں نے زور کیا عربوں کو دھکیل کر ان کو خیمہ گاہ تک لے گئے۔ مسلمان عورتیں ڈنڈے لے کر ان پر لپکیں۔ سپاہیوں کو غیرت آئی اور پلٹ کر دشمن پر ایسے گرے کہ صفیں اُلٹ دیں۔ دُخترانِ اسلام نے اس روز جس حمیت اور دینی جوش کا مظاہرہ کیا وہ ملت کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ مردوں کو پکار پکار کر جہاد پر اُبھارتی تھیں۔ حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند کہن سالی (بڑھاپے) باوجود میدانِ جنگ میں موجود تھیں۔ اور رجز پڑھ رہی تھیں۔ بعض خواتین تلواریں سونت کر دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ ہند کی بیٹی جویریہ نے اپنے شوہر کے نشانہ بشانہ تلوار چلائی۔ (فتوح البلدان وتاریخ طبری)۔

☆ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شامل تھے جنگ میں بھی حصہ لیا۔ بہادرانِ اسلام کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی ایک آنکھ طائف کے معرکہ میں ضائع ہو گئی تھی۔ دوسری اس معرکہ کی نذر ہو گئی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل لشکر تھے۔ ان کی للکار رہ رہ کر دلوں کو گرماتی تھی (فتوح البلدان)

☆ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے چار سو آدمیوں سے بیعت لی تھی کہ مرتے جائیں گے لیکن پشت نہ دکھائیں گے۔ اس کے بعد دشمن کے قلب میں ایسے گھسے کہ فقط ایک آدمی زندہ بچا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی لیکن انجام کار مسلمانوں کی ثابت قدمی اور پامردی کے آگے رومیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ان کی ایک لاکھ سے زیادہ لاشیں میدانِ جنگ، قریبی جنگلوں اور میدانوں میں بکھری پڑیں تھیں۔ ان کا سپہ سالار باہان مارا گیا۔ چالیس ہزار عیسائی گرفتار ہوئے۔ کل تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

☆ اس جنگ کا ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان حباش بن قیس کا پاؤں جنگ میں کٹ کر گر گیا اور بے خودی کے عالم میں اُنہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ جنگ کے خاتمے پر وہ اپنا پاؤں تلاش کرتے پھرتے تھے۔

حسرت وقیصر کو اس ہزیمت کی خبر ملی تو حسرت وافسوس کے ساتھ ملک شام کو الوداع

Marfat.com

کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کئی روز سے جنگ کی خبر کے لئے مضطرب تھے۔ نتیجہ جنگ کے انتظار میں آپ رضی اللہ عنہ کی نیند اُڑ گئی تھی۔ فتح کی خبر ملی تو اُسی وقت سجدہ میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا۔ فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں اطراف ملک پھیل گئیں اور سارے شام کو زیر نگیں کر لیا۔ انطاکیہ تک کا علاقہ لے لیا۔ یہ شام کا سب سے بڑا شہر تھا اور لبِ ساحل واقع تھا۔ (فتوح البلدان)

یرموک کی جنگ بھی معرکہ قادسیہ کی طرح ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس نے فیصلہ کر دیا کہ شام و فلسطین کے مالک اب رومی نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

بیت المقدس کی فتح (16 ہجری/637ء)

بیت المقدس کا دوسرا نام یروشلم ہے۔ اس کا قدیم نام ایلیا بھی ہے۔ یہ شہر فلسطین کا صدر مقام اور یہودیت و عیسائیت کا مرکز تھا۔ اس کو قبضہ میں لئے بغیر شام کی تسخیر مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس پر فوج کشی کر دی۔ عیسائی شہر میں محصور ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد محصورین نے یہ خواہش ظاہر کی کہ امیر المؤمنین خود یہاں آ کر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھیں تو ہم شہر حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ اُنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انتہائی شفقت کی توقع تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا اور ماہِ رجب ۱۶ ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ (تاریخ طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر بیت المقدس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سفر نہایت سادگی سے طے ہوا۔ ایک مختصر سا گروہ ساتھ لیا۔ جابیہ کے مقام پر افسروں نے استقبال کیا۔ جابیہ ہی میں بیت المقدس کا وفد آیا۔ ان سے

Marfat.com

معمولی جزیہ پر صلح نامہ طے ہوا۔ شرائط یہ تھیں کہ شہر والوں کو جان و مال کی امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجے اور صلیبیں محفوظ ہوں گی۔ انہیں تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جو لوگ بیت المقدس سے باہر جانا چاہیں ان کو ہر طرح کا امن وامان حاصل ہوگا۔

(صحیح مسلم و جامع ترمذی)

؎ ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

☆ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروقِ اعظم کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا، کس ساز و سامان سے ہوا ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ و نوبت، خدم و حشم، لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجر و انصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے، زمین دہل جاتی تھی''۔

(الفاروق رضی اللہ عنہ)

؎ ٹل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لباس اور تقویٰ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لباس کم قیمت اور پرانا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عمدہ پوشاک پیش کی گئی تاکہ اغیار پر رعب پڑ سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہمارے اسلام کا رعب کافی ہے۔

Marfat.com

خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو گھوڑا سموں کے گھس جانے کے باعث مشکل سے چلتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی سواری لے لی۔

بیت المقدس کے قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ترکی گھوڑا پیش کیا گیا اور اونٹ کی سواری کو آپ رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان نہ سمجھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کی چال چلا۔ آپ رضی اللہ عنہ اتر پڑے اور فرمایا۔ ''میں ڈرتا ہوں کہ اس کی چال مجھ میں غرور پیدا نہ کر دے''

☆ پادریوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہر کی سیر کرائی۔ ایک گرجا میں تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ عیسائیوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں گرجا میں نماز پڑھوں تو مسلمانوں کو نظیر مل جائے گی۔ مبادا وہ غیر مسلم رعایا کے عبادت کدوں کو مسجدیں بنانے لگیں۔ چنانچہ گرجا سے باہر نکل کر نماز پڑھی۔

(تاریخ طبری، فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۷)

اذان بلال رضی اللہ عنہ:

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی درخواست کی۔ اُنہوں نے فرمایا میں نے عہد کیا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ کہوں گا، لیکن آج اور صرف آج آپ رضی اللہ عنہ کی درخواست پوری کروں گا۔ جب بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے لگے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہوں کے سامنے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سماں پھر گیا۔ سب کی آنکھیں بے اختیار اشک بار ہو گئیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روتے روتے بیتاب ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو ہچکی بندھ گئی۔ (فتوح الشام ازدی ذکر فتح بیت المقدس)

؎ مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اکثر

قحط حجاز ۱۸ ہجری:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں سال ۱۸ ہجری میں مدینہ اور اس

Marfat.com

کے گردونواح کا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آ گیا۔ بارش نہ ہوئی تو زمین خشک ہو گئی چشمے سوکھ گئے۔ انسان وحیوان بھوک پیاس کی شدت سے مرنے لگے اکثر لوگ دیہات سے مدینہ آ گئے۔ شہر کے چاروں طرف خیموں کا جنگل لگ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری گودام کھول دیئے۔ باہر سے غلہ منگوانے کے فوری انتظامات کئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے غلہ تقسیم کرتے تھے۔ قحط کے ایام میں اس قدر فکرمند رہتے تھے کہ لوگ خیال کرنے لگتے کہ اگر قحط جلدی نہ ہٹا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے غم میں جان دے دیں گے۔ خود بھوکے رہتے تھے فرمایا کرتے تھے "اگر میرا پیٹ بھر جائے تو اوروں کی تکلیف احساس کیونکر ہوگا"، قسم کھالی کہ جب تک لوگوں کو سیر ہو کر کھانا نہ ملے گا، گھی اور دودھ نہ چکھوں گا باہر سے غلہ آیا تو قحط سالی کے آثار دور ہوئے۔ (ابن جوزی۔ ابن اثیر)

نمازِ استسقاء:

ایک برس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ سب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے خدا کے حضور دعا مانگی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اے خداوند! پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے خدا کے حضور دعا مانگا کرتے تھے۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے توسل سے بارش کی دعا مانگتے ہیں تو ہم پر بارش برسا۔ اچانک گھٹا اُٹھی اور ابھی گھروں کو پہنچنے نہ پائے تھے کہ بارش برسنے لگی (صحیح بخاری باب الاستسقاء۔ تاریخ طبری)

طاعون عمواس ۱۸ ہجری:

۱۸ ہجری میں شام میں نہایت مہلک طاعون پھیلا جو ۵۰ ہزار مسلمانوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ بڑے بڑے نامور صحابہ رضی اللہ عنہم نے وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتظامات کے لئے بذاتِ خود شام پہنچے مگر مقام سُرغ سے بمشورہ صحابہ لوٹ آئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جو قسمت میں لکھا ہے ہو کر رہے گا مسلمانوں کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ خط پڑھ کر رونے لگے۔ اور ابوعبیدہ کو دوبارہ لکھا کہ اگر تم نہیں آتے تو فوجوں کو مرطوب مقامات سے ہٹا دو۔ اس حکم پر وہ جابیہ چلے آئے۔ یہاں کی آب وہوا بہت عمدہ تھی مگر ان پر وبا کا اثر ہو چکا تھا۔ اس لئے

Marfat.com

جابیہ آنے کے بعد طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ انتقال سے پہلے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا گئے۔ اُنہوں نے بھی وفات پائی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوراً فوجوں کو پہاڑی مقامات پر بھیج دیا۔ (تاریخ طبری)

☆ اس وبا میں ہزاروں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتظامات کے لئے دوبارہ شام کا سفر کیا اور اکثر اضلاع کا دورہ کر کے مناسب انتظامات کئے فوجوں میں روپیہ تقسیم کیا۔ مرحوم مسلمان کے وارثوں کو ان کا ترکہ دلایا۔ فوج میں جو جگہیں خالی ہو گئیں تھیں ان پر نئے عہدیدار مقرر کئے۔ انتظامات سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آئے۔

☆ رملہ کے گرد و نواح میں عمواس نامی ایک گاؤں تھا۔ وہاں سے وبا پھوٹی اور شام پر محیط ہو گئی۔ اس لئے تاریخ میں اس کو طاعون عمواس کہا جاتا ہے۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۱۷۷)

قیساریہ کی فتح:

شام کی فتوحات میں سے آخری قیساریہ کی فتح تھی جو ۱۹ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

مصر کی فتح (20ہجری/640ء)

ساتویں صدی عیسوی میں جب مسلمانوں نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو بیت المقدس اور شام کی طرح مصر بھی رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ وہاں کے باشندے قبطی کہلاتے تھے۔ یہ مذہباً عیسائی تھے ان پر قیصر روم کی طرف سے ایک مصری نائب مقرر ہوتا تھا جسے ''مقوقس'' کہتے تھے۔ قبطیوں کے ساتھ رومیوں کا سلوک اچھا نہ تھا۔

مصر کی فتح دراصل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تجویز کا نتیجہ تھی۔ عمواس کی وبا کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلادِ شام کے دورے پر گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کی فتح کی تجویز پیش کر کے منظوری حاصل کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار ہزار سپاہ دے کر یہ مہم انہی کے

Marfat.com

سپرد کی اور انہوں نے مصر میں پیش قدمی کی۔

عریش کی فتح 640ء

بلادِ مصر میں سب سے پہلے عریش کا شہر فتح ہوا۔ اس کے لئے رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔

فسطاط کی فتح 641ء

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد فسطاط کے قلعے کا رخ کیا۔ دریائے نیل کے کنارے پر واقعہ یہ قلعہ فوجی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ مقوقس جو مصر کا فرمانروا اور قیصر روم کا باجگزار تھا، یہیں مقیم تھا۔ مسلمانوں کو اس دوران میں کمک بھی مل گئی تھی۔ جس کے سربراہ زبیر بن العوام تھے۔ سات ماہ کے طویل محاصرے کے باوجود یہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت زبیر ایک روز زبردستی قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت فصیل پر کھڑے ہو کر اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ رومی خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر دروازہ کھول دیا اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مقوقس نے امان کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔

فسطاط کی وجہ تسمیہ:

فسطاط کی وجہ تسمیہ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کو اسکندریہ کی طرف کوچ کا حکم دیا اور ان کا خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو اتفاق سے ان کی نگاہ ایک گھونسلے پر پڑی جو کبوتروں نے ان کے خیمے میں بنا لیا تھا۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ خیمے کو یہیں رہنے دیا جائے تاکہ ہمارے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ جب بعد ازاں اس خیمے کے گرد ایک شہر بس گیا تو اس کا نام ''فسطاط'' مشہور ہو گیا۔ فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں۔ آج کل یہ مقام قاہرہ کا ایک حصہ ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

Marfat.com

فتح اسکندریہ 642ء:

اس شہر کو سکندر اعظم نے بسایا تھا۔ یہ عیسائیوں کا مرکز تھا۔ یہاں عظیم ترین گرجے اور مذہبی یادگاریں تھیں۔ قیصر روم نے ایک اور ملک ہاتھ سے جاتا دیکھا تو تازہ دم فوج اسکندریہ روانہ کی۔ مسلمان بھی اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ رُومیوں نے مسلمانوں کو کثرت سے مرعوب کرنا چاہا لیکن مسلمان ہمیشہ سے اپنے سے بہت زیادہ فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس لئے اُنہیں مرعوب کرنا آسان نہ تھا۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان رومیوں کو دھکیل کر قلعہ کے اندر جا گھسے۔ لیکن رومیوں نے جوابی حملہ کر کے مسلمانوں کو باہر نکال دیا اور قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے طول پکڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ عیش پرست ہو گئے ہو۔ میرا خط ملتے ہی مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو اور یکبارگی حملہ کر دو۔ چنانچہ اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے پورے جوش و خروش سے شہر پر حملہ کیا اور شہر فتح ہو گیا۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع بھجوا دی۔ اسکندریہ مصر کی کنجی (KEY) تھا۔ باقی مصر پر آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ رومی سامراج کا جنازہ وادی نیل سے نکل گیا۔

فتح طرابلس 644ء:

تسخیر مصر کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مغرب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے طرابلس کے مشہور مقام برقہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہاں سے طرابلس کے مشہور قلعے کو فتح کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری)

Marfat.com

مسلمانوں کی فتوحات کے اسباب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو ایران و روم کی سلطنت کے خلاف بڑی شاندار فتوحات حاصل ہوئیں۔ ان کی فتوحات وسعت اور تیز رفتاری واقعی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ عرب کے بے سروسامان لوگوں کا اس قدر قلیل مدت میں روم و ایران کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یورپین مؤرخین نے مسلمانوں کی فتح کا صرف یہ سبب بیان کیا ہے کہ یہ دونوں سلطنتیں اندرونی جھگڑوں کے باعث بہت کمزور ہوگئی تھیں۔ اس لئے مسلمانوں نے ان کو فتح کر لیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ طاقتور تھیں۔ ایرانی اور رومی جس طرح میدان جنگ میں اپنی مسلح اور ٹڈی دل فوجوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں لائے اس سے ان کی طاقت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ جہاں ان سلطنتوں کے لئے صرف ایک معرکہ میں دو یا اڑھائی لاکھ فوج لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہاں مسلمان کسی معرکہ میں تیس یا چالیس ہزار سے زیادہ فوج مقابلہ میں نہ لا سکے اور ان کے لئے بھی سامانِ جنگ اور رسد کا معقول بندو بست ان کے پاس نہ تھا۔ دراصل مسلمان ان پر مادی اسباب سے نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی قوت کی بناء پر بالادستی حاصل کر سکے۔ مسلمانوں کی فتح کے اسباب مندرجہ ذیل قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ جذبہ ایمان اور شوق جہاد:

مسلمانوں کی فتح کا سب سے بڑا سبب ان کا جذبہ ایمان تھا وہ سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ان کا سب سے بڑا فریضہ اور اسلام کے نام پر جان قربان کرنا سب سے

Marfat.com

کامیاب زندگی ہے۔ فتح کی صورت میں غازی اور موت کی صورت میں شہید ہونا ہر مسلمان کی سب سے بڑی آرزو ہے۔

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

۲- بلند اخلاق:

اسلام نے مسلمانوں میں بلند اخلاق پیدا کر دیا تھا۔ ان میں عزم استقلال، راست بازی اور انصاف پسندی کا جذبہ موجود تھا وہ اپنے اخلاق سے مفتوحہ علاقے کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۳- اتحاد و تنظیم:

مسلمانوں کے اندر بلا کا اتحاد اور تنظیم موجود تھی اس کے باعث ان کی قوت میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا۔ عرب قبائل متحد ہو کر بڑی قوت بن گئے تھے۔ جن کا مقابلہ کرنا ایرانیوں، اور رومیوں کے بس کی بات نہ تھی۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقر بوذر رضی اللہ عنہ، صدق سلمانی رضی اللہ عنہ

۴- دوسری قوموں سے حسنِ سلوک:

ابتدا میں جن علاقوں پر مسلمانوں نے حملے کیے وہاں عرب آباد تھے۔ اگرچہ وہ روم یا ایران کے باجگزار مگر عرب قومیت کے بیدار ہوتے ہی وہ مسلمانوں سے مل گئے۔ مصر کے [illegible]لی اگرچہ عرب نہ تھے۔ تاہم وہ یونانیوں کی بدسلوکی سے پریشان تھے اس لئے مسلمانوں کے ہمنوا بن گئے۔

Marfat.com

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

(اقبالؒ)

۵-اچھے سپہ سالار:

مسلمانوں کے سپہ سالار بڑے بلند پایہ اور بلند کردار کے لوگ تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے قابل جرنیل تھے جن کا مقابلہ کوئی رومی ایرانی نہیں کرسکتا تھا۔ ہمیشہ فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

دشت تو دشت، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت:

اس دور کی فتوحات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ اُنہوں نے نہ صرف مسلمانوں میں جہاد کا جوش پیدا کر دیا تھا بلکہ تمام فوج کا نظم و نسق اور نقل و حرکت بھی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور مدینہ منورہ میں بیٹھ کر اپنے احکام سے فوجی مہمات کی راہنمائی کرتے تھے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فتوحاتِ فاروقی رضی اللہ عنہ پر تبصرہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سالہ عہد خلافت میں ایران و روم کی عظیم الشان سلطنتوں کے پرخچے اڑ گئے اور ہندوستان سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اس احتیاط کے ساتھ کہ ان تمام فتوحات میں ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی نہیں پیش آیا۔ فاروقی فتوحات کے مقابلہ میں سکندری، چنگیزی اور تیموری فتوحات کی اہمیت

Marfat.com

گھٹانا کہ اس زمانہ میں ایران و روم کی سلطنتیں کمزور پڑ چکی تھیں، کس قدر غلط ہے۔

☆ بلاشبہ، سکندر، چنگیز اور تیمور نے ایک عالم کو زیرِ نگیں کیا، لیکن اسی کے ساتھ زیر و زبر کر ڈالا۔ وہ صرف جہانگیر تھے، جہاندار نہ تھے۔ اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جس احتیاط اور جن قوانین کی پابندی کے ساتھ ایران و روم فتح ہوئے، اس احتیاط کے ساتھ دنیا کا کوئی حکمران زمین کا ایک چپہ بھی فتح نہیں کر سکتا۔ سکندر، چنگیز و تیمور وغیرہ طوفان کی طرح ایک عالم پر چھا گئے، لیکن جب یہ طوفان تھما تو انسانی لاشوں کے انبار اور تباہ شدہ کھنڈروں کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہ آتی تھی، وہ جن جن ملکوں سے گزرے اُنہیں ویرانہ بنا دیا۔

اس کے برخلاف عہدِ فاروق میں خونِ ناحق کا ایک قطرہ بھی نہ گرنے پایا، ملکوں کو تباہ کرنا تو بڑی بات ہے، ہری بھری کھیتیوں اور شاداب درختوں تک کو نہ کاٹتے تھے، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر تلوار اُٹھانے کی سخت ممانعت تھی، پھر مسلمانوں نے جس ملک میں قدم رکھا، اپنے عدل و انصاف اور حسنِ اخلاق سے اس کے باشندوں کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں ان کے معاون و مددگار بن گئے۔ اُنہوں نے قوموں کے دل و دماغ کو مسخر کر لیا اور بہت سی مفتوح قوموں نے ان کا مذہب بھی قبول کر لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس زمانہ میں جو ملک فتح ہوئے، وہ سب کے سب مسلمان اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں میں ایسا جوش، عزم، استقلال، ہمت، حوصلہ مندری، دلیری، اخلاق، حمیت، عدل و انصاف، دیانت و راستبازی پیدا کر دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں ایسی جلا دے دی تھی کہ دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی)

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں؟
فقط یہ بات، کہ پیرِ مغان ہے مردِ خلیق!

☆ ”جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے، آج تک کوئی شخص فاروقِ

Marfat.com

اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر فاتح اور کشورستاں نہیں گزرا جو کہ فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو"۔ (الفاروق رضی اللہ عنہ از علامہ شبلی نعمانی)

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ، ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

روشن انقلاب:

عرب کے صحرانشین لات وہبل کو توڑ کر اُٹھے اور دنیا پر رحمت کی گھٹا بن کر چھا گئے۔ ان کے لوہے نے ہر لوہے کو کاٹا، ان کی تہذیب، تمدن اور اخلاق۔ نے ہر تہذیب، ہر تمدن اور ہر اخلاق پر فتح حاصل کی۔ انہوں نے دنیا سے فساد کے درخت کی جڑیں کاٹیں اور باغ آدم میں اپنے خون سے صلح اور امن کے درخت کی آبیاری کی......

چودہ سو برس کے بعد آج بھی ایک مورخ حیران ہو کر یہ سوال کرتا ہے کہ عربوں کے گھوڑوں کی رفتار غیر معمولی تھی یا قدرت نے ان کے سامنے زمین کو سمٹنا سکھا دیا تھا۔ یہ ایک انقلاب تھا۔ ایک روشن انقلاب۔ قدرت نے عرب کی ریت کے ذروں کو تاروں کی چمک عطا کی اور اُنہیں دنیا کے تاریک ترین گوشوں میں بکھیر دیا (نسیم حجازی)

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُر سوز!
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت (26 ذوالحجہ 23 ہجری/3 نومبر 644ء)

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب:

23 ہجری میں حج سے واپس آتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعتہ المبارک کے خطبہ میں فرمایا۔لوگو!میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسے میں اپنی موت کا پیام سمجھتا ہوں۔میں نے دیکھا کہ ایک لال رنگ کے مرغ نے میرے بدن پر تین ٹھونگیں ماریں۔اس خطبہ کے چند روز بعد ایک فارسی غلام ابولولو فیروز کے ہاتھوں آپ کے خواب کی تعبیر ظہور میں آئی۔

فارسی غلام فیروز نامی کا تعارف:

فارسی غلام فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔اس کی کنیت ابولولو تھی۔مذہباً مجوسی عیسائی تھا۔نہاوند کا رہنے والا تھا۔رومیوں کے پاس اسیر ہو کر گیا تھا۔وہاں سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی عجمی کو مدینہ میں رہنے نہیں دیتے تھے لیکن اس شخص کو اس کی کاریگری کی وجہ سے رہنے دیا۔فیروز کا دل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کینہ سے لبریز تھا۔نہاوند کی جنگ سے جب قیدی مدینہ آئے تو ایک ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور رو رو کر کہتا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے میرا کلیجہ کھا لیا ہے۔

(ابن اثیر،طبری،البدایہ والنہایہ)

مذکورہ جمعہ کے دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی۔اس نے شکایت کی کہ میرا آقا مجھ سے زیادہ محصول لیتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے مقدار پوچھی، تو اس نے دو درہم بتائے پوچھا کیا کام کرتے ہو" کہا بڑھی، لوہار اور نقاش ہوں" فرمایا "تمہارے پیشہ کے لحاظ سے یہ رقم زیادہ نہیں"۔ فیروز جانے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سنا ہے تم ہوا سے چلنے والی چکی بہت اچھی بنا سکتے ہو۔ایسی ایک چکی میرے لئے تیار کر دو" اس نے کہا "بہتر ہے ایک چکی بنا دوں گا جس کا ذکر شرق سے غرب تک ہو گا"۔آپ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ قتل کی دھمکی ہے۔لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی دھیان نہ دیا۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چار دن بعد نماز فجر کی امامت کے لئے کھڑے ہوئے اچانک فیروز نے پیچھے سے نکل کر آپ رضی اللہ عنہ پر خنجر سے پے در پے وار کیے۔ ایک زیرِ ناف لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں اور خود خون میں لوٹنے لگے۔ اسی عالم میں نماز ہوئی۔ فیروز بھاگ نکلا۔ نماز کے بعد اس کا تعاقب ہوا۔ اس نے تیرہ آدمی زخمی کیے جن میں سے چھ شہید ہو گئے۔ آخر ایک شخص نے کمبل ڈال کر پکڑا۔ اس نے خنجر اپنے پیٹ میں گاڑ لیا اور مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرا قاتل کون تھا! بیٹے نے بتایا کہ فیروز تھا۔ فرمایا "الحمد للہ! میرا قاتل ایسا شخص نہیں جس نے خدا کو ایک بھی سجدہ کیا ہو"۔ (تاریخ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن جوزی)

سب سے بڑی آرزو جو پوری ہوئی:

زخم نہایت کاری تھا بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی۔ اس لئے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ جگہ میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دوں گی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا جواب لائے، عرض کیا۔ "جو آپ چاہتے تھے فرمایا سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔ (مستدرک حاکم جلد۳ ص ۱۹) بعد ازاں فرمایا میرے مرنے کے بعد جنازہ اُٹھا کر لے جانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کہنا اور عرض کرنا کہ عمر رضی اللہ عنہ داخلہ کی اجازت چاہتا ہے وہ اجازت دیں تو بہتر ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا

(سیرت العمر۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو وصال کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

سازش:

عصر حاضر کے مستند اور معروف مؤرخین عباس محمود العقاد اور محمد حسین ہیکل (مصری) دو درہم والی مذکورہ روایت سے متفق نہیں ہیں۔ ان کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ تھی۔ ایران میں اسلامی اقتدار کے خلاف سازش کا جال بنا گیا جس میں ہرمزان، ابولولو فیروز اور کعب بن احبار یہودی بھی شامل تھے۔

قارئینِ محترم! مدینہ منورہ میں بھی عام تاثر یہی تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پیچھے ایرانی عناصر کا ہاتھ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے ہرمزان کو قتل کر دیا۔ چونکہ فیروز قاتل نے اسی خنجر سے اپنے آپ کو بھی ختم کر لیا تھا اس لئے اس سازش کا ثبوت فراہم کرنا ممکن نہ تھا۔ (محمد یوسف کیفی)۔

ادائیگی قرض:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت کی کہ میرے بعد میرا قرض ادا کر دینا، اگر میرے متروکہ مال سے ادا نہ ہو سکے تو خاندانِ عدی سے درخواست کرنا۔ اگر ان سے بھی نہ ہو سکے تو کل قریش سے قریش کے علاوہ اور کسی کو تکلیف نہ دینا۔

(تاریخ اسلام حصہ اول ص ۱۹۹ از شاہ معین الدین احمد ندوی)

☆ علامہ شبلی نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے معلوم ہوا کہ 86 ہزار درہم ہے۔ یہ رقم قرض لے کر آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں پر خرچ کی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا مسکونہ مکان فروخت کر کے یہ قرض ادا کیا گیا۔ (الفاروق رضی اللہ عنہ از شبلی نعمانی صاحب)

جانشین عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

اس وقت سب سے اہم مسئلہ آپ کی جانشینی کا تھا۔ اکابر ملت نے درخواست کی کہ اپنا جانشین نامزد کر جایئے۔ فرمایا کہ اگر میں کسی خلیفہ نامزد کروں تو کر سکتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا اور خلیفہ نامزد نہ کروں تو ایسا بھی کر سکتا ہوں کہ

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا۔ (تاریخ طبری) بالآخر لوگوں کے اصرار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن کی اسلام میں بڑی خدمات تھیں اور جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی، نامزد کر کے فرمایا ان میں سے جس پر کثرت رائے ہو جائے اسے خلیفہ بنالیا جائے اور تاکید کر دی کہ میرے بعد تین دن کے اندر اندر یہ مرحلہ طے ہو جائے اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے دفن سے فارغ ہونے کے بعد ان چھے افراد کو ایک مکان کے اندر بند کر دینا اور جب تک ان میں سے کسی کا انتخاب نہ ہو جائے دروازہ نہ کھولنا۔ اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ مشورے میں شریک رہے گا لیکن خلافت سے اسے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اگر ارکان مجلس دو گروہوں میں بٹ جائیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ نیز کثرت رائے کے بعد اگر کوئی شخص خلافت کا مدعی رہے تو اسے قتل کر دینا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۴۵، تاریخ الخلفاء از امام اب الفضل جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ذکر حالات وفات عمر رضی اللہ عنہ) فیصلہ ہونے تک صہیب رضی اللہ عنہ رومی نماز پڑھائیں۔ لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کا علم ہوا تو مطمئن ہو گئے۔

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

آخرت وصیتیں:

نامزدگی کے مرحلہ سے فارغ ہو کر لوگوں سے فرمایا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو، وہ مہاجرین انصار، عرب، اہل عرب اور ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال رکھے اور ان میں سے ہر ایک کے حقوق کی تشریح فرما کر تاکید فرمائی کہ ذمیوں سے جو اقرار ہے، اُسے پورا کیا جائے، ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں اپنے بیٹے سے فرمایا ''مجھے اوسط درجے کا کفن دینا۔ کیونکہ اگر اللہ کے نزدیک مجھ میں کوئی بھلائی ہوگی تو وہ اسے اچھے لباس سے بدل دے گا اگر میں اس کے برعکس ہوا تو وہ مجھ سے چھین لے گا اور بہت تیزی سے چھین لے گا۔ میری قبر بھی معمولی ہونی چاہیے، عورتیں میرے جنازے کے ساتھ نہ چلیں اور میری تعریف میں وہ باتیں نہ کہی جائیں جو مجھ میں نہیں ہیں اس لیے کہ اللہ مجھے زیادہ جانتا ہے۔ جب تم میرا جنازہ لے کر نکلو تو تیز تیز قدم چلنا۔ کیونکہ اگر مجھ میں اللہ کے نزدیک کوئی بھلائی ہے تو تم مجھے اُس جگہ جلدی جلدی پہنچا دو گے جو میرے لئے زیادہ بہتر ہے اور اگر میں اس کے برعکس ہوں تو تم اپنے کندھوں سے وہ برائی جلدی اُتار پھینکو گے جو تم اُٹھائے ہوئے ہو۔

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ از محمد حسین ہیکل (مصری))

وصال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

ان وصیتوں کے بعد اور بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری مطابق 4 نومبر 644ء کو زخمی ہونے کے تین دن بعد بروز ہفتہ ۲۹ ذوالحجہ کو وصال فرمایا اور بروز اتوار یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کو اپنی خواہش کے مطابق جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اُتارا۔ (علامہ ری اور ابن اثیر)

قارئین محترم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر شانہ رسالت کے متوازی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر شانہ صدیقی کے متوازی رکھا گیا۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ برس سے کچھ زائد تھی اور مدتِ خلافت دس سال چھ مہینے چار دن تھی جس کے دوران وہ سب سے زیادہ مشفق، سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے ثابت ہوئے۔

Marfat.com

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ازواج واولاد:

آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں چھ شادیاں کیں۔ بیٹے عبداللہ، عبیداللہ، عاصم، عبدالرحمٰن، زید اور مجیر ہیں بیٹیاں اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، آخر عمر میں خاندانِ نبوت سے شرفِ انتساب حاصل کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا چالیس ہزار درہم مہر پر عقد کیا تھا۔

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۱۹۹)

وہ عمر رضی اللہ عنہ جس کے اعداء پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فاروقِ حق و باطل امام الہدیٰ — تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم زبانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم — جان شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

کون فاروق اعظم رضی اللہ عنہ......؟

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں رقمطراز ہیں۔

☆ وہ جسے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کریم سے دامن دعا پھیلا کر مانگا تھا۔

☆ جس کے مشرف باسلام ہونے سے کفر و شرک کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔

☆ باطل کے صنم کدوں میں کہرام مچ گیا تھا۔

☆ اسلام کی بے بسی کا دور ختم ہو گیا تھا اور اس کی شوکت و سطوت کے عہد کا آغاز ہوا تھا۔

☆ جو اپنے مرشدِ کریم کی نگاہِ لطف و کرم کا تارا تھا۔

☆ جسے آغوشِ نبوت نے بڑے اہتمام اور ناز سے پالا تھا۔

☆ جس کی زبان سے حق گویا تھا۔

☆ جس کے دل روشن پر انوار الٰہی کا پیہم نزول ہوا کرتا تھا۔

☆ جس کا سینہ علوم محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور تھا۔

☆ جس کی چشم بصیرت مستقبل کے دھندلکوں میں مستور حقائق کو بے حجاب دیکھ لیا کرتی تھی۔

☆ جس کا نام نامی آج بھی عدل و انصاف، دیانت و امانت، حق گوئی و بیباکی جرأت و استقامت کا جلی اور زیبا عنوان بن کر چمک رہا ہے۔

☆ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس کے ادب و نیاز نے عشق کو نیا ذوقِ جمال بخشا تھا۔

Marfat.com

☆ جس کے فہم رسا اور دانشِ نورانی نے جہانِ عقل و خرد کو نئی شادابی اور تازگی ارزانی فرمائی تھی۔

☆ جس کے دُرے کی ہیبت سے باطل ہر وقت لرزہ براندام رہتا تھا۔

☆ جس کے پیوند لگے لباس کے رُعب سے شاہان عالم پر کپکپی طاری رہتی تھی۔

☆ جس گلی سے وہ گزرتا تھا وہاں سے ابلیس بھاگ جاتا تھا۔

☆ جس کی وسیع و عریض سلطنت میں کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔

☆ جس کی رعایا رات کو آرام کرتی تھی اور وہ خود راتوں کو جاگ جاگ کر پہرہ دیا کرتا تھا۔

☆ جس کی درویشی اور فقری غیور نے انسان کو عزت نفس اور خودداری کا درس دیا تھا۔ حق گوئی و بیباکی جس کی سرشت تھی۔ وہ خود بھی حق گو تھا اور دوسروں کی حق گوئی سے خوش ہوتا تھا۔

اے نخیل دشت تو بالندہ تر
بر نخیزد از تو فاروقے دگر

☆ ہاں وہی فاروق اعظم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن صد حیف! اس کی قوم اس کو بھولتی جا رہی ہے، اس سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے بجائے اس منبع نور کی تابانیوں کی تاب نہ لا کر اس سے منہ موڑ رہی ہے۔

☆ جس نسل کو خود پرستی کی شراب پلائی گئی ہے وہ اس خدا پرست اور خود آگاہ کی عظمتوں کا ادراک کیسے کرسکتی ہے۔

☆ عیش کوشی اور سہل انگاری سے نڈھال مسافر اس برق رفتار راہبر کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔

☆ دنیا کی عفونتوں پر مکھیوں کی طرح گرنے والے لوگ، عقاب کی پرکشائی کی قدر و قیمت نہیں کر سکتے۔

☆ فسق و فجور کے اندھیروں میں بھٹکنے والے وادی ایمن کا راستہ بھول چکے

Marfat.com

ہیں۔

☆ بے عملی کی افیون سے اونگھنے والے ان سدرہ نشینوں سے نفرت نہیں کریں گے تو کیا پیار کریں گے؟

☆ لذت کام ودہن کے اسیران چھنے آٹے کی روٹی کھانے والے فاروق کو پسند کریں؟ ناممکن۔

☆ وہ تو آج اس سے پیار کریں گے جو انہیں بے راہروی کا راستہ دکھائے۔

☆ وہ تو آج اس کو اپنا مرشد بنائیں گے جو انہیں شریعت کی پابندیوں سے آزاد کردے۔

☆ وہ تو آج اُسے لیڈر بنائیں گے جو انہیں جب تک وہ...... بیدار رہیں، رقص و سرود میں مست رکھے جب وہ سو جائیں تو اُنہیں غلفت کی میٹھی نیند کے مزے خوب لوٹنے دے۔

☆ زندگی کی بلند چوٹیوں کو سر کرنا تو اب ان کے بس کا روگ نہیں وہ تو اب اس کو اپنا راہنما تسلیم کرین گے جو انہیں پستی کی طرف آسانی سے پھسلنے کا گُر بتائے خواہ وہ پستی ذلت و نکبت کی پستی کیوں نہ ہو تدبّر و دور اندیشی اب فرسودہ الفاظ ہیں۔ ان نازک مزاجوں کو ان سے ذہنی غلام کی بو آتی ہے۔

☆ نظم و ضبط سے اب ان کے دل اُکتا چکے ہیں۔ سنجیدہ، باوقار اور پرعزم قیادت کی اب اُنہیں ضرورت نہیں انہیں ہر میدان میں دینی ہو یا سیاسی اخلاقی ہو یا معاشی شعبدہ بازوں کی ضرورت ہے جو انہیں زندگی کے تلخ حقائق سے غافل رکھنے میں مہارت رکھتے ہوں۔

☆ ہمارے نوجوان جس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ کیا ہم اُنہیں چلنے دیں؟ اس خوف سے کہ وہ برہم و برافروختہ ہو جائیں انہیں خودکشی کے اس راستہ سے نہ روکیں؟

نہیں میرے دوستو! ہم ایسا نہیں کرسکتے!

یہ بلوریں جام جس میں زہر گھول دیا گیا ہے اور جسے تم فرطِ شوق سے اپنے لبوں

Marfat.com

کے قریب لے جا رہے ہو۔ ہم دیکھیں اور مہر بلب رہیں! نہیں میرے دوستو ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہ اُمت بزم عالم کی شمع فروزاں ہے۔
یہ بجھ گئی تو سارا جہان بے نور ہو جائے گا۔
ہمارا یقین ہے کہ یہ اُمت گلشن حیات کے لئے موسم بہار ہے

اگر یہ بیت گیا تو سارا گلشن بے کیف ہو جائے گا۔ عنادل اُداس ہو جائیں گی۔ یہ نوجوان، انسانیت کے قافلہ کے راہنما ہیں۔ اگر یہ بھٹک گئے تو ساری انسانیت ضلالت و گمراہی کی دلدل میں پھنس کر رہ جائے گی۔ آؤ! اس نادرہ روزگار ہستی کو اسلام کے دشمنوں کی نگاہ سے نہ دیکھیں، کیونکہ عقلمند ایسا نہیں کیا کرتے بلکہ رحمۃ للعالمین، امام الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی نگاہِ حقیقت شناس سے دیکھیں۔

قرآن کریم کی وہ صدہا آیات جن میں مومنین، مہاجرین، مجاہدین اور شہدا کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ حضرت فاروق اعظم ان تمام تعریفوں اور توصیفوں کے بدرجہ اُولیٰ مستحق ہیں۔ آپ ایمان لائے، ہجرت کی، جانی اور مالی جہاد میں بھی پیش پیش رہے اور جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن پاکبازوں اور جانثاروں کے بارے میں ''اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا''۔ (یہی لوگ سچے مومن ہیں) کی شہادت دی ہو اور جنہیں بارگاہِ خداوند ذوالجلال سے 'لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ' کا مژدہ جانفزا سنایا گیا ہو۔ ان کی عظمتِ شان اور رفعتِ منزلت کے اظہار کے لئے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق اگر کسی خفتہ بخت کو اپنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی منظور نہ ہو اور رحمت دو عالم ﷺ کی گواہی بھی اسے قبول نہ ہو تو وہ اچھی طرح جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ کو بھی اس کی پرواہ نہیں اس کے شبانہ روز واویلا سے سپرِ ایمان و حکمت کا یہ تابندہ آفتاب گہنا نہیں جائے گا۔

(ضیائے حرم فاروق اعظم نمبر عنوان سرِّ دلبراں)

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت

ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) ''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں...... وہی ظالم ہیں...... وہی فاسق ہیں''

(سورۃ المائدہ۔ آیات ۴۴ تا ۴۷)

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی نظام حکومت عملاً قائم کر دیا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حدود صرف عرب تک محدود تھیں۔ اسلامی ریاست کے مسائل بھی محدود تھے اور اس کے لئے کسی تفصیلی ڈھانچے کی ضرورت نہ تھی۔ بقول علامہ شبلی نعمانی صاحب ''اسلام میں خلافت یا حکومت کی بنیاد اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں پڑی لیکن نظامِ حکومت کا دور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے''۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اندرونی انتشار اور دفاعِ ریاست میں صرف ہو گیا۔ اگرچہ ان کی دو سالہ خلافت میں بڑی بڑی مہمات کا فیصلہ ہو گیا، یعنی عرب کے مرتدوں کا خاتمہ ہو گیا اور بیرونی فتوحات شروع ہوئیں تو اہم حلومت کا کوئی خاص نظام نہیں قائم ہوا اور نہ اتنا مختصر زمانہ اس کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی سلطنت میں شام و مصر اور عراق و ایران بھی شامل ہو گئے۔ تو یہ دنیا کی سب سے بڑی متمدن حکومت بن گئی۔ اس وسیع و عریض سلطنت کے انتظام کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک تفصیلی نظام مدون کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے ہوئے اصولوں پر مبنی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد زندہ تھی۔ انہوں نے اس نظام کی تشکیل میں

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور ایک ایسا نظام تیار ہو گیا جو ایک طرف عقل و حکمت کے تمام تقاضے پورے کرتا تھا اور دوسری طرح اجماعِ اُمت کے وجہ سے اسے تمام عوام کا پورا اعتماد حاصل تھا۔ مسلمان خلافتِ فاروقی میں رشتہ وحدت میں منسلک تھے۔ وحدت عقیدہ، وحدت جنس و قوم اور وحدت زبان و بیان نے اُنہیں مضبوط و متحد بنا دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکومت کے وہ آئین وضع کیے جو بعد میں ایک مثالی اسلامی حکومت کی اساس قرار پائے۔ اس اعتبار سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام کے سیاسی نظام کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو!
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مملکتِ اسلامیہ (مدینہ) کے بانی اور سربراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (خلیفہ) جانشین منتخب ہوئے اور مملکتِ اسلامیہ کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے ''خلیفۃ الرسول'' کہلائے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو اُنہوں نے اپنے لئے ''امیر المؤمنین'' کا لقب تجویز کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد تمام خلفاء امیر المؤمنین ہی کے لقب سے پکارے جاتے رہے۔

خلیفہ کا انتخاب عوام کی کثرتِ رائے سے عمل میں آتا تھا جس کا اظہار عامۃ المسلمین بیعت کی صورت میں کرتے تھے۔ خلیفہ کو مملکتِ اسلامیہ کے نظام میں دنیاوی اور دینی ہر دو امور کے نگرانِ اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ فوج، انتظامیہ اور عدلیہ کے جملہ شعبہ جات بھی اس کے ماتحت ہوتے تھے، اس قدر وسیع اختیارات کا حامل ہوتا تھا، اور وہ قرآن و سنت کے مطابق ملکی نظام کو چلانے کا پابند تھا۔ اس کے بنیادی فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ معاشرہ میں احکام قرآنی پر عمل درآمد ہوتا رہے۔ اُسے قرآن و سنت کے احکام میں ردوبدل کا اختیار نہ تھا ہاں مجدد کی حیثیت میں وہ ان کی تشریح تفسیر اور تاویل کا مجاز

Marfat.com

تھا۔ خلیفہ کا کوئی حکم جو قرآن اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہو، واجب العمل نہ تھا بلکہ جملہ ملکی معاملات میں وہ اجماع اُمت کے فیصلوں کا پابند تھا۔

آنحضور ﷺ ہمیشہ خود نماز میں امامت فرماتے تھے صرف اپنی علالت کے دوران آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لئے مقرر فرمایا تھا، اس لئے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہمیشہ نماز میں خود امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری قرآن پاک کی رو سے ہر مسلمان پر فرض تھی جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور تم سے جو صاحب امر (حکومت) ہیں ان کی''۔ (سورہ النساء۔۵۹)

مجلس شوریٰ:

اسلامی کا سیاسی نظام شوریٰ پر مبنی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی مجلس شوریٰ کے ارکان سے امورِ سلطنت کے متعلق مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی معاملہ بغیر الرائے صحابہ کے مشورہ کے سرانجام نہ دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے۔ ''میں تم کو مجبور کروں گا کہ تم نے جو بار مجھ پر ڈالا ہے اس میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ میری حیثیت تمہارے جماعت میں صرف ایک فرد کی ہے میں نہیں چاہتا کہ تم میری خواہشات کی پیروی کرو''

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی (حصہ اول ص ۲۰۲)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیثیت ایک متولی کی رکھی ہوئی تھی اس کا اظہار آپ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ کیا ایک موقع پر فرمایا:

''تمہارے مال میں مجھ کو صرف اسی قدر حق ہے جس قدر ایک یتیم کے مال میں اس کے متولی کا ہوتا ہے اگر میں دولت مند ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا۔ اگر حاجت مند ہوں گا تو صرف ضرورت کے مطابق لوں گا۔ مجھ پر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا محاسبہ تم مجھ سے کر سکتے ہو۔ ایک یہ کہ ملک کا خراج نہ بے جا طور پر جمع کیا جائے اور نہ بے جا طور پر صرف ہونے پائے۔ دوسرے یہ کہ میں تمہاری تنخواہ بڑھاؤں، سرحدوں کی حفاظت کروں

Marfat.com

اور تم کو خطروں میں نہ ڈالوں"۔ (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۶۷)

مجلسِ شوریٰ کے ممتاز ارکان:

مجلس شوریٰ کے ممتاز ارکان یہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اس کے علاوہ اہم امور کے لئے ممتاز مہاجرین و انصار کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ مسلمان بر سر عام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوک دیا کرتے تھے۔ شوریٰ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "ایک آدمی کی رائے کچے دھاگے کی مانند ہوتی ہے۔ دو کی بٹے ہوئے دھاگوں کی مانند اور تین کی پختہ رسی کی طرح جو ٹوٹ نہیں سکتی"۔

(عین الاخبار۔ کنز العمال ج ۲۳۲ ص ۱۳)

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسمبلی ہال سیکرٹریٹ کا کام دیتی تھی۔ عمال صوبائی والیوں اور سپہ سالاروں کے نام تمام ہدایات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاری ہوتی تھیں۔

۔ جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ خلافت مشورے کے بغیر سرے سے جائز نہیں۔

(لا خلافة الا عن مشورة)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب کوئی امر پیش آتا تو ہمیشہ ارباب شوریٰ کی مجلس منعقد ہوتی تھی اور کوئی امر بغیر مشورہ اور کثرت رائے کے عمل میں نہیں آسکتا تھا۔ تمام جماعت اسلام میں اس وقت دو گروہ تھے جو کل قوم کے پیشوا تھے اور جن کو تمام عرب نے گویا اپنا قائم مقام تسلیم کر لیا تھا یعنی مہاجرین و انصار۔ مجلس شوریٰ میں ہمیشہ لازمی طور پر ان دونوں گروہ کے ارکان شریک ہوتے تھے انصار بھی دو قبیلوں میں منقسم تھے...... اوس و خزرج۔ چنانچہ ان دونوں خاندانوں کا مجلس شوریٰ میں شریک ہونا ضروری تھا۔ مجلس شوریٰ کے تمام ارکان کے نام اگرچہ ہم نہیں بتا سکتے، تاہم اس قدر معلوم ہے کہ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اس میں شامل تھے۔

مجلس شوریٰ کے انعقاد کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے ایک منادی اعلان کرتا تھا کہ ''الصلوٰۃ جامعۃ'' یعنی سب لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں، جب لوگ جمع ہو جاتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر خطبہ دیتے تھے اور بحث طلب امر پیش کیا جاتا۔ (طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ)

صوبائی نظام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں کے انتظامی اداروں کو بحال رکھا، مگر وہاں کے غیر منصفانہ طریقوں کو بدل دیا۔ آپ نے تمام اسلامی سلطنت کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ صوبے یہ تھے۔ مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ، فلسطین، فارس، خراسان، مصر اور آذربائی جان۔

☆ ہر صوبے میں کئی عہدیدار ہوتے تھے مثلاً حاکم صوبہ، چیف سیکرٹری، افسر مال، پولیس افسر، قاضی اور خزانچی، یوں تو صوبہ کا والی ہی فوج کا افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔ مگر کبھی کبھی علیحدہ سپہ سالار بھی مقرر کیا جاتا تھا۔ صوبے اضلاع میں تقسیم تھے۔ ہر ضلع میں افسر خزانہ، عامل اور قاضی مقرر تھے جو وہاں کا نظم و نسق چلاتے تھے۔

افسروں کا تقرر اور محاسبہ:

آپ رضی اللہ عنہ افسروں کے تقرر کے معاملہ میں بڑے محتاط تھے۔ قابلِ اعتماد اور لائق ترین لوگوں کو عہدے تفویض کرتے تھے اس معاملہ میں آپ کی نگاہ ایسی صحیح دقیقہ رس تھی کہ جس کام کے لئے جس کو چن لیتے اس سے بہتر آدمی نہ مل سکتا تھا۔ عہدِ فاروقی کی فتوحات اور انتظامی ترقی کی بڑی وجہ آپ رضی اللہ عنہ کا حسن انتخاب ہے۔ تقرر سے پہلے اس کی جائیداد کی فہرست لے جا کر چار گواہوں کے دستخط ثبت کروا لیتے تھے۔ اور عام ہدایات کے علاوہ یہ شرائط اسے بتا دیتے تھے۔ ۱- وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔

Marfat.com

۲-باریک کپڑا نہ پہنے گا۔۳-چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔۴-دروازہ پر دربان مقرر نہ کرے گا۔(تاریخ طبری، سیرت عمر ابن جوزی، کتاب الخراج ص ۶۶)

☆ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت افسروں کو ہمیشہ رشوت سے بچنے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ہر سال حج کے موقع پر بڑے افسروں کو مکہ میں حاضر ہونے کا حکم تھا وہاں ان کے خلاف شکایات سنی جاتی تھیں۔ اگر کسی کے خلاف کسی قسم کی شکایت آتی تو اسے سخت سے سخت سزا دی جاتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شکایات کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن بنا رکھا تھا۔ جس افسر کے بارے میں سنتے کہ عوام اس کے پاس نہیں جا سکتے اسے فوراً الگ کر دیتے۔ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ عاملِ مصر کو بیش قیمت لباس پہننے کے جرم میں کمبل کا کرتہ پہنوا کر بکریاں چرانے پر مجبور کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عاملِ کوفہ نے محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو ڈیوڑھی میں آگ لگوا دی۔

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

محکمہ عدالت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں محکمہ عدالت کو الگ کر دیا تھا۔ نہایت عادل اور متقی لوگوں کو جج اور قاضی مقرر کرتے تھے۔ ہر ضلع اور صوبہ میں حکم دے رکھا تھا کہ ہر شخص کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ صرف معزز اور دولت مند لوگوں کو قاضی بناتے تا کہ وہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ رشوت سے بچانے کے لئے قاضیوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کو ہدایت کی تھی کہ مقدمات کا فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق کریں۔ اگر کتاب و سنت میں اس مسئلہ کا حل نہ ملے تو اجتہاد سے کام لیں۔ ابتدا میں قاضی اپنے گھر میں عدالت قائم کرتا تھا۔ لیکن بعد میں مسجد میں بیٹھ کر مقدمات کے فیصلہ کرنے لگے۔

Marfat.com

حاکم اعلیٰ ہمارا ہے خدا
اول و آخر سہارا ہے خدا

(ساغر صدیقی)

محکمہ پولیس:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شہری لوگوں کی حفاظت اور قیام امن کی خاطر محکمہ پولیس قائم کیا۔ اس عہد میں اس کا نام ''احداث'' تھا، بعد میں ''شرط'' کہلانے لگا۔ عہد فاروقی سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا رواج نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیل خانے قائم کیے۔ پولیس کا افسر اعلیٰ ''صاحب الاحداث'' کہلاتا تھا۔

محکمہ ڈاک:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری خطوط، فوجی مراسلات اور مالِ غنیمت کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لئے محکمہ ڈاک قائم کیا۔ تیز رفتار اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعے سرکاری مراسلات اور خطوط بھیجنے کا انتظامات کیا گیا۔ اس محکمے کی بدولت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں بیٹھ کر عراق، شام، فلسطین اور مصر میں اپنی فوجوں کو ہدایات بھیجا کرتے اور ان کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔

ٹکسال:

عہد فاروقی سے پہلے عرب میں سونے چاندی کے غیر ملکی سکے رائج تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں چاندی کے سکے بنائے اور اس پر عربی حروف میں عبادت کندہ کرائی۔ البتہ سونے کے سکے بنو اُمیہ کے عہد میں عبدالملک بن ولید نے بنائے تھے۔ چاندی کے سکے درہم کہلاتے تھے اور سونے کے سکے دینار۔

مالی نظام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے اسلامی سلطنت میں مالیات کا معقول بندوبست کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ مالیات کا محکمہ قائم کیا۔

Marfat.com

بیت المال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک مرکزی بیت المال اور ہر صوبے کے اہم ترین مقام پر صوبہ کا بیت المال قائم کیا۔ آپ نے بیت المال کے لئے کشادہ اور مضبوط تر عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اگرچہ مرکزی بیت المال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے بھی موجود تھا۔ مگر اس میں کچھ جمع نہ رہتا تھا۔ آپ نے بیت المال کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا آمدنی اور اخراجات کے اُصول وضع کئے۔ بیت المال کا حساب رکھنے والے ایماندار اور لائق افسر مقرر کئے۔ ہر صوبے کی آمدنی وہاں کے بیت المال میں جمع ہوتی تھی اور وہاں کے اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ مدینہ کے خزانہ میں داخل کر دیا جاتا۔ بیت المال کی آمدنی عموماً ان امورات پر صرف ہوتی تھی۔

۱-فوج کے مصارف ۲-سرکاری ملازمین ۳-عوامی وظیفے۔ ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق وظیفہ ملتا ہے ۴-رفاہِ عامہ ۵-سرکاری عمارتوں کی تعمیر ۶-قیدیوں کی کفالت ۷-سامانِ جنگ کی خرید۔

ذرائع آمدنی:

۱-زکوٰۃ: صرف مسلمانوں سے لی جاتی تھی۔ ان کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ بیت المال میں داخل کرنا پڑتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ تھی کیونکہ گھوڑوں کی تجارت نہ تھی۔ آپ کے عہد میں جب ان کی تجارت ہونے لگی تو ان پر زکوٰۃ لگا دی۔ زرعی زمین پر جو لگان اہلِ اسلام سے لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ بارانی زمین پر دسواں حصہ اور نہروں سے سینچی ہوئی زمین پر بیسواں حصہ حکومت کو دینا ہوتا ہے۔

۲-مالِ غنیمت: دشمنوں کی ہر وہ چیز جو مسلمان مجاہدوں کے ہاتھ آئی۔ مالِ غنیمت کہلاتی تھی۔ اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا۔ باقی مجاہدوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

۳-عشور: مسلم تاجر جب پڑوسی ممالک میں تجارت کے لئے جاتے تو وہاں کی حکومتیں ان سے سرمایہ کا دسواں حصہ بطور ٹیکس کے لیتی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

بھی حکم دیا کہ غیر ممالک کے تاجروں سے بھی عشور وصول کیا جائے۔ اس کا نصاب سو درہم تھا۔ ذمیوں سے ۵ فیصد اور اہل اسلام سے اڑھائی فیصد لیا جاتا تھا۔

۴۔ خراج: وہ رقم یا غلہ جو غیر مسلم رعایا سے زمین کی پیداوار میں وصول کیا جاتا تھا اسے خراج کہتے ہیں۔ خراج کی مقدار معین تھی۔ زمین کی نوعیت وحیثیت کے مطابق خراج کی شرح مقرر کی جاتی تھی۔ خراج اس زمین سے وصول کیا جاتا تھا جو فتح کے بعد غیر مسلم کاشت کاروں کے پاس رہتی تھی۔

۵۔ جزیہ: اسلامی حکومت میں اہلِ ذمہ کو فوجی خدمت پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود حکومت ان کی ذمہ دار ہوتی تھی اس حفاظت کے عوض فی کس کچھ سالانہ رقم ادا کرنا ہوتی تھی۔ اس کو جزیہ کہتے ہیں۔ صرف ان ہی لوگوں پر جزیہ عائد ہوتا ہے جو تلوار اُٹھانے کے قابل اور خوشحال ہوں۔ معذور، راہب، بوڑھے، عورتیں، بچے اور نادار لوگ جزیہ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ جزیہ کی شرح مقرر نہیں۔ اس میں حیثیت کے مطابق کمی بیشی ہوسکتی ہے اور معاف بھی ہوسکتا ہے جو ذمی فوج میں شامل ہو جائے اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔

سنِ ہجری کا آغاز:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں تاریخ شمار کرنے کے لئے کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا۔ عام طور پر کسی بڑے واقعہ یا حادثہ مثلاً اصحاب الفیل کا حملہ، جنگِ فجار سے سال اور تاریخ کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک یہی دستور رہا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حکومت کا کاروبار بہت وسیع ہو گیا اور سرکاری امور و مراسلات کے لئے باقاعدہ اور معین تاریخ کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سن ہجری کا آغاز ہوا۔ اسلامی کیلنڈر کی ابتدا حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت والے سال سے ہوئی اور اسی نسبت سے یہ سن ہجری کہلاتا ہے۔ یاد رہے کہ سن ہجری سے پہلے پارسی اور یونانی سن وغیرہ بھی رائج تھے۔ سن ہجری کی ابتدا ۲۱ ''ہجری'' میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق سن ۲۱ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک تحریر پیش

Marfat.com

ہوئی جس پر صرف ''شعبان'' کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ۔ اُسی وقت مجلسِ شوریٰ منعقد کی گئی اور سن ہجری کے متعلق فیصلہ کیا گیا اور ماہِ محرم الحرام سے ہجری سال کی ابتدا کی گئی۔

خلافتِ فاروقی میں فوجی نظام:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے پہلے فوج کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۵ ہجری میں ولید بن ہشام کے مشورہ سے محکمہ فوج قائم کر کے اسے منظم اور وسیع کیا۔ سب مجاہدوں کے نام رجسٹر میں درج کر کے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ تنخواہ کی کمی بیشی حسب مراتب تھی۔ تنخواہ داروں کی بیوی اور ان کے بچوں کو بھی وظائف ملتے تھے۔ غلاموں کو ان کے آقا کے برابر وظیفہ ملتا تھا۔ فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ۱- باقاعدہ فوج۔ ۲- رضا کار فوج۔ پہلی قسم کی فوج ہر وقت تیار رہتی تھی اور دوسری ضرورت پڑنے پر طلب کی جا سکتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کیں یہ ''جند'' کہلاتی تھیں۔ یہ فوجی مراکز مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، موصل، فسطاط اور حمص وغیرہ میں تھے۔ جہاں فوجیوں کے رہنے کے لئے مکانات، گھوڑوں کے لئے اصطبل اور چراگاہوں کا انتظام تھا۔ ان مقامات پر فوجیوں کا حساب کتاب رکھنے کے لئے علیحدہ دفتر تھے۔ رسد اور سامانِ جنگ مہیا کرنے کا معقول انتظام تھا۔ سپاہیوں کی تربیت اور جسمانی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ شروع شروع میں صرف انصار اور قریش ہی فوج میں بھرتی کئے جاتے تھے مگر بعد میں مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو بھی بھرتی کیا جانے لگا۔

فوج پیادہ اور شہسواروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ شہسوار فوج کے بازوؤں پر متعین کئے جاتے تھے۔ فوجی بکتر پہن کر تلواروں، نیزوں اور تیروں سے لڑتے تھے۔ محاصرہ کے وقت قلعہ شکن آلات استعمال کئے جاتے تھے۔ ہر فوج کا ایک سپہ سالار ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے افسر بھی۔ فوجیوں کو چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت تھی اور اس کے علاوہ اتفاقیہ چھٹی بھی ہوتی تھی۔ خبر رسانی اور جاسوسی کا عمدہ انتظام تھا۔ فوجوں کی نقل و

Marfat.com

حرکت کی خبر خلیفہ کو برابر ملتی رہتی تھی سڑکوں اور پلوں کی مرمت اور تعمیر کا کام ذمیوں کے سپرد تھا۔ فوجیوں کو مفتوحہ علاقوں میں کاشتکاری کی اجازت نہ تھی۔ عورتیں اور بچے بھی جنگ میں شریک ہو سکتے تھے۔ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمار داری کرتی تھیں۔ بچے پانی پلاتے تھے۔ حضرت عمر فوجیوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کو برابر ہدایات بھیجتے رہتے تھے۔ سپاہی کی صحت کی آپ کو ہر وقت فکر رہتی تھی۔ اس لئے آپ عمدہ آب و ہوا کے علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کرتے تھے، موسم بہار میں فوجوں کو سرسبز و شاداب اور صحت افزا مقام پر بھیجتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فوجیوں کے حالات سے باخبر رہتے تھے اور سپہ سالاروں کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ ان کی سستی یا غفلت کو بھی نظر انداز نہ کرتے تھے اور سخت تنبیہ کرتے تھے۔

ذمیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک:

کسی حکومت کے عدل و انصاف کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ اس کا طرز عمل کیا ہے اور ان کو اس حکومت میں کیا حقوق حاصل ہیں۔ اس اعتبار سے فاروقی عہد عدل و انصاف کا نمونہ تھا۔

ذمی سے مراد وہ غیر مسلم رعایا ہے جن کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی۔ یہ لوگ مفتوحہ علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ فوج میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے ان کی حفاظت کے عوض ان سے ایک رقم وصول کی جاتی تھی جسے جزیہ کہتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔ مفتوحہ علاقہ کے ذمیوں سے جو عمدہ سلوک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب کی ہمسایہ سلطنتوں کے بیشتر علاقے فتح ہوئے۔ عربی تسلط سے پہلے غیر اقوام تو درکنار خود ان کی ہم قوم رعایا سے ان سلطنتوں کا سلوک اچھا نہ تھا۔ گو اہل شام رومیوں کے ہم مذہب تھے مگر ان کی حالت بہت خراب تھی۔ انہیں اپنی ملکیتوں پر کوئی حقوق حاصل نہ تھے وہ غلامانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جس طرح ملکیت ایک شخص سے دوسرے شخص کے قبضہ میں چلی جاتی ہے اسی طرح یہ لوگ بھی بحیثیت غلام

Marfat.com

ایک مالک سے دوسرے مالک کے ہاتھوں میں چلے جاتے تھے۔ یہودیوں کی حالت تو اور بھی خراب تھی لیکن جب یہ ممالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو ان سے ایسا سلوک کیا کہ ان کی حالت ایک دم بدل گئی۔

مفتوحہ اقوام سے معاہدے:

غیر مسلموں سے اس طرح معاہدے کئے گئے جیسے کسی ہم پایہ قوم سے کئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے قانون ہی وضع نہیں کئے گئے بلکہ ان پر عمل بھی کیا گیا اور ان کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ بیت المقدس کے عیسائیوں کو از روئے قانون جو حقوق دیئے گئے وہ یہ تھے۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے بیت المقدس والوں کو دی۔ یہ امان جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہلِ مذہب کے لئے ہے نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا"۔ (تاریخ طبری)

یہ حقوق بیت المقدس والوں کے ساتھ مخصوص نہ تھے۔ بلکہ مفتوحہ اقوام کو دیئے گئے تھے۔ اہل جرجان کے ساتھ جب معاہدہ ہوا تو اس میں لکھا۔

"ان کی جان و مال اور مذہب و شریعت سب محفوظ ہے ان میں سے کسی چیز میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی"۔ (تاریخ طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمال کو ان معاہدوں کی پابندی کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فاتح شام کو لکھا "مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور ان کو نقصان پہنچانے اور ان کا مال کھانے سے روکو اور جو شرطیں ان سے کی گئی ہیں ان کو پوری کرو"۔

(کتاب الخراج امام ابویوسف)

اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے قصاص لیتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالہ کر دیا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الدرایہ۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ص۔۲۲۳) ذمیوں کی جائیداد کو کوئی نقصان پہنچتا تھا تو اس کا معاوضہ دلاتے تھے۔ ایک مرتبہ فوج نے شام کے ایک ذمی کی کھیتی باڑی پامال کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے اس کو دس ہزار روپے معاوضہ دلایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے غریب، اپاہج اور نادار مسلمانوں کو وظیفے دینے شروع کر دیئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کو بھی ایسے وظیفے دیئے۔ ایسے لوگوں کو مساکین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

جزیہ:

چونکہ ذمیوں سے فوجی خدمت نہیں لی جاتی تھی اس لئے ان کی حفاظت ونگہداشت کے عوض ان سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں سے اس کے وصول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ فوجی خدمات ادا کرتے تھے۔ اکثر معاہدوں میں اس کی تصریح ہے کہ جزیہ حفاظت کا ٹیکس ہے۔ چنانچہ اہل جرجان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں ’ہمارے ذمہ اس شرط پر تمہاری حفاظت ہے کہ تم کو بقدر استطاعت سالانہ جزیہ دینا ہوگا اور اگر ہم تم سے فوجی مدد لیں گے تو اس کے بدلہ میں جزیہ معاف کر دیا جائے گا‘‘۔

آذربائیجان کی فتح میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔

’’جو لوگ کسی سال فوج میں کام کریں گے اس سال کا جزیہ ان سے نہیں لیا جائے گا‘‘۔ چنانچہ جب ذمیوں سے فوجی خدمت لی جاتی تھی تو ان کا جزیہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایران کی فتوحات کے سلسلہ میں جب اس قسم کے مواقع پیش آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسران فوج کو لکھ بھیجا۔ ’’جن ذمی سواروں سے مدد لینے کی ضرورت ہو ان سے مدد لو اور ان کا جزیہ چھوڑ دو‘‘۔ (تاریخ طبری) جب جنگِ یرموک کے سلسلہ میں مسلمان ذمیوں کی حفاظت سے معذور ہو گئے تو جزیہ کی کل وصول شدہ رقم واپس کر دی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے انہیں اور تمام مفتوحہ اضلاع کے حکام کو لکھ بھیجا کہ جتنا جزیہ وصول ہو چکا ہے۔ سب واپس کر دیا جائے۔ (فتوح البلدان ص۔۱۴۳۔ کتاب الخراج ص ۸۱)

Marfat.com

جزیہ کی وصولی میں نرمی:

جزیہ کی وصولی میں سختی نہیں کی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی اس کا علم ہو جاتا تھا آپ رضی اللہ عنہ سختی سے روکتے تھے۔ شام کے سفر میں کسی مقام پر دیکھا کہ ذمیوں پر سختی کی جارہی ہے۔ سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہیں کیا گیا۔ پوچھا کیوں؟ معلوم ہوا ناداری کی وجہ سے۔ فرمایا: ''چھوڑ دو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں خدا انہیں قیامت کے دن عذاب دے گا''۔ (کتاب الخراج)

جن لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا:

نادرا، بے کس اور معذور اور ذمی جزیہ ادا نہیں کرتے تھے اور بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی تھی۔ حیرہ کی فتح کے موقع پر جو معاہدہ لکھا گیا اس میں تحریر تھا۔ ''اگر کوئی بوڑھا ذمی کام کرنے سے معذور ہو جائے یا آفت زدہ ہو جائے یا دولت مندی کے بعد غریب ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔

(کتاب الخراج)

یہ معاہدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس پر عمل رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے آیاتِ قرآنی ''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ (صدقات فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں) میں فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں۔ فرماتے تھے کہ بخدا یہ انصاف نہیں کہ ان لوگوں کی جوانی کی توانائی سے ہم فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں نکال دیں۔

(کتاب الخراج۔ ص ۷۲)

ذمیوں کے متعلق وصیت:

آپ رضی اللہ عنہ کو ذمیوں کا اتنا خیال تھا کہ زندگی کے آخری دور میں اپنے بعد ہونے

Marfat.com

والے خلیفہ کے لئے جو ہدایت نامہ لکھا تھا اس میں ذمیوں کے متعلق خاص طور پر یہ وصیت تھی۔

''میں ذمیوں کے حق میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کیا جائے۔ ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ (کتب حدیث)

آپ رضی اللہ عنہ کے عدل وانصاف اور رواداری کے اُصولوں پر مبنی حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ اہل ذمہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ تبدیلی مذہب میں کوئی جبر نہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عیسائی غلام کو اسلام کی تلقین کی، لیکن اُس نے اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَآ اِكْـرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ یعنی دین کی تبدیلی میں کوئی جبر نہیں۔ بعد میں اُسے آزاد کر دیا۔

(کنز العمال۔ جلد پنجم ص ۴۹)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار

''اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے'' (الحدیث)

''بلاشبہ تم سے پہلے کی اُمتوں میں کچھ لوگ محدث تھے اور میری اُمت میں اگر کوئی محدَّث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے''۔ (الحدیث)

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام کی شوکت وعظمت کا نشان تھے۔ بڑے بہادر، جرّی اور نڈر مسلمان تھے۔ اسلام کے تحفظ اور حق کی خاطر اکثر آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار بے نیام رہتی۔ ایک طرف سادگی کا یہ عالم تھا کہ لباس پر سترہ سترہ پیوند لگے ہوئے ہیں، لیکن دوسری طرف رعب ودبدبہ یہ تھا کہ قیصر وکسریٰ آپ رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے لرزتے تھے۔ ا

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ایک عام مسلمان کی سطح پر رکھتے تھے۔ ہر شخص کو ان پر تنقید کا حق حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قانون کی نظر میں سب برابر تھے۔ دروازہ پر کبھی دربان نہ بٹھایا۔ زہد و قناعت اور سادگی میں آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھے۔ بڑے صائب الرائے تھے۔ اکثر معاملات میں آپ رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا جاتا تھا۔ قرآن حکیم کی کئی آیات آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش پر نازل ہوئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے لئے خدا سے خصوصی دعا مانگی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلامی تعلیمات کی مجسم تصویر تھے۔ ایک غیر مسلم مؤرخ کی رائے ہے کہ "اگر مسلمانوں میں ایک اور عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہو جاتا تو روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی قوم نظر نہ آتی"۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اخلاق و عادات:

اسلام سے قبل ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت، حسنِ خطابت، شاعری، سپہ گری اور بہادری ایسے اوصاف سے مزین تھے جو بعض ممتاز اشخاص کا طرۂ امتیاز ہو سکتے تھے۔ لیکن حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو تقرب خاص حاصل ہوا تو وہ اعلیٰ اخلاق و عادات کی مجسم تصویر بن گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آئینہ اخلاق میں خلوص، دنیا سے اجتناب، حق پرستی، راستگوئی، تواضع اور سادگی کا عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ اوصاف آپ رضی اللہ عنہ میں ایسے راسخ تھے کہ جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاق عظیمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نمایاں نظر آتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ بلکہ یہاں تک فرمادیا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے"۔ اسی

Marfat.com

طرح حضور اکرم ﷺ نے مختلف موقعوں پر فرمایا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے خدا نے اسلام کی مدد کی۔ عمر رضی اللہ عنہ شیطان سے بھاگتا ہے۔ حق بات عمر رضی اللہ عنہ کی زبان و دل کے ساتھ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جب تک زندہ رہیں گے، فتنے کے دروازے بند رہیں گے۔ جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ہر نبی کے وزیر ہوتے ہیں۔ میرے وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اپنی خصلت میں موسیٰ علیہ السلام جیسے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اہلِ جنت کا چراغ ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی تعلیمات کی مجسم تصویر تھے۔ ان کے اخلاق و عادات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:۔

۱- حلیہ مبارک ورعب وجلال:

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سرخ وسفید تھا جس پر سرخی غالب تھی۔ قد اس قدر دراز تھا کہ پیدل بھی سوار معلوم ہوتے تھے۔ سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کا قد سب سے لمبا تھا۔ رخسارے کم گوشت، داڑھی گھنی، مونچھیں بڑی بڑی، سر کے بال سامنے سے اُڑ گئے تھے۔ (ابن خلدون جلد اول ص۔۴۰۴)

بقول سیّد امیر علی صاحب: آپ رضی اللہ عنہ کشیدہ قامت اور مضبوط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت بڑی وجیہہ، بارعب اور پر جلال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بولنے سے قوت وشوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سراپا رعب وجلال تھے، جو آپ رضی اللہ عنہ کی انتہائی حق پرستی کا نتیجہ تھا۔ لوگوں پر آپ رضی اللہ عنہ کی ہیبت چھائی رہتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر اُس شخص سے سخت رویہ اختیار کرتے جو آنحضور ﷺ سے زیادتی کرتا، دین کے معاملہ میں احتیاط نہ برتتا اور اسلام مخالف ہوتا۔ بے جا سختی سے ہمیشہ اجتناب کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سختی کی اصل وجہ حق گوئی اور حق پرستی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے ''واللہ! میرا دل اللہ تعالیٰ کے بارے میں جب نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے اور جب سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے''۔

Marfat.com

۲۔سادگی:

آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ سادگی آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک ایسا پہلو تھا کہ مخالفین واحباب سبھی حیران رہتے تھے۔ ایک طرف جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے فاتح آپ رضی اللہ عنہ سے کانپتے تھے اور اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں دم مارنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور دوسری طرف مصر وشام اور ایران کا یہ فاتح پیوند لگا ہوا کرتہ، پھٹی ہوئی پگڑی اور ٹوٹی ہوئی جوتی پہنے ہوا ہوتا تھا۔ ایک طرف قیصر و کسریٰ کے خلاف مہمات میں ہدایات دی جا رہی ہوتی تھیں اور دوسری طرف بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنے کے لئے مشک کندھوں پر ہوتی تھی اور جب تھک جاتے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کونے میں فرش پر ہی سو رہتے ...... بیت المقدس کے صلح نامہ کے وقت جب صحابہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے قیمتی لباس پہننے کی درخواست کی تاکہ دشمن کے سامنے سبکی نہ ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے'' عظیم حکمران ہونے کے باوجود جو کی نمکین روٹی، ستو، کھجور اور سادہ پانی آپ رضی اللہ عنہ کی غذا تھی۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کھانے میں زیتون کا تیل ملا دیا تو اسے تناول کرنے سے انکار کر دیا۔ خود سادگی پسند تھے اور اپنے حکام کو بھی سادگی کی تلقین کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سادگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نمونہ تھے۔

؎ مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے!
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

☆ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ''ان کے دستر خوان پر معمولی روٹی اور روغن زیتون کے سوا کوئی چیز شاذ و نادر ہی ہوتی تھی۔ آٹا گیہوں کا ہوتا اور کبھی جو کا لیکن چھنا ہوا نہ ہوتا۔ گاہے گاہے ترکاری، سرکہ، دودھ اور گوشت بھی کھاتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ان کے تہ بند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے ان میں سے ایک پیوند چمڑے کا تھا۔ فتح بیت المقدس کے

Marfat.com

موقع پر جب آپ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی قمیض میں سترہ پیوند تھے۔ مزاج میں سادگی اور بے تکلفی بے حد تھی۔ ایک مرتبہ اپنے عہدِ خلافت میں نماز عید پڑھانے جا رہے تھے اور پاؤں میں جوتا نہ تھا۔ ایک دفعہ گھر میں دیر تک رہے۔ باہر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے۔ ان ہی کپڑوں کو دھو کر خشک کر رہے تھے۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اول)

۳۔خشیت الٰہی (خوف خدا):

تمام اعلیٰ اخلاق اور محاسنِ کردار کا سرچشمہ خشیتِ الٰہی (خوف خدا) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رگ و پے میں خدا کا خوف جاری و ساری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ قیامت کے مواخذہ کے خوف سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا جنتی ہے۔ تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ ایک بدقسمت آدمی میں ہوں۔

ایک مرتبہ راہ چلتے ایک تنکا اُٹھا کر فرمایا ''کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا۔ کاش، میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ (کنز العمال جلد ششم ص ۳۴۵ بحوالہ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی) غرض یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل ہر لمحہ خوف خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔ اور عموماً نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے۔ جن میں قیامت کا ذکر اور خدا کی عظمت و جلال کا بیان ہوتا۔ اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی خدا کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تو صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ بے مواخذہ چھوٹ جاؤں'' (بخاری شریف، باب ایام الجاہلیہ)

۴۔حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قدر سچے شیدائی تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں جان و مال اولاد

Marfat.com

اور عزیز و اقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

محمد ﷺ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا

پدر، مادر، برادر، مال، جان اولاد سے پیارا

جب آنحضور ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہونا چاہا۔ جب بارہا اجازت طلب کرنے پر بھی باریابی کی اجازت نہ ملی، تو پکار کر عرض کیا، خدا کی قسم! میں حفصہ رضی اللہ عنہا (اُم المومنین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں۔ اگر آنحضور ﷺ حکم دیں تو اس کا سر قلم کر دوں۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۲۵۱)۔

آنحضور ﷺ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے جب آنحضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا۔ اور مسجد نبوی ﷺ میں حالت وارفتگی میں قسمیں کھا کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کسی کی زبان سے یہ نکلا کہ میرا محبوب آقا ﷺ دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ میں اُس کا سر اُڑا دوں گا۔ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک ﷺ یاد آ جاتا تو روتے روتے بیتاب ہو جاتے۔ ایک دفعہ سفر شام میں جب، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضور ﷺ کی یاد تازہ ہو گئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ (فتوح الشام۔ ازدی ﷫ (فتح المقدس)

۵- زہد و تقویٰ:

آپ رضی اللہ عنہ کے کردار کا سب سے روشن اور نمایاں پہلو زُہد و عبادت ہے جس کا اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اعتراف کیا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قدامت اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل ہے لیکن زہد و قناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ حکومت کے تختِ جلال پر بیٹھ کر جس زہد و قناعت کا نمونہ آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو طبیبوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ لیکن قلب متقی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینے پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ اسی حالت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی۔ جب لوگوں نے اجازت دے دی تو بیت المال سے شہد استعمال کیا۔ الغرض حضرت عمر زہد و تقویٰ کا مجسم نمونہ تھے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۶۔ متعلقینِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں تمام متعلقین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس و لحاظ اپنی اولاد سے بھی زیادہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر کرنے چاہے تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی متفقہ رائے تھی کہ بحیثیت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سب پر مقدم رکھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ماننے سے انکار کر دیا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلقِ قرب و بعد کے لحاظ سے وظائف مقرر کئے۔ چنانچہ سب سے پہلے بنی ہاشم، اُن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھا۔ اس کے بعد بنو اُمیہ، بنو عبد شمس، بنو نوفل بن عبد العزیٰ اور اپنے قبیلے بنو عدی کا پانچویں نمبر پر رکھا۔ اسی طرح تنخواہوں کی مقدار میں بھی یہی ترتیب رکھی۔ سب سے زیادہ تنخواہوں کی مقدار میں بھی یہی ترتیب رکھی۔ سب سے زیادہ تنخواہیں بدری صحابہ کی مقرر کیں۔ اگرچہ حضرت حسن اور حسین علیہ السلام ان میں سے نہ تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے تعلق سے ان کی تنخواہیں بدری صحابہ کے برابر مقرر کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے وظیفے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے جو بدری صحابی تھے، زیادہ مقرر کی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

"آنحضرت ﷺ اسامہ رضی اللہ عنہ کو تجھ سے اور اُسامہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ (کتاب الخراج)

اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مالِ غنیمت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہزار ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو صرف پانچ سو عطا کئے۔ حضرت عبد اللہ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے، میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ معرکوں میں شریک رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں، لیکن ان کے بزرگوں کا جو رتبہ ہے تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

ہیں خلیلِ خدا علیہ السلام اُن کے اجداد میں
اور حسنین رضی اللہ عنہما سے چاند اولاد میں

۷۔عدل وانصاف:

عدل وانصاف کا ایک بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے یعنی ایوانِ عدالت میں شاہ وگدا، امیر وغریب، شریف ورذیل سب ہم رتبہ سمجھے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ اس کے تجربے اور امتحان کے لئے متعدد دفعہ خود عدالت میں فریق مقدمہ بن کر گئے۔

ایک دفعہ ان میں اور ابی کعب رضی اللہ عنہ میں کچھ جھگڑا تھا۔ ابی نے زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ زید نے تعظیم کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے یہ کہہ کر ابی کے برابر بیٹھ گئے۔ ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعویٰ سے انکار تھا۔ ابی نے قاعدے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قسم لینی چاہی لیکن زید نے اُن کے رتبے کا پاس کر کے ابی سے درخواست کی کہ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرف داری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔ عدالت کے لئے خاص عمارتیں نہیں بنوائیں بلکہ مسجدوں پر اکتفا کیا (خلفائے راشدین ثلاثہ)

Marfat.com

؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(اقبال ؒ)

۸- رعایا پروری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں رعایا پروری اور بنی نوع انسان کی بہبود کے جو کام کئے وہ دنیا کے حکمرانوں کے کردار میں خال خال نظر آتے ہیں۔ پیوند لگے کپڑے پہنے اور ہاتھ میں دُرہ لئے مسلمانوں کے امیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغیر کسی محافظ اور عملے کے بے تکلف عوام میں پھرا کرتے تھے۔ ہر شخص بلا تخصیص مذہب و ملت جب چاہتا جہاں چاہتا، آپ رضی اللہ عنہ کو روک کر اپنی شکایات گوش گزار کر سکتا تھا۔ صوبائی حاکموں کو بھی تاکید تھی کہ عوام سے کھلے بندوں ملیں۔ رعایا کی شکایات اور ناپسندیدگی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے مقتدر صحابہ کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز اور فاتح ایران بھی تھے، اپنے عہدہ سے اس لئے معذول کر دیا تا کہ عوام کی حق تلفی نہ ہو۔

☆ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر لمحہ خلقِ خدا کی بہبود اور رعایا پروری کے لئے وقف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے، ان کے اہل و عیال کی خبر گیری کرتے اور بسا اوقات اُنہیں بازار سے سودا سلف بھی لا دیتے۔ مقامِ جنگ سے سپاہیوں کے خطوط مدینہ پہنچتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود وہ خطوط اہلِ فوج کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا فرد نہ ہوتا، خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے۔ اور گھر والے جو کچھ لکھاتے، لکھ دیتے۔ راتوں کو عموماً گلیوں اور بازاروں میں گشت کرتے تا کہ عام آبادی کا حال معلوم ہوتا رہے۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام حرا پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو بچے قریب بیٹھے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقتِ حال معلوم کی تو عورت نے کہا۔ میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہنڈیا چڑھا دی ہے۔ حضرت

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت مدینے آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے کر اور خود اُٹھا کر چلے۔ آپ کے غلام اسلم نے کہا۔ امیر المؤمنین! یہ سامان مجھے دے دیں، آپ کیوں اٹھائے جا رہے ہیں۔ فرمایا لیکن قیامت میں میرا بوجھ (بار) تم نہیں اُٹھاؤ گے۔ چنانچہ خود ہی سامان لئے وہاں پہنچے۔ اپنے سامنے کھانا تیار کروایا اور جب بچے کھا کر خوشی خوشی اُچھلنے کودنے لگے تو واپس لوٹے۔

☆ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمے سے رونے کی آواز آئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر بدو کے خیمے میں گئے۔ جب تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہوا اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا۔ امیر المؤمنین اپنے دوست کو مبارک باد دیجئے، بدو امیر المؤمنین کا لفظ سن کر گھبرا اُٹھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں صبح میرے پاس آنا، بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ سبحان اللہ!

☆ قارئینِ محترم! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود کو حکمران نہیں بلکہ عوام کا خادم تصور کرتے تھے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "سید القوم خادمھم" یعنی قوم کا سردار قوم کا خادم ہے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا تھے۔ کلکم راعٍ وکلکم مسؤل عن رعیتہ، یعنی تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور خلافت میں غیر معمولی مصروفیت کے باوجود مجبور، بیکس اور اپاہج لوگوں کی خدمت گزاری کے لئے وقت نکال لیا کرتے تھے۔ مدینہ کے اکثر و بیشتر نابینا اور ضعیف لوگ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری کے ممنون تھے۔ خلوص کا یہ عالم تھا کہ خود ان لوگوں کو بھی خبر نہ تھی کہ انکا محسن و مربی کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصباح امیر المؤمنین کو ایک جھونپڑے میں جاتے دیکھا، خیال ہوا کہ یہاں ان کا کیا کام۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور وہ روز اس کی خبر گیری کے لئے جایا کرتے ہیں۔

Marfat.com

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

۹-غیرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ طبعاً غیور واقع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی غیرت کا پاس ولحاظ کرتے تھے۔ معراج کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت میں ایک عالیشان طلائی قصر ملاحظہ فرمایا، جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اندر صرف اس وجہ سے تشریف نہ لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا حال معلوم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر فرمایا تو وہ رو رو کر کہنے لگے۔ میرے ماں باپ فدا ہوں۔ کیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں غیرت کروں گا۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ص ۱۸۲-۱۸۳ بحوالہ بخاری شریف، مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

☆ آیت حجاب کے نازل ہونے سے قبل عرب میں پردے کا رواج نہ تھا۔ یہاں تک کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اس بے حجابی کو نہایت ناپسند کرتی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے بار بار آنحضور سے التجا کی کہ ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم دیا جائے۔ اس خواہش کے بعد ہی آیتِ حجاب نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ کو خبر ملی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہیں تو تحریری حکم جاری کیا کہ مسلمان عورت کا غیر مذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

۱۰-رحم وعفو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں سختی سے کام لیتے تھے تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حق و باطل کے درمیان حد فاصل مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے۔ ورنہ آپ رحم وکرم، شفقت اور عفو میں مثالی انسان تھے۔ آپ نے ایسے موقعہ پر جہاں ہمدردی اور رحم کا تقاضا تھا، عملی طور پر عفو کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثال ان کے بعد آج تک نہیں ملتی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر جگہ لنگر خانے، مسافر خانے اور یتیم خانے قائم کر کے اور غرباء و مساکین اور مجبور و لاچار لوگوں کے روزینے مقرر کر کے شفقت اور رحم و کرم کا عملی نمونہ پیش کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جس شفقت اور رحمدلی کا سلوک کیا، آج مسلمان مسلمان سے نہیں کرتا۔ زندگی کے آخری لمحے تک آپ کو ذمیوں کا خیال رہا۔ چنانچہ آئندہ ہونے والے خلیفہ کے لئے وصیت کر دی کہ ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے اور ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت و مہربانی کا سلوک کیا جائے۔

رحم و کرم کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ درگزر اور عفو سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ حر بن قیس اور عینیہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے۔ عینیہ نے کہا آپ بہت سخت ہیں اور انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے۔ حر بن قیس نے کہا امیر المومنین! قرآن مجید میں تو جاہلوں کو چھوڑ دینے اور معاف کرنے کا حکم ہے۔ یہ شخص جاہل ہے، اس کی بات کا خیال نہ کیجئے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ص ۱۷۹ از شاہ معین الدین احمد ندوی بحوالہ کنز العمال)

۱۱- پابندی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے اس محبت شیفتگی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی کام میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ عبادات و معاملات کا ذکر نہیں، روزمرہ زندگی میں بھی اتباع سنت کا پورا اہتمام تھا۔ عمال کو پابندی سنت کے تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ معمولی کھانوں کے بعد جب عمدہ قسم کے کھانے لائے گئے تو ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کا جادہ مستقیم سے ہٹا دے گا۔ وسعت کے باوجود اتباع سنت کے خیال سے بڑی تنگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اب خدا نے خوشحالی عطا فرمائی ہے۔ اس لئے آپ کو نرم کپڑوں اور اچھی غذا

Marfat.com

سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جان پدر! تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسرت کی زندگی بھول گئیں۔ خدا کی قسم! میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اسلام اور کارنامے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خصوصیت:

فتوحات کی کثرت، محاصل کی فراوانی، انتظامات کی خوبی، جور و ظلم کے انسداد، عدل و انصاف، امن و امان کے قیام، ملک کی خوشحالی اور رعایا کی فارغ البالی وغیرہ تمام اوصاف و کمالات کے لحاظ سے جو کسی حکومت یا فرمانروا کے لئے طغرائے امتیاز ہو سکتے ہیں، دنیا کا کوئی حکمران فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ فتوحات سے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مذہبی بنیادوں پر ایسے آئین مرتب کر دیئے۔ ایسا عادلانہ نظام قائم کر دیا جو مسلمانوں کی جملہ سعادتوں اور ترقیوں کا ضامن تھا اور جس سے بڑھ کر عادلانہ نظام اس دور ترقی میں بھی نہیں پیش کیا جا سکتا۔ (شاہ معین الدین احمد ندوی)

ان کی حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آئین حکومت میں شاہ و گدا، شریف و رذیل، عزیز و بیگانہ سب کا ایک رتبہ تھا ''جبلہ بن الایہم غسانی'' شام کا مشہور بادشاہ تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔ کعبے کے طواف میں اُس کی چادر کا کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اُس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ ''تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی''۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس مرتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا

Marfat.com

ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا۔ اس نے کہا اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں شریف و رذیل کی کچھ تمیز نہیں تو میں اسلام سے باز آتا ہوں۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی خاطر قانون انصاف کو بدلنا نہیں چاہا۔ (الفاروق رضی اللہ عنہ جلد دوم، از علامہ شبلی نعمانی)

ایک دفعہ تمام عہدہ دارانِ ملکی کو حج کے زمانے میں طلب کیا اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہا کہ جس کسی کو ان لوگوں سے شکایت ہو پیش کرے۔ اس مجمع میں عمرو بن العاص گورنر مصر اور بڑے بڑے رتبہ کے حکام اور عمال موجود تھے۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ فلاں عامل نے بلاوجہ مجھے سو درے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اُٹھ اور اپنا بدلہ لے" عمرو بن العاص نے کہا "امیر المؤمنین! اس طریق سے تمام عمال بے دل ہو جائیں گے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" تاہم ایسا ضرور ہو گا۔ یہ کہہ کر پھر مستغیث کی طرف متوجہ ہوئے کہ "اپنا کام کر" آخر عمرو بن العاص نے مستغیث کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ دو سو دینار لے اور اپنے دعویٰ سے باز آئے۔ (الفاروق بحوالہ کتاب الخراج)

جامع اوصاف و کمالات:

نگہ بلند، سُخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور و معروف تصنیف "الفاروق" میں لکھتے ہیں "قانون فطرت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ فضائل انسانی کی مختلف انواع ہیں اور ہر فضیلت کا جدا راستہ ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک فضیلت کے لحاظ سے تمام دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتا، لیکن دیگر فضائل سے اس کو بہت کم حصہ ملا تھا۔ سکندر سب سے بڑا فاتح تھا، لیکن حکیم نہ تھا۔ ارسطو حکیم تھا لیکن کشورستاں نہ تھا۔ بڑے بڑے کمالات ایک طرف چھوٹی چھوٹی فضیلتیں بھی ایک شخص میں مشکل سے جمع ہوتی ہیں۔ بہت سے نامور گزرے ہیں جو بہادر تھے، لیکن پاکیزہ اخلاق نہ تھے۔ بہت سے پاکیزہ اخلاق تھے، لیکن صاحب تدبیر نہ تھے۔ بہت سے دونوں کے جامع تھے، لیکن علم و فضل سے بے بہرہ تھے۔

Marfat.com

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات اور مختلف حیثیتوں پر نظر ڈالو تو صاف نظر آئے گا کہ وہ سکندر بھی تھے اور ارسطو بھی۔ مسیح علیہ السلام بھی تھے اور سلیمان علیہ السلام بھی، تیمور بھی تھے اور نوشیرواں بھی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اور ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فروغِ اسلام:

☆ بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ کنویں سے میں نے کئی ڈول کھینچے۔ پھر بھرا ہوا ایک دو ڈول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھینچے لیکن اس کام میں انہوں نے کچھ ضعف محسوس کیا (اللہ ان پر کرم فرمائے) پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کئی ڈول کھینچے اور اس طرح کھینچے کہ کسی جواں مرد کو میں نے اس طرح ڈول کھینچتے نہیں دیکھا۔ پھر چاروں طرف سے پیاسے لوگ آئے اور خوب سیراب ہوئے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب میں لکھتے ہیں کہ علماء کرام کے خیال میں اس حدیث کا اشارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف ہے اور اس امر کا اظہار ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بکثرت فتوحات ہوں گی اور اسلام بہت زیادہ پھیلے گا۔

☆ بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک دوسرے مقام پر روایت بیان کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے۔ دودھ کی تازگی اور خوشبو میرے ناخنوں تک سرایت کر گئی ہے۔ پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم۔

☆ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ ”: میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، انہوں نے جو قمیض پہن رکھی ہیں وہ بعض کے سینوں تک اور بعض کی اس سے کچھ زیادہ نیچی ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ پیش کیے گئے تو ان کی قمیض زمین سے گھسٹتی جا رہی تھی“ صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ قمیض کیا تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دین۔

☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے عمر رضی اللہ عنہ! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راستے سے تم گزرو گے اُس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا بلکہ وہ دوسرے راستے سے جائے گا۔ (تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

فتوحات وتوسیع سلطنت:

جس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارِ خلافت سنبھالا شام وعراق میں مسلح تصادم کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت کامیابی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا اور ایک طرف عراق، ایران، جزیرہ خوزستان اور آذربائیجان کے تمام علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے اور دوسری طرف شام اُردن اور مصر اسلامی حکومت کا حصہ بنے اور شمالی افریقہ کے بھی بعض شہر مفتوح ہوئے۔ اس طرح اسلامی حکومت بہت وسیع ہو گئی اور دنیا بھر میں طاقت کے اعتبار سے اس کو اول حیثیت حاصل ہو گئی۔ اسلامی فتوحات کی بدولت مفتوحہ قوموں نے ظلم واستبداد سے نجات پائی اور ان کی ایک کثیر تعداد نے برضا ورغبت اسلام قبول کر کے دنیا میں نئے تمدن کی بنیادیں رکھیں۔ ایک ایسا تمدن جو معاشرتی انصاف اور تکریم انسانیت پر مبنی تھا۔

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

منظم اسلامی نظام حکومت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف فاتح ہی نہ تھے منتظم بھی تھے۔ مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا ان کے علاوہ شاید کسی اور کے بس کا روگ نہ تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پورے علاقوں کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ صوبوں کا مفصل نظام مرتب کیا۔ صوبائی سطح کے عہدیداران بھی

Marfat.com

مقرر کیے۔ان کا معیار بھی مقرر فرمایا۔عوام کے بنیادی حقوق کا خاص خیال رکھا۔حکومت کی تمام سرگرمیوں کا محور عوام کی خدمت قرار پایا خود اس فرض کو ادا کرنے کے لئے شب و روز محبت کی۔اس طرح ایک مثالی حکومت قائم کی۔ چنانچہ خلافت راشدہ کے باقی حصے میں نظام حکومت انہی خطوط پر قائم رہا۔

آزاد عدلیہ کا مقام:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عدلیہ کا ایسا ڈھانچہ مرتب فرمایا جس کی بدولت صدیوں تک عوام معاشرتی انصاف سے مستفید ہوتے رہے۔قاضیوں کو سرکاری افسروں کے کنٹرول سے آزاد رکھا اور ان کی تقرری و معزولی صرف سربراہِ مملکت کے ہاتھ میں رکھی۔معزولی کے لئے معقول وجہ کا ہونا لازمی تھا۔خود سربراہ مملکت اسی طرح عدالت میں طلب کیا جا سکتا تھا جیسے کوئی عام آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی کے تقرر کے لئے معیار مقرر کیا تا کہ صحیح معنوں میں اہل آدمی ہی انصاف کی کرسی پر بٹھائے جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کو بہت اونچی تنخواہیں اور معاشرتی تحفظ دیا تا کہ وہ انصاف کر سکیں۔ان کو تجارت وغیرہ کے مشاغل سے روک دیا تا کہ ان کے کاروباری تعلقات انہیں انصاف کی راہ سے نہ ہٹا سکیں۔

اسلام کا زمانے میں سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نظام شورائیت کا قیام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نظام مملکت کے اس ڈھانچے میں رنگ بھرا جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صدیقی میں مرتب ہوا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے مستقل طور پر شوریٰ اور مشاورتِ عامہ کا اہتمام کر کے ان کو باقاعدہ سیاسی ادارے بنا دیا۔ جن کے سامنے خود خلیفہ بھی جواب دہ ہوتا تھا اور اس طرح سے اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔

Marfat.com

فلاحی مملکت کا قیام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں حکومت کا فرض عوام کی خدمت قرار پایا۔ عوام کی کفالت، ان کے مسائل کا حل اور رفاہی امور پر توجہ کی وجہ سے آپ نے فلاحی مملکت کی بھی ایک مثالی صورت پیش کر کے دکھا دی۔ جس حکومت کا سربراہ راتوں کو گلیوں بازاروں اور جھونپڑیوں میں یہ دیکھتا پھرتا کہ کوئی آدمی ایسا تو نہیں جس کو کسی قسم کی کوئی حاجت ہو اس سے بہتر فلاح مملکت اور کون سی ہو سکتی ہے۔

بیت المال کا قیام:

آپ کا ایک اور کارنامہ باقاعدہ بیت المال کا قیام ہے اس سے پہلے جتنی آمدنی ہوتی تھی تقسیم کر دی جاتی تھی اور ضرورت کے وقت چندہ جمع کر لیا جاتا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ بیت المال قائم کیا اور تجارتی ٹیکس وغیرہ لگا کر معاشی استحکام پیدا کیا تاکہ حکومت ہر صورت حال سے فوری طور پر نپٹ سکے۔

زرعی اصلاحات:

زمین کا انتظام قرون وسطیٰ میں حکومت کا سب سے بڑا فرض رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شام، عراق اور مصر کی زمینوں کو ان کے کاشتکاروں کے قبضے میں دے کر کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ جاگیر دار طبقہ ختم ہو گیا۔ زمین کی پیمائش اور آب پاشی کے نظام کی اصلاح آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر کارنامے تھے۔

اشاعتِ اسلام:

آپ ایک حکمران ہی نہ تھے اسلامی جماعت کے سربراہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی اشاعت کے لئے مختلف ذرائع اختیار کئے۔ قرآن پاک کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں جمع کیا جا چکا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد کو قرآن پاک حفظ کرا دیا گیا۔ حدیث کی روایت کے لئے قابل اعتماد افراد متعین کر دیئے گئے۔ فقیہہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلم مقرر کیا گیا۔ اس طرح علم کے مینار تمام

Marfat.com

سلطنت کے طول وعرض میں قائم کردیئے گئے۔ اسلام کو غیر مسلموں کے سامنے بھی پیش کیا گیا اور نومسلموں کے ذہن نشین کرنے کے لئے بھی اقدامات کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے اس وقت کی مہذب دنیا کے اکثر حصے میں اسلام کے شیدائی پیدا ہو گئے۔

جیل خانہ جات:

جیل خانہ جات کا قیام خالصتاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجرموں کی اصلاح اور بہتری کے لئے جیل خانوں کی بنیاد ڈالی۔ تاکہ عادی مجرموں کو ایک اچھی فضا میں ایسی ذہنی تربیت دی جائے تاکہ وہ اچھے شہری بن سکیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا۔ ازاں بعد مملکت کے تمام اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔ جیل خانوں کے قیام کے بعد سزاؤں میں تبدیلیاں ہوئیں اور عادی شرابیوں پر حد جاری کرنے کی بجائے قید کی سزا مقرر کی گئی مثلاً ابومحجن ثقفی بار بار شراب پینے کر جرم میں ماخوذ ہوئے تو آخری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو قید کی سزا دی۔ (الفاروق ص۔ ۳۱۱ از مولانا شبلی نعمانی)

نہروں کی تعمیر:

جناب فاروقِ اعظم کے زمانے میں رفاہِ عامہ کے کاموں کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پانی کی قلت دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انہار بنوائیں گئیں۔

☆ ۱۔نہر ابوموسیٰ: بصرہ کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دریائے دجلہ سے یہ نہر نکالی گئی۔

☆ ۲۔نہر معقل: یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی تھی۔ یہ نہر حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں تیار ہوئی۔

Marfat.com

☆ ۳- نہر سعد: انبار کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے سعد بن ابی وقاص نے اس نہر کا آغاز کیا لیکن اس کی تکمیل حجاج بن یوسف کے ہاتھوں ہوئی۔

☆ ۴- نہر امیر المؤمنین: دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملانے والی یہ نہر اس وقت تعمیر کی گئی جب مصر کے خشکی راستے غلہ پہنچنے میں دیر ہوئی۔ اس نہر کی بدولت مصر سے بسرعت مدینہ منورہ پہنچا جا سکتا تھا۔ اس نہر کی لمبائی ۶۸ میل تھی۔ اس میں بڑے بڑے جہاز سفر کر سکتے تھے۔ (بعض روایات کے مطابق اس نہر کی لمبائی ۹۹ میل ہے)

حرم کعبہ کی توسیع:

حرم کعبہ کی عمارت بہت تنگ تھی۔ ۱۷ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی توسیع کروائی اور اس کے گرد دیوار کھنچوا کر عام آبادی سے الگ کیا۔ کعبہ پر نطع (عام قسم کا کپڑا) کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قباطی کا غلاف چڑھایا جو عمدہ مصری کپڑا ہوتا تھا۔ (فتوح البلدان۔ علامہ بلاذری رحمۃ اللہ علیہ)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرمت و توسیع:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی توسیع کروائی اس کا طول ۱۰۰ گز کی بجائے ۱۴۰ گز ہو گیا۔ عرض (چوڑائی) میں بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا۔ عمارت کی مرمت بھی کروائی گئی لیکن عمارت کی سادگی کو برقرار رکھا گیا۔

عمارات کی تعمیر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بے شمار عمارات تعمیر ہوئیں۔ مفتوحہ علاقوں میں مساجد، فوجی چھاؤنیاں، بارکیں اور قلعے تعمیر کیے گئے۔ سرکاری دفاتر اور بیت المال کے نئی عمارات تعمیر ہوئیں اور جیل خانے بنانے کے لئے بھی عمارات تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ شاہراہوں پر مسافر خانے تعمیر کیے گئے لیکن یہ تمام عمارات نہایت سادہ تھیں۔

نئے شہروں کی تعمیر:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں کا موثر انتظام کرنے کے لئے نئی بستیاں بھی

Marfat.com

آباد کروائیں۔ کوفہ کا مشہور شہر حیرہ کے قدیم شہر کے قریب بسایا گیا۔ اس میں مختلف قبائل کے مختلف محلے بنائے گئے۔ سیدھی سڑکیں ان محلوں کو آپس میں ملاتی تھیں۔ ہر محلے میں ایک مسجد اور مارکیٹ تھی اور شہر کے عین درمیان میں مسجد بنائی گئی۔ اس مسجد کے پاس دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا۔

اس کے علاوہ دجلہ و فرات کے سنگم پر بصرہ کا شہر بسایا گیا۔ اس شہر کے لئے اس جگہ کا انتخاب اس وجہ سے کیا گیا کہ اس کی آب و ہوا عربوں کے لئے موزوں تھی۔ اس کا نقشہ کوفہ سے مشابہ تھا۔ مصر میں فسطاط کا شہر تعمیر کیا گیا۔ یہ شہر دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ 642ء میں اس شہر کی تعمیر ہوئی۔ اس شہر کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ عربوں کو مصریوں کی عیاشیوں سے بچایا جائے نیز امیر المومنین نہیں چاہتے تھے کہ مصر کا اسلامی دارالحکومت دریائے نیل کے پار ہو۔ اس میں سب سے پہلے جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ اس کے بعد اس کے گرد مختلف قبائل کے کوارٹر تعمیر ہوئے۔

سڑکیں اور پل:

سفر کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے بہت سی سڑکیں بنوائی گئیں۔ شام کے علاقہ میں حسب ضرورت پل بھی تعمیر ہوئے۔ مدینہ اور مکہ کے درمیان راستے پر سرائیں اور چشمے تک بنائے گئے۔

فتوحات کی وسعت:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال ؒ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ 2251030 مربع میل یعنی مکہ معظمہ سے شمال کی جانب 1036 مشرق کی جانب 1087 جنوب کی جانب 483 میل تھا۔ مغرب کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حد حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں۔ اس میں شام، مصر، عراق، عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور

Marfat.com

مکران جس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ آجاتا ہے شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

اس وقت مسلمانوں میں بانی اسلام کی بدولت جو جوش، عزم، استقلال، ہمت، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہو گئی تھی اور جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا۔ روم اور فارس کی سلطنتیں عین عروج کے زمانے میں بھی ان سے ٹکر نہیں لے سکتی تھیں۔ البتہ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی مل گئی تھیں جنہوں نے فتوحات میں نہیں بلکہ قیام حکومت میں مدد دی۔ ان میں سب سے مقدم چیز مسلمانوں کی راست بازی کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ باوجود اختلاف مذہب کے ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔ یرموک کے معرکے میں مسلمان جب شام کے اضلاع سے نکلے تو تمام عیسائی رعایا نے پکارا کہ خدا تم کو پھر اس ملک میں لائے اور یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے جی قیصر اب یہاں نہیں آسکتا۔ (الفاروق۔ از علامہ شبلی نعمانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام خط:

جب عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو ایک مقررہ دن پر اہل عجم کا معمول تھا بہت سے لوگ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہماری کھیتی باڑی کا دارومدار دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے تو ایک قدیم طریقے (ٹوٹکے) کے بغیر اس میں پانی نہیں بڑھتا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ قدیم طریقہ کیا ہے انہوں نے کہا جب چاند کی گیارہ تاریخ آتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کا انتخاب کر کے اُس کے والدین کی رضامندی سے اُسے اعلیٰ درجے کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اُسے دریائے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں (پس اسی مرتبہ بھی دریا میں پانی نہیں ہے ہمیں بھینٹ چڑھانے کی اجازت دی جائے) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تمام لغو اور بے سروپا باتیں ہیں۔ اسلام تو ان تمام باطل باتوں اور واہموں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اجازت نہ دی۔ اور دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا۔ بہت سے لوگ ترک وطن

Marfat.com

پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ تم نے مصریوں کو بہت اچھا جواب دیا۔ اسلام ان تمام باتوں کو مٹانے آیا۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ بھیج رہا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط آیا تو آپ نے اس رُقعہ کو پڑھا، اس میں لکھا تھا کہ ''بندہ الٰہی عمر امیر المؤمنین کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد وقہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔'' فقط

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس رقعہ کو صلیب ستارہ کے طلوع ہونے کے پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ جب اہل مصر صبح کو خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح جاری کر دیا کہ معمول سے سولہ ۱۶ گز پانی زیادہ چڑھ گیا ہے اور اسی دن سے اہل مصر کی یہ مذموم اور جاہلانہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

(تاریخ الخلفاء۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اولیات حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مؤرخین نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایجاد کی ہوئی باتوں کو یکجا کر کے لکھا اور ان کو مؤرخین نے فاروق ''اولیاتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' سے تعبیر کیا ہے۔ قارئین محترم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولیات پر ایک علیحدہ کتاب مبسوط لکھنے کی گنجائش ہے۔ چند اولیات درج ذیل ہیں:

۱۔ عوام کو انصاف مہیا کرنے کے لئے عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔

۲۔ بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔

Marfat.com

۳- امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

۴- سن ہجری کا اجراء کیا جو آج تک جاری ہے۔

۵- محکمہ فوج قائم کیا اور رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۶- مردم شماری کرائی۔

۷- دفتر مال قائم کیا۔

۸- قابلِ کاشت زمینوں کی پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔

۹- عوام کی بہبود اور زراعت کی ترقی کے لئے نہریں کھدوائیں۔

۱۰- نئے شہر آباد کرائے یعنی کوفہ، بصرہ، جیزہ، فسطاط اور موصل۔

۱۱- ممالک مقبوضہ کو صوبوں میں تقسیم کیا۔

۱۲- عشور یعنی سامان تجارت پر ۱۰ فیصد ٹیکس کا اجرا کیا۔

۱۳- دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔

۱۴- دُرہ کے استعمال کا اجرا کیا۔

۱۵- حربی تاجروں کو ملک آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔

۱۶- جیل خانے قائم کئے۔

۱۷- راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال معلوم کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔

۱۸- پولیس کا محکمہ قائم کیا تا کہ معاشرہ میں احتساب و مواخذہ کا نظام قائم ہو۔

۱۹- جا بجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

۲۰- پرچہ نویس مقرر کیے۔

۲۱- گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مخنث کی تمیز قائم کی جو عرب میں نہ تھی۔

۲۲- مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لئے چوکیاں اور سرائیں بنوائیں۔

۲۳- مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائے۔

۲۴- لاوارث اور راہ پڑے بچوں کی پرورش و پرداخت کے لئے روزینے مقرر کیے۔

Marfat.com

۲۵- مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کیے۔

۲۶- قاعدہ بنایا کہ اہل عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے۔

۲۷- مکاتب (مدارس) قائم کیے۔

۲۸- معلموں اور مدرسوں کے روزینے مقرر کیے۔

۲۹- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہ اصرار قرآن مجید کی تدوین کرائی۔

۳۰- قیاس کا اُصول قائم کیا۔

۳۱- فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیرٌ من النوم'' (نماز نیند سے بہتر ہے) کا اضافہ کیا۔

۳۲- نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔

۳۳- شراب پینے کی حد (سزا) اسی کوڑے مقرر کی۔

۳۴- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔

۳۵- بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیہ کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔

۳۶- وقت کا طریقہ ایجاد کیا۔

۳۷- نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام مسلمانوں کا اجماع کرایا۔

۳۸- مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔

۳۹- مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔

۴۰- اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۴۱- ہجو کہنے والے شاعروں کے لئے سزا مقرر کی۔

۴۲- غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا۔

۴۳- جو لونڈی صاحب اولاد ہو جائے اس کو فروخت نہ کیا جائے۔

۴۴- ترکہ اور ورثہ کے مقررہ حصوں کی تقسیم کا نفاذ فرمایا۔

۴۵- صدقہ کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا۔

۴۶- متعہ کی حرمت کو عام کیا اور اسے کسی شخص کے لئے بھی جائز نہ کیا۔

Marfat.com

۴۷۔ تین طلاقوں کو ایک ساتھ دینے پر، اس کو 'طلاق بائن' قرار دیا۔

۴۸۔ علم فقہ کی بنیاد آپ رضی اللہ عنہ نے ہی رکھی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۲۰۴)

ذریعہ معاش:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، جاہلیت اور اسلام میں خلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے۔ جب خلیفہ ہوئے اور اُمور خلافت سے فرصت کم ملنے لگی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان کی خدمت میں وظیفہ مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ بیت المال سے اس قدر تنخواہ لے لیا کریں جو معمولی خوراک ولباس کے لئے کافی ہو۔ ۱۵ ہجری میں جب تمام عربوں کے وظائف مقرر کئے گئے تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی تنخواہ پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئی۔

عمر مبارک:

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ تریسٹھ برس اور چھ مہینے کی ہوئی۔ (ابن خلدون ج اص ۲۰۴)

فضل وکمال:

ذاتی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت ذہین، طباع، بالغ نظر، مدبّر اور صاحب الرائے تھے۔ جاہلی اور اسلامی دونوں علوم میں آپ رضی اللہ عنہ کو یکساں کمال حاصل تھا۔ فصاحت و بلاغت، انشاء و خطابت، شاعری ولسانی، سپہ گری اور بہادری وغیرہ ان تمام اوصاف وکمالات میں جو عرب میں لازمہ شرافت سمجھے جاتے تھے، آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہت سی تقریریں اور تحریریں کتابوں میں محفوظ ہیں، جن سے آپ کی فصاحت وبلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ شاعری کا نہایت بلند اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے مگر بہت کم۔ لیکن نقاد اور سخن سنج بڑے اعلیٰ درجہ کے تھے۔ ابنِ رشیق کا بیان ہے کہ

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے شعر کے سب سے بڑے نقاد اور اداشناس تھے۔
مشہور ادیب جاحظ لکھتا ہے کہ۔ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سب سے بڑے سخن سنج تھے''۔ عرب کے تمام بڑے بڑے شعراء کا کلام حفظ تھا اور اس پر ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔ امراء القیس، نابغہ اور زہیر کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ کے والد خطاب قریش کے بڑے مشہور نساب (علم الانساب کے جاننے والے) تھے۔ یہ فن آپ رضی اللہ عنہ نے انہی سے سیکھا تھا۔ چنانچہ نسب کے متعلق تمام معلومات اپنے والد ہی کے حوالہ سے بیان کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق آپ رضی اللہ عنہ کو ابتدا سے تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس زمانہ سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، جب قریش کے صرف سترہ آدمی لکھے پڑھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ عبرانی زبان بھی جانتے تھے۔

☆ ذہانت، طباعی اور اصابت رائے کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بہت سی آرائیں مذہبی احکام بن گئیں۔ متعدد اُمور میں وحی الٰہی نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔ مثلاً اسیرانِ بدر کے ساتھ طرزِ عمل، ازواجِ مطہرات کا پردہ، شراب کی حرمت، مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنانا، منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا وغیرہ۔

☆ ذہانت اور طباعی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت نکتہ رس اور دقیقہ سنج بنا دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہ احکامِ شریعت کے ایسے باریک نکتوں تک پہنچتی تھی، جن پر عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر مشکل سے پہنچ سکتی تھی۔ علم اسرارِ دین کی بنیاد آپ رضی اللہ عنہ نے ہی ڈالی۔
اس غور و فکر اور تلاش و جستجو نے آپ میں کلام اللہ کی تفسیر و تاویل اور آیاتِ قرآنی سے احکام اخذ کرنا اور استدلال کا فطری ملکہ پیدا کر دیا تھا۔

☆ فقہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند تھا۔ بلکہ اُصولِ فقہ کا فن آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ایجاد ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فقہ کے اُصول مرتبہ کر کے اجتہاد و فکر کی ایک وسیع شاہراہ قائم کر دی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو فقہ میں کمال رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے زمانہ میں ہزاروں نئے مسائل پیش آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُنہیں اپنی قوتِ اجتہاد سے حل کیا۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے فقہی مسائل کی تعداد کئی ہزار ہے جن میں سے ایک ہزار مہماتِ مسائل ہیں۔ الغرض اپنی فطرت ذہانت اور دینی بصیرت سے فقہ کو ایک مستقل فن بنا دیا۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی)

امام کے فرائض:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا رعایا امام کے حقوق ادا کرتی رہتی ہے، جب تک امام اللہ کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے جب امام عیش کرنے لگتا ہے تو وہ بھی عیش کرنے لگتے ہیں۔

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد اسلم نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اے اسلم! مجھے عمر رضی اللہ عنہ کا حال بتلاؤ۔ اسلم نے کہا کہ میں نے انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے بعض حالات بتلائے تو عبداللہ نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اتنا زیادہ کوشش کرنے والا اور اتنا زیادہ سخی ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جائے۔ (طبقات ابن سعد)

جو کہہ دیا وہ ہو گیا:

ربیعہ بن اُمیہ بن خلف نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا ”میں نے خواب میں دیکھا کہ ”میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں، پھر میدان سے نکل کر میں ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا ہوں جہاں دور دور تک سبزے کا نام ونشان نہیں ہے“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”تو ایمان لائے گا، پھر کافر ہو جائے گا اور کفر ہی کی حالت میں مرے گا۔

اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر وہ بولا ”میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا میں نے تو یونہی جھوٹ موٹ آپ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا ہے“۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، مگر اب یہ

Marfat.com

تعبیر (خواب کی) پوری ہو کر رہے گی"۔

مسلمان ہونے کے بعد اُس نے شراب پی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دُرے مار کر اسے شہر سے بدر کر دیا (خیبر بھیج دیا) وہ وہاں سے بھاگ کر روم پہنچا وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور حالت کفر ہی میں مرا۔ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہہ دیا وہ پورا ہو کر رہا"۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۱۷۰)

(یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے)

کون عمر رضی اللہ عنہ......؟

جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

(ترجمہ) "اگر عمر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ساری کائنات کے علم پر بھاری ہوگا"۔ (المعجم الکبیر۔۸۸۰۹)

کون عمر رضی اللہ عنہ......؟

جن کو میرے حضور نے فرمایا (ترجمہ) "میرا عمر...... اہل جنت کا سورج ہے" (حلیۃ الاولیاء۔ جلد ۶ ص ۳۳۳)

کون عمر رضی اللہ عنہ.....؟

مصر کے گورنر کے متعلق شکایت پہنچی کہ آرام پسند ہو گیا ہے، باریک لباس پہننا اور گھوڑوں پر سواریاں کرتا ہے تو آپ نے اسے اپنی بارگاہ میں طلب کر لیا۔ جب وہ آیا تو مصر کے گورنر کو اندر لے گئے اور ٹاٹ کا کپڑا دے کر فرمایا یہ باریک لباس اُتار اور یہ ٹاٹ کا کپڑا پہن اور یہ بکریوں کا ریوڑ کھڑا ہے اس کو لے کر جنگل میں جا......اور بکریاں چرا......تو انسانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جب اس قابل بنے گا تو پھر دیکھیں گے۔

ہوتی نہ محمدؐ پہ اگر ختم رسالت
فاروق تھے اس عظمت کبریٰ کے سزاوار

Marfat.com

کون عمر رضی اللہ عنہ......؟

جس کی قد آور شخصیت کے سامنے ہر فراز نشیب معلوم ہوتا ہے۔ دشت وجبل کی وسعتیں نگاہِ عمر کے سامنے سمٹ جاتی تھیں۔ جزیرہ عرب سے لے کر ساحل مکران تک تمام حکام ان کے رعب سے سہمے ہوئے رہتے تھے۔ عہد عمر کی تہذیب، قانون معیشت، عوام کی خوشحالی اور فتوحات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ اگر مسلمانوں کو ایک اور عمر مل جاتا تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

نہ تخت وتاج میں، نے لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ!
غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

خلافتِ فاروقیؓ کے عظیم جرنیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱- حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ (امین الامت)

۲- فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (شہسوار اسلام)

دو نیم اِن کی ٹھوکر نے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

☆ ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے۔ میری اُمت کے امین ابوعبیدہ ہیں۔

(ارشاد نبوی ﷺ)

☆ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سابقون الاولون، مہاجرین اولین، اصحاب بدر، اصحاب عشرہ مبشرہ اور ''اصحاب الشجرہ'' میں سے ایک ہیں۔

☆ ''خدا کی قسم تم ان لوگوں میں سے ہو جو اللہ سے بہت ڈرتے ہیں''۔

(ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سارے شام کا والی مقرر کیا۔

☆ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر اندیش اور ان پر سب سے بڑھ کر شفیق تھے۔ (حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

سیّدنا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سرور کائنات ﷺ کے ان جانثاروں میں سے ہیں جن کا شمار اساطین اُمت میں ہوتا ہے۔ وہ السابقون الاولون، مہاجرین اولین، اصحاب بدر، اصحاب عشرہ مبشرہ اور اصحاب الشجرہ میں سے ایک ہیں۔ درحقیقت عہد رسالت ﷺ کا کوئی بڑے سے بڑا شرف ایسا نہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل نہ ہوا

Marfat.com

ہو۔ ان کے فضائل و مناقب اور کارہائے نمایاں اتنے زیادہ ہیں کہ سر عقیدت بے اختیار ان کی عظمت کی سامنے جھک جاتا ہے۔

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عامر تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے شہرت پائی۔

والدِ ماجد کا نام عبداللہ تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے دادا کی نسبت سے ''ابن الجراح'' مشہور ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''امین الامت'' ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کو زبان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل نجران سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''ھٰذا امین ھٰذہِ الامت'' یہ اس اُمت کے امین ہیں۔

☆ قارئین محترم! ''امین'' وہ لقب ہے جو قرآن حکیم میں بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں کے نام کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

آپ کا خاندانی تعلق قبیلہ ''بنوفہر'' سے ہے جو قریش کی آخری شاخ ہے۔ (ابن سعد)

سلسلہ نسب یہ ہے عامر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبتہ بن حارث بن فہر۔ فہر پر سلسلہ نسب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ کا نام امیمہ بنت غنم فہریہ تھا۔ ان کو بھی قبول اسلام اور صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

ابتدائی حالات:

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہجرت مدینہ سے چالیس قبل ہوئی یعنی ہجرت مدینہ کے وقت عمر ۴۰ سال تھی۔ (واقدی)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی زمانے میں قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت تک صرف چند بزرگوں ہی نے اسلام قبول کیا تھا۔

Marfat.com

ہجرت:

دیگر سابقون الاولون کی طرح قریش کے مظالم کا شکار ہوئے۔ سرور کائنات ﷺ سے اجازت لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں کئی سال غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد مکہ واپس لوٹ آئے۔ نبی کریم ﷺ سے چند روز قبل اذن نبوی ﷺ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور اکرم ﷺ کی آمد تک قبا میں قیام کیا۔ واقدی کے بیان کے مطابق انہوں نے قبا میں حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا بن الہدم کے مکان میں قیام کیا۔

مواخات:

مدینہ منورہ میں سرور دو عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات قائم کرائی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انصاری بھائی سیّد الاوس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ (ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) اکثر مورخین اس روایت پر متفق ہیں۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت میں رسول اکرم ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کے درمیان رشتہ مواخاۃ قائم کیا۔

(کتاب الفضائل باب مواخاۃ النبی ﷺ)

بشارت جنت:

بے مثال خدمات اسلام کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں جنت کی بشارت دی ان میں سے ایک ہیں۔

عہد نبوی ﷺ میں خدمات اسلام:

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم ہوئی تو ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان اکابرین میں سے تھے جن کو ہر نوعیب کا کام سونپا جا سکتا تھا۔ غزوات میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمات جلیلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور عشق رسول ﷺ اور اطاعت الٰہی کا حق ادا کر دیا۔

Marfat.com

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

غزوہ بدر:

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اصحاب بدر کی فہرست میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے۔ لیکن اکثر مورخین اور اہل سیر نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جو مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنے آئے تھے۔

(ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ)

بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر کے موقع پر راہ حق میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کیا۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے سورۃ مجادلہ کی یہ آیات ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئیں۔ (ترجمہ آیات)

"آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے۔"

(سورۃ المجادلۃ۔ آیت ۲۲)

غزوہ اُحد:

غزوہ اُحد میں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ افراتفری کے عالم بھی ثابت قدم رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ جب ایک کافر کے وار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خود (آہنی ٹوپی) کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخساروں میں دھنس گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نہایت سرعت سے آگے بڑھے اور اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو باہر نکالا اور اس ''آپریشن'' میں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا پا کر مشرق کی جانب سے ایک پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہوا تیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے تیزی سے بھاگا اور کہا الٰہی خیر ہو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص جو مجھ سے پہلے پہنچ چکا ہے، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہے اُس موقع پر ایک کافر کے وار سے خود کی کڑیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں تھیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر یہ کڑیاں اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچیں یہاں تک کہ وہ باہر آ گئیں لیکن اس کوشش میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ (طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ)

☆ غزوۂ احزاب میں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک مستعد اور بہادر سپاہی کی حیثیت سے شرکت کی اور اس کے بعد بنو قریظہ کے استیصال میں حصہ لیا۔

☆ غزوۂ احزاب کے بعد بنو ثعلبہ اور بنو انمار کی غارت گری کے انسداد پر مامور ہوئے اور ان کے مرکز ''ذی القصہ'' پر کامیاب چھاپہ مارا۔

☆ صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعتِ رضوان میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی۔ ابنِ سعد رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ صلح نامہ حدیبیہ پر جن اصحاب نے بطور گواہ اپنے دستخط کیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اُن میں شامل تھے۔

☆ غزوۂ خیبر میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان فدائیوں میں شامل تھے جنہوں نے اپنی شمشیر زنی کا حق ادا کیا۔

قبیلہ بنو قضاعہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے دستے کا کمانڈر بنا کر بھیجا گیا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ایک دستے کے کمانڈر حضرت عمرو بن العاص تھے۔ جب یہ دونوں افواج مل گئیں۔ تو تمام لشکر کی امارت کا سوال پیدا ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اگرچہ

Marfat.com

اپنے مرتبے اور شان کے لحاظ سے پوری طرح امارت کے مستحق تھے لیکن جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خوش دلی سے ان کی قیادت قبول کر لی۔ جب یہ لشکر فتح یاب ہو کر مدینہ پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امارت کے اختلاف اور ان کی اطاعت کی کیفیت سنی تو فرمایا ''رحمہ اللہ ابا عبیدہ'' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو۔

(مدارج النبوت ج دوم)

قارئین محترم! تاریخ میں یہ واقعہ ''سریہ ذات السلاسل'' کے نام سے مشہور ہے۔

قریش کی بدعہدی کے بعد ان کے قافلوں کی نگرانی کے لئے ایک مہم ساحل سمندر کی طرف بھیجی گئی۔ تاریخ میں مہم ''سریۂ سیف البحر'' یا ''سریہ خبط'' کے نام سے مشہور ہے اور یہ آٹھ ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس مہم کی قیادت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور اس لشکر میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اسی سریہ خبط میں خوراک ختم ہونے پر درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا یہاں تک کہ ایک بہت بڑی مچھلی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ (اس مچھلی کو عنبر کہتے ہیں) اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خوراک کی ضرورت پوری کی۔

۹ ہجری میں وفد نجران نے جب ایک ''امین شخص'' کو ساتھ بھیجنے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اس مشن پر مامور کرتے ہوئے فرمایا'' ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے۔ میری اُمت کے امین ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ صحیح مسلم میں اہل نجران کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ ''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دیتے تھے''۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کو احکام دین کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو محصلِ جزیہ بنا کر بحرین بھیجا۔

☆ ۱۰ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ نے حجۃ الوداع میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف بھی حاصل کیا۔

☆ ۱۱ ہجری میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تاہم انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے سے کام لیا۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ ایک معلم بھی تھے، محصل (خراج اور دیگر واجبات وصول کرنے والے) بھی اور فوج کے کمانڈر بھی غرض دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتمد ترین اور اہل ترین اشخاص میں سے تھے۔ خصوصاً غزوات میں تو آپ رضی اللہ عنہ راہ حق کے سرفروش سپاہی ثابت ہوئے۔ اُنہوں نے ہر معرکے میں جانبازی اور فدا کاری کا حق ادا کر دیا اور اپنے جوشِ ایمانی کے بے مثال نقوش صفحہ تاریخ پر ابدالآباد تک کے لئے ثبت کر دیئے۔

قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال
یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

دورِ خلافت راشدہ میں خدمات:

ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اپنی عظمت کردار زہد و تقویٰ اور صلاحیتوں کی وجہ سے اہل مدینہ میں بہت اثر و رسوخ حاصل تھا اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ان تین افراد میں سے تھے جنہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں انتشار کی لہروں کو روکا اور آپ رضی اللہ عنہ کی تجویز و تائید سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ پر اس حد تک اعتماد تھا کہ ابولولو فیروز ایرانی کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد جب اُنہیں ''خلیفہ'' کی تلاش تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر آج ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے میں اُنہیں خلیفہ بناتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں امین الملت قرار دیا تھا''

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو حمص کی فتح پر مامور کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''ثنیۃ الوداع'' تک ان کے لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور اُنہیں ان الفاظ میں وصیت فرمائی۔

''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اچھے عمل کرنا، مجاہد بن کر رہنا، شہیدا کی موت مرنا، اللہ تعالیٰ تمہارا اعمال نامہ تمہارے دائیں ہاتھ میں دے اور دنیا و آخرت میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی

Marfat.com

ہوں، خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں جو دنیا سے مطلق کوئی لگاؤ نہیں رکھتے، جو آخرت کے طالب ہیں، اللہ نے تم پر بڑا فضل کیا ہے کہ تم مسلمانوں کی فوج لے کر اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے جا رہے ہو۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کے منکر ہیں، اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں، جھوٹے خداؤں کو پوجتے ہیں، ان سب سے جہاد کرنا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ اپنے سے کئی گنا دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بصریٰ کو فتح کرتے ہوئے جابیہ پہنچے جہاں سے رومیوں اور شامیوں کی جنگی تیاریوں اور منصوبے کے بارے میں اپنی رپورٹ دربارِ خلافت بھیجی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی۔ مشرقی محاذ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور اسلامی لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اجنادین کا معرکہ جیتا۔

معرکہ اجنادین کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق کا محاصرہ ابھی جاری تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں چند سال تک شام کے لشکر کی قیادت خالد بن ولید کرتے رہے لیکن کم و بیش پانچ سال بعد (۱۷ ہجری میں) فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا۔ قیادت کی ان تبدیلیوں سے جہاد کے مقاصد کے حصول اور مہمات کی ترتیب و کامرانی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کا بہت بڑا سبب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا منجھا ہوا اندازِ قیادت تھا جس کی وجہ سے وہ دوسری پوزیشن میں رہتے ہوئے بھی اپنی صائب رائے پیش کرتے۔ اس پر عمل کرتے اور کرواتے اور اپنے ساتھیوں کا بھرپور تعاون حاصل کرتے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی شخصیت اور صلاحیتوں کے مداح تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی پرکشش شخصیت اور سادہ اور پروقار زندگی ایک طرف رومیوں کے سفیر کو اسلام کی حقانیت کا قائل کرنے والی تھی اور دوسری طرف سرفروشانِ

Marfat.com

اسلام کو عزم جہاد دینے والی۔

☆ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے فاتح ہیں۔ جس نے ہرقل شاہ روم کو شام چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ بیت المقدس کے فاتح ہیں جو دنیا کا عظیم روحانی مرکز ہے آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں پہلی نماز وہاں پڑھی جہاں آج کل مسجد عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

☆ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فتح شام کے بعد شام کے پہلے گورنر تھے۔ وہ جرنیل بھی تھے، اچھے منتظم بھی اور دین اسلام کے مبلغ بھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر شام کے کئی شہروں میں حلقہ ہائے درس قائم ہوئے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دیتے تھے اور فقہی مسائل بتاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر اور والیٔ شام دونوں حیثیتوں میں اپنے فرائض مفوضہ نہایت حسن و خوبی سے انجام دیئے اور لوگوں پر اپنی عسکری اور انتظامی صلاحیتوں کا سکہ بٹھا دیا۔

☆ ایک مرتبہ حجاز میں ایسا زبردست قحط پڑا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے تمام گورنروں سے غلہ طلب کرنا پڑا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے غلے سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ بارگاہِ خلافت بھیج دیئے (ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ خود یہ غلہ لے کر بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے)۔ سُبحان اللہ!

امین الملت کی زندگی کا آخری معرکہ حمص کی وہ خونریز جنگ ہے جس میں ہرقل نے شام واپس لینے کی۔ آخری کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا اور اس کے بعد اُس نے کبھی شام کا رُخ نہ کیا۔

ابو عبید بن الجراح رضی اللہ عنہ کا اخلاق و کردار:

فضائل و محاسن اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نہایت ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ سبقت فی الاسلام، راہِ حق میں سرفروشی، حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شوقِ جہاد، جوانمردی، زہد و استغناء، اخلاق و ایثار، حلم و شفقت اور تدبیر و فراست ان کی کتاب سیرت کے سب سے درخشاں ابواب ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرب کے شہسوار حضرت قیس بن مکشوح کو

Marfat.com

مخاطب کر کے فرمایا۔

''میں تم کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ الامین کی قیادت میں بھیج رہا ہوں جو ایسے آدمی ہیں جن کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''امین الامت'' کا لقب دیا تھا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ اور ایک بہت بڑے جرنیل اور کامل مومن بھی تھے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا فقر و استغناء:

فاتح شام اور فاتح بیت المقدس کی شان فقر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی ''ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے فرمائش کر کے ان کے ہاں کھانا کھایا جس میں صرف چند سوکھے ہوئے ٹکڑے تھے جن کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پانی میں بھگو کر کھایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' 'شام میں آ کر سب ہی بدل گئے ہیں لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک تم ہو کہ اپنی اسی وضع پر قائم ہو۔''

ایک اور موقع پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ''الحمد للہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی نظر میں سیم وزر کی کچھ حقیقت نہیں''۔

امین الامت رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت:

۱۸ ہجری میں شام اور عراق میں طاعون کی خوفناک وبا پھیل گئی۔ یہ وبا ''طاعونِ عمواس'' کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کو اس وبا سے سخت نقصان پہنچا اور ہزاروں آدمی اس مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔ امین الملت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سپہ سالار اعظم پر بھی، جابیہ کے مقام پر فوجوں کو منتقل کرتے ہوئے، اس موذی مرض کا حملہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ واپس بلانے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ''میں مسلمانوں کی فوج

Marfat.com

میں ہوں اور میرا دل ان سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا"۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی شدت مرض میں حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور مسلمانوں کے سامنے نہایت پُر درد خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

"مسلمانو! تم پر آج ایک ایسے شخص کی جدائی کی مصیبت آ پڑی ہے جس کی مثل میں نے خدا کے بندوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ سب سے بڑھ کر درگزر کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ غل وغش سے پاک تھے۔ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر اندیش تھے اور ان پر سب سے بڑھ کر شفیق تھے۔ اس لئے تم سب ان کے واسطے رحمت اور مغفرت کی دعا کرو۔ خدا کی قسم اب ان جیسا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہوگا"۔

☆ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ بن قیس قبر میں اترے۔ اس طرح اٹھاون برس کی عمر میں یہ تاریخ ساز شخصیت مالک حقیقی سے جا ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جائے مدفن:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جائے مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں ایک جگہ ان کی قبر فحل میں بتائی ہے اور ایک دوسرے مقام پر ان کا مدفن بیسان میں بتایا ہے۔ ابنِ اثیر نے "اُسُد الغابہ" میں ان کی جائے تدفین "عمواس" بتائی ہے جو رملہ سے بیت المقدس کی جانب چار فرسخ کی مسافت پر واقع ہے لیکن انہوں نے "بیسان" والی روایت کو بھی رد نہیں کیا۔

ازواج واولاد:

ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک نکاح کیا تھا، اہلیہ کا نام ہند بنت جابر تھا۔ ان سے دو لڑکے یزید اور عمیر پیدا ہوئے، لیکن دونوں لاولد فوت ہوئے۔

ایک اور روایت میں ان کی دو بیویوں کا ذکر بھی آیا ہے تاہم ان کی نسل آگے نہ چلنے

Marfat.com

پر سب کا اتفاق ہے۔

روایت حدیث:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی چند احادیث بھی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

کرامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ:

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت ہی مشہور اور عجیب کرامت درج ذیل ہے۔

بے مثال مچھلی:

آپ تین سو مجاہدین اسلام کے لشکر پر سپہ سالار بن کر ''سیف البحر'' میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے، وہاں فوج کا راشن ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ چوبیس چوبیس گھنٹے میں ایک ایک کھجور بطور راشن کے مجاہدین کو دینے لگے۔ پھر وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ اب بھوک سے مرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ اس موقع پر آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اچانک سمندر کی طوفانی موجوں نے ساحل پر ایک بہت بڑی مچھلی کو پھینک دیا اور اس مچھلی کو یہ تین سو مجاہدین کی فوج اٹھارہ دنوں تک شکم سیر ہو کر کھاتی رہی اور اس کی چربی اپنے جسموں پر ملتی رہی، یہاں تک کہ سب لوگ تندرست اور خوب فربہ ہو گئے۔ پھر چلتے وقت اس مچھلی کا کچھ حصہ کاٹ کر اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ واپس لوٹے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھی اس مچھلی کا ایک ٹکڑا پیش کیا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق بنا کر بھیج دیا۔ یہ مچھلی کتنی بڑی تھی، لوگوں کو اس کا اندازہ بتانے کے لئے امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس مچھلی کی دو پسلیوں کو زمین میں گاڑ دیں، چنانچہ دونوں پسلیاں زمین پر گاڑ دی گئیں تو اتنی بڑی محراب بن گئی کہ اس کے نیچے سے کجاوہ بندھا ہوا اونٹ گزر گیا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۲۶ باب غزوہ سیف البحر)

Marfat.com

فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(شہسوارِ اسلام)

☆ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کو ''رجل صالح'' کا عظیم لقب مرحمت ہوا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ ''سابقون الاولون'' کی مقدس جماعت میں شامل ہیں۔

☆ اسلام لانے والے بالغ مردوں میں آپ رضی اللہ عنہ تیسرے مسلمان تھے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فضائل اور صلاحیتوں کے معترف اور مداح تھے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جن چھ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام خلافت کے لئے پیش کئے اُن میں سے ایک حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دوبارہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا والی مقرر فرمایا۔

☆ سیّدنا حضرت ابواسحٰق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور تاریخ اسلام کی مہتم بالشان ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جو شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں نہایت ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ آپ قریش کی ایک معزز شاخ بنو زہرہ کے چشم و چراغ تھے۔

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد رضی اللہ عنہ تھا۔ اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کو'

Marfat.com

"رجل صالح" کا عظیم لقب مرحمت ہوا تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ بن مرہ۔ پانچویں پشت میں کلاب بن مرہ پر ان کا سلسلہ نسب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد ابو وقاص مالک کی چچا زاد بہن تھیں۔ اس لحاظ سے ابو وقاص مالک رشتہ میں حضور کے ماموں ہوتے ہیں۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ماموں زاد بھائی ...... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی ازراہِ محبت وشفقت (ننھیالی رشتہ کی وجہ سے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام حمنہ بنت سفیان بن اُمیہ تھا اور وہ بنو امیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھیں۔

ابتدائی حالات:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تیس برس پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ سرورِ عالم کی بعثت کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عنفوانِ شباب تھا اور اُنہوں نے عمر کی صرف سترہ یا انیس منزلیں طے کی تھیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نہایت سعید فطرت عطا کی تھی۔ نزول وحی کے ساتویں روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ترغیب دلانے پر مشرف با سلام ہوئے اور "سابقون الاوّلون" کی مقدس جماعت میں شامل ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اسلام لانے والے بالغ مردوں میں وہ تیسرے مسلمان تھے۔ اور بعض روایات کے مطابق ان سے قبل چھ سات بزرگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ حمنہ کو اپنے بیٹے کے قبولِ اسلام کا حال سن کر اس قدر رنج ہوا کہ اُنہوں نے اپنے بیٹے سے قطع تعلق کر لیا اور کھانا پینا بند کر دیا ماں تین دن تک بھوکی پیاسی رہی لیکن وہ اگرچہ ان کو دیکھ کر آزردہ ہوتے تھے۔ لیکن وہ اس آزمائش پر پورے اُترے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے عرض کی "ماں تم مجھے بے حد عزیز ہو

Marfat.com

لیکن تمہارے قالب میں خواہ ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے تب بھی اسلام کو نہ چھوڑوں گا''

بارگاہِ خداوندی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شانِ استقلال ایسی مقبول ہوئی کہ عامتہ المسلمین کے لئے یہ فرمانِ الٰہی نافذ ہو گیا۔

ترجمہ آیت ''اور اگر ماں باپ تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جس کی تجھ کو خبر نہیں تو اس میں اُن کا کہا مت مان'' (العنکبوت:۸)

☆ قبولِ اسلام کے بعد والدہ کی ناراضی کے علاوہ اور بھی کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو۔ انہوں نے کفار سے گالیاں کھائیں، طعنے برداشت کیے اور جسمانی اذیتوں سے آزمائے گئے لیکن کیا مجال کہ ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش آئی ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا حلیہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہت مضبوط جسم کے انسان تھے۔ قد کوتاہ (چھوٹا) ہونے کے باوجود رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بڑا سر آپ رضی اللہ عنہ کے مدبر ہونے کی غمازی کرتا تھا اور موٹی مضبوط انگلیاں قوت بازو کی شاہد تھیں۔ جسم فربہ اور بال گھنے تھے۔ (طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ)

تیر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلے کسی کافر کا خون بہانے کا شرف آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ جب دورِ ابتلاء میں کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرادہ اونٹ کی ہڈی سے دشمنوں پر حملہ کر کے ان میں سے ایک کو لہولہان کر دیا اور باقی سب بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے۔

(ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ہجرت سے پہلے قبل حضرت سعد رضی اللہ عنہ تین سال (۷ھ سے ۱۰ھ) تک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محض اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا اور تین سال تک ان کے

Marfat.com

ساتھ سخت مصائب برداشت کرتے رہے۔

غزوات میں شرکت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کا خاندان ذوق جہاد میں بہت ممتاز تھے۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

غزوہ بدر:

غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ کے کم عمر بھائی عمیر رضی اللہ عنہ نے اصرار کر کے شرکت کی اجازت لی اور قریش کے نامور پہلوان عمرو بن عبدود کے ساتھ مقابلہ کر کے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قریش کے ناقابل شکست سردار سعد بن العاص کو جہنم رسید کیا اور تین کافروں (حارث بن وحرہ، سالم بن شماخ اور فاکہہ) کو باندھ کر (قیدی بنا کر) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اُن کی شہادت ان کے لئے صدمہ جانکاہ سے کم نہ تھی۔ لیکن وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر خاموش ہوگئے۔

صبرِ ایوبؑ کیا، گریہ یعقوب علیہ السلام کیا
ہم نے اے عشق ترے واسطے کیا کیا نہ کیا؟

غزوہ اُحد:

غزوہ احد (۳ھ) میں آپ رضی اللہ عنہ نے تیر اندازی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس وقت حفاظت کی جب مسلمان تیراندازوں کے پشت سے ہٹ جانے کے سبب خالد کے دستے نے عقب سے حملہ کر کے بہت نازک صورت پیدا کر دی تھی۔ اس موقع پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے یا سعد اِرْمِ فداكَ اَبی و اُمّی ۔ اے سعد رضی اللہ عنہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تیر چلاتے جاؤ۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سعد رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اَور کے حق میں ایسے الفاظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نہیں سنے۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ غزوہ اُحد کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں بھی دادِ شجاعت دی۔

☆ صلح حدیبیہ (۶ھ) میں انہیں بیعت رضوان کرنے والے ان چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جنہیں بارگاہِ الٰہی سے ''اصحاب الشجرہ'' کا لقب مرحمت ہوا اور کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی گئی۔

فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین صحابہ رضی اللہ عنہم کو علمبردار مقرر کیا ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ غزوہ حنین میں شرکت کا شرف بھی آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا خاص اعزاز یہ تھا کہ خطرناک ترین حالات میں آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

☆ فتح خیبر میں بھی آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے۔

☆ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ اتنے بیمار ہو گئے کہ صحت یابی کی اُمید نہ رہی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، چہرے اور شکم پر دست مبارک پھیرا اور آپ رضی اللہ عنہ صحت یاب ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک آج تک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں''۔ سُبحان اللہ!

بس یاد رہا اتنا سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا، انوار نظر آئے

اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعائیہ کلمات آپ رضی اللہ عنہ کے فاتح قادسیہ ہونے کی پیش گوئی کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سعد رضی اللہ عنہ شاید خدا تم کو بستر

Marfat.com

سے اُٹھائے اور تم سے کچھ لوگوں کو فائدہ اور کچھ کو نقصان پہنچے‘‘ (صحیح بخاری)

☆ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنا سارا مال صدقہ کر دینا چاہا لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک تہائی صدقہ کرنے کی اجازت دی۔ اور فرمایا اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار اور تونگر چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ مفلس ہوں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ میں خدمات:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں پہل کرنے والوں میں سے تھے اور انتظامی صلاحیت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو بنو ہوازن قبیلے کا عامل مقرر کیا گیا۔ اس منصب پر کئی سال فائز رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بہت عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس نازک وقت میں اسلامی لشکر کی قیادت کی جب ایران کے محاذ کی صورت بہت تشویشناک تھی۔ جسر کی جنگ میں ابوعبید رضی اللہ عنہ ثقفی شہید ہو گئے تھے۔ ایران میں نوجوان بادشاہ یزدگرد نے اقتدار سنبھال کر ایران کی قومی حمیت بیدار کی تھی اور ایک لشکر جرار تیار کر کے اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہونے کے احکامات جاری کئے تھے۔ ان حالات میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خود محاذ پر جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے اس نیت سے روانہ بھی ہو گئے لیکن بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سعد بن ابی وقاص کو سپہ سالار مقرر کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس طرح یہ جہاندیدہ اور بہادر جرنیل محاذ جنگ پر پہنچا۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

قادسیہ کی جنگ طویل ترین، سب سے زیادہ فیصلہ کن اور اہم جنگ تھی۔ تین روز کی اس جنگ میں شجاعت و بہادری کے نئے ریکارڈ قائم ہوئے۔ جنگی چالوں میں دشمن کو مات دی گئی اور کسریٰ کی عظیم فوج کی شکست سے اس کی سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں۔

Marfat.com

(تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں)

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں تاجِ سرِ دارا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

جنگ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے ایران کے تمام فوجی مراکز کو سرنگوں کیا اور ایرانی دارالحکومت مدائن کی طرف پیش قدمی کی۔ دریائے دجلہ کی طغیانی اور تند و تیز موجیں بھی لشکرِ اسلام کا راستہ نہ روک سکیں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے خدا کا نام لے کر اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ مسلمان ہنسنے کھیلتے دریا عبور کرنے لگے تو ایرانی ''دیو آ گئے'' ''دیو آ گئے'' پکارتے ہوئے راہِ فرار اختیار کر گئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

مدائن کے بعد جلولا اور دوسرے شہر فتح ہوئے اور نوادرات اور مالِ غنیمت مدینہ روانہ کر دیے گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مفتوحہ ایران کے پہلے امیر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر تک مدائن کو اپنا مرکزِ حکومت بنایا۔ پھر ۱۷ھ میں کوفہ کا شہر بسایا اور دارالامارت بھی مدائن سے کوفہ منتقل کر دیا۔ کوفہ آ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رفاہِ عام کے کاموں پر اور زیادہ توجہ دی، چھوٹی چھوٹی نہریں کھدوا کر پانی کی بہم رسانی کا نہایت عمدہ انتظام کیا، بہت سے پل اور مسافر خانے بنوائے اور اپنے ذاتی سرمائے سے کئی مکاتب اور مدارس قائم کیے۔ فوج میں تنخواہ کی تقسیم کا نہایت عمدہ انتظام کیا اور کوفہ کو فوج کی تعداد اور سامانِ حرب و ضرب کے لحاظ سے عالمِ اسلام کی سب سے بڑی چھاؤنی بنا دیا۔ ۲۱ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعض شکایات موصول ہونے پر اور ملکی مصالح کی بناء پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا اور وہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

Marfat.com

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جن چھ افراد کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا تھا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت سعد کی نسبت خصوصیت سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

''میں نے سعد رضی اللہ عنہ کو (فرائض سے) کوتاہی یا خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا۔ اگر سعد رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے منتخب ہو جائیں تو وہ اس کے اہل ہیں اور اگر وہ منتخب نہ ہوں تو جو خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد لے''۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ اس بار وہ اس منصب پر تین سال تک فائز رہے۔ ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اختلاف پیدا ہو جانے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اُنہیں اس منصب سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سیاست ملکی سے یکسر قطع تعلق کر لیا اور مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق میں عزلت گزین ہو گئے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھنے والی شورش پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن جب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا سانحہ رونما ہو کر رہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

☆ تاہم آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں شرکت سے معذرت کر لی۔ جنگ جمل میں لوگوں نے انہیں ساتھ چلنے کی دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواباً کہا: ''مجھے ایسی کوئی تلوار بتاؤ جو کافر اور مسلمان میں امتیاز کر سکے''۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ زمانہ فتنہ میں ایک دفعہ سعد رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عقبہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ اس وقت خلافت کا دعویٰ کر دیں تو ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لئے تیار ہیں''۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ ''بھتیجے ان ایک لاکھ تلواروں میں سے صرف ایک ایسی تلوار چاہتا ہوں جو کافر پر تو چلے لیکن کسی مسلمان پر نہ

Marfat.com

چلے"(البدایہ والنہایہ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عقیق کی خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر گیا تو ضعفِ پیری ان پر غالب آنا شروع ہوا۔ آخر خالق حقیقی کا بلاوا آ پہنچا اور ۵۵ھ میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا...... جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا تو وہاں کہرام مچ گیا اور ہر طرف سے لوگ جنازہ میں شرکت کے لئے اُمڈ آئے۔ والی مدینہ مروان بن الحکم نے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجروں کے سامنے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اسلام کے اس بطلِ جلیل کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ع

خدا رحمت کند ایں طینتِ پاک را

ازواج واولاد حضرت سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کثیر سے نوازا۔ اہل سیر نے ان کے اٹھارہ لڑکوں اور اٹھارہ لڑکیوں کے نام تخصیص کے ساتھ لکھے ہیں۔

اخلاق وکردار:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا چمن اخلاق گلہائے رنگ رنگ سے آراستہ تھا۔ سبقت فی الاسلام، حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غیرت دینی، صبر وتحمل، اتباع سنت، زہد وتقویٰ، شجاعت، تواضع، ایثار، سخاوت، انکسار اور حق گوئی و بے باکی ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ اُنہوں نے اُس وقت دعوتِ حق پر لبیک کہا جب ایسا کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا۔ قبول اسلام کے بعد ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، ہر وقت اپنی جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اس والہانہ محبت کی بدولت ان کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خصوصی تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ سرور کائنات ہونے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

"الٰہی اس کی دعا قبول فرمایا کر اور اس کی تیر افگنی درست رکھ"۔

Marfat.com

اس مبارک دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مستجاب الدعوات بنا دیا تھا لوگ ان سے دعائے خیر کے خواہاں رہتے تھے اور ان کی بددعا سے ڈرتے تھے۔ وہ بیمار ہوتے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔

☆ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے شوق جہاد اور شجاعت کی بناء پر لوگ ان کو ''فارس الاسلام'' (شہسوار اسلام) کہہ کر پکارتے تھے۔

☆ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے بڑے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ لیکن طبیعت میں تواضع، انکسار، حلم اور ضبط وتحمل کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تفقہ فی الدین کا خاص ملکہ عطا کیا تھا اور وہ فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس صف سے تعلق رکھتے تھے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے اساطین اُمت شامل ہیں۔ ان سے 215 احادیث مروی ہیں۔

☆ شہسوار اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بلاشبہ تاریخ اسلام کی ایک جامع کمالات وصفات شخصیت ہیں۔ ان کی سیرت اپنے اندر بے شمار پہلوئے اتباع رکھتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زہد وتقویٰ اور گمنامی کی زندگی کو پسند کیا اور اپنے آپ کو دور فتن کے فتنوں میں ملوث نہ کیا۔ ارباب سیر نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دوسرے اوصاف ومحاسن کے علاوہ ان کے ذوق عبادت، خوف خدا اور علم وفضل کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے۔ اسلامی زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جس کے متعلق ان کا کردار اور طرز عمل کوئی اعلیٰ و ارفع نمونہ پیش نہ کرتا ہو۔

؎ اُن صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم الماس پارے ہیں سب
آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں سب

Marfat.com

کراماتِ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۱- بدنصیب بوڑھا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایات لے کر امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت مدینہ منورہ میں پہنچے۔ حضرت امیر المومنین نے ان شکایات کی تحقیقات کے لئے چند معتمد صحابیوں کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا، تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح وثنا کی، مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ابوسعدہ تھا۔ اُس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا

(ترجمہ) ''یعنی یہ مالِ غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے''۔

یہ سُن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوراً ہی یہ دعا مانگی: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کی محتاجی کو دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔

عبدالملک بن عمیر تابعی کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ''ابوسعدہ'' اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ در بدر بھیک مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی جوان جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تو وہ

Marfat.com

کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں، کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ صفحہ ۸۶۵ بحوالہ بخاری و مسلم و بیہقی)

۲- دشمن صحابہ کا انجام:

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو، ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کروں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں...... آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا آپ رضی اللہ عنہ نے اُس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے، تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تا کہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چُور چُور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ جلد ۳ ص ۲۰۷ و حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۶)

۳- گستاخ کی زبان کٹ گئی:

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے، اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے، بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد مسلمانوں کی فتح مبین ہو گئی، تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے

Marfat.com

ان کی شان میں ہجواور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں

(ترجمہ اشعار) ''ہم لوگ جنگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں''۔

''ہم جب جنگ سے واپس لوٹے، تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں، لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی''۔

اس دل خراش ہجو۔ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکا یک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ اور اس کا دم نکل گیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۷، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۴۵)

۴- چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا:

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو و تلاش کیا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا، مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ ''تیرا چہرہ بگڑ جائے'' ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۶ بحوالہ ابن عساکر)

۵- ایک خارجی کی ہلاکت:

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ سن کر رنج و غم میں ڈوب گئے اور جوش میں آ کر یہ دعا کر دی کہ ''یا اللہ! اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے، تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس

Marfat.com

شخص کو اپنا قہر و غضب دکھا دے"۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا"۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۶ بحوالہ حاکم)

☆ استدعا: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بد دعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ خدا کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں، کیونکہ نیک بندوں کی بد دعائیں، بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

۶- ساٹھ ہزار کا لشکر دریا میں:

جنگ فارس میں حضرت سعد بن ابی وقاص ب اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ دوران سفر راستہ میں دریائے دجلہ کو عبور کرنے کی ضرورت پیش آ گئی اور کشتیاں موجود نہیں تھیں۔ آپ نے لشکر کو دریا میں چل دینے کا حکم دے دیا اور خود سب سے آگے آگے آپ رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے ہوئے دریا پر چلنے لگے۔

نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

لوگ آپس میں بلا جھجک ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے گھوڑوں والے گھوڑوں پر سوار، اونٹوں والے اونٹوں پر سوار، پیدل چلنے والے پاپیادہ، اپنے اپنے سامانوں کے ساتھ دریا پر اس طرح چلنے لگے جس طرح میدانوں میں قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کا بیان ہے کہ اس موقع پر ایک صحابی کا پیالہ دریا میں گر پڑا تو دریا کی موجوں نے اس پیالہ کو کنارے پر پہنچا دیا اور ان کو ان کا پیالہ مل گیا۔ اس لشکر کی کی تعداد ساٹھ ہزار پاپیادہ اور سوار کی تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۹ و طبری ج ۴ ص ۱۷۱)

Marfat.com

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اسی کرامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظم میں یہ شعر لکھا ہے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

دریا بھی اولیاء اللہ کے احکام کا فرمانبردار ہے۔

سُبحان اللہ!

Marfat.com

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مورّخین و مُستشرقین کے تبصرے

حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت اتنی بلند ہے کہ جدید مورّخین اور مستشرقین (ORIENTALISTS) بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر بہت دلچسپ تبصرے کئے ہیں۔

☆ ۱- جسٹس سیّدامیر علی جو عقیدۂ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''وہ سخت مگر منصف مزاج تھے۔ اپنے عوام کے کردار کے مکمل طور پر جاننے والے تھے اور غیر متمدن عربوں کی قیادت کی صلاحیت کے مالک تھے۔ انہوں نے حکومت کی عنان مضبوطی سے تھامے رکھی اور خانہ بدوش اور نیم مہذب قوموں کے شہری زندگی میں جانے کے بعد غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہونے کے رجحان کو سختی سے دبا دیا''۔

☆ سیّدامیر علی کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

"STERN BUT JUST, THOROUGHLY VERSED IN THE CHARACTER OF HIS PEOPLE, HE WAS SPECIALLY FITTED FOR TEH LEADERSHIP UNRULY ARABS. HE HAD HELD THE HELM WITH A STRONG HAND, AND SEVERELY REPRESSED THE NATURAL TENDENCY TO

Marfat.com

DEMORALIZATION AMONG NOMADIC TRIBES AND SEMI-CIVILIZED PEOPLE WHEN COMING IN CONTACT WITH THE LUXARY AND VICES OF CITIES".

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر سیّد امیر علی کا تبصرہ یہ تھا۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسلام کے لئے فی الواقعہ ایک سانحہ تھا''۔

"THE DEATH OF HAZRAT OMAR WAS A REAL CLAMITY TO ISLAM".

☆ ۲- سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) نے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر درج ذیل تبصرہ کیا ہے۔

''اس طرح عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اسلام کی سلطنت میں عظیم ترین تھے۔ کیونکہ آپ ہی کو حکومت کے 10 دس سالوں میں آپ کی عقلمندی صبر اور قوت سے شام مصر اور ایران فتح ہوئے''۔

"SO DIED OMAR, NEXT TO THE PROPHET THE GREATEST IN THE KINGDOM OF ISLAM, FOR IT WAS ALL WITHIN THESE TEN YEARS THAT, BY HIS WISDOM, PATIENCE AND VIGOUR, THE DOMINION ACHIEVED OF SYRIA, EGYPT AND PERSIA".

آپ رضی اللہ عنہ کی اسی عظمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اگر مسلمانوں میں ایک عمر رضی اللہ عنہ اور ہوتا تو دنیا بھر میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ہی نہ رہتا۔

☆ ۳- ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON)

عظیم مورخ ایڈورڈ گبن اپنی تصنیف ''عروج وزوال رومہ'' (THE RISE FALL OF ROMAN EMPIRES) میں رقمطراز ہے۔

''اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ روشن حقیقت نکھر کر اور اُبھر کر سامنے آجاتی ہے

Marfat.com

کہ جہاں تک دنیوی اقتدار وتفوق کا تعلق ہے۔ اسلام کے دربار میں بڑے مدوجزر آئے وہ انتہائی عروج کی چوٹیوں پر بھی متمکن ہوا اور عمیق ترین پستیوں میں بھی گرا، مگر ہوا یہ کہ اگر ایک قوم اقبال سے گری، زوال سے دوچار ہوئی اس کے بجائے کوئی اور مسلم قوم سطوت کی بلندیوں پر چمکی یہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ نہیں ہے کہ جن وحشی کفار نے آنحضرت ﷺ کے ارادت کیشوں کی گردنوں کو دبایا وہی خود فرزندانِ توحید بن گئے۔

اور اسلام کے پُرجوش پُراخلاق حامی وشیدائی وفدائی بن گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ سیاسی اسلام کا مطلع مکدر ہوا اُسی وقت مذہبی اسلام نے روشن ترین فائز المرامیاں حاصل کیں۔

☆ ۴۔ایم۔این۔رائے (M.N. ROY)

ایم۔این۔رائے لکھتا ہے: ''اسلام کے دوسرے خلیفہ راشد (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ کا منظر یہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے شام تک کا سفر ایک اُونٹ پر کیا جس پر شاہانہ سامان کی کل کائنات اونٹ کے کھردرے بالوں کا ایک خیمہ، ستو اور جَو کا ایک تھیلہ، کھجوروں کا دوسرا تھیلا، ایک چوبی پیالہ، پانی پینے کا ایک چرمی کٹورا تھا'' دیگر متعدد اغیار و مستشرقین نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک خادم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔

سفر یوں طے ہوا کہ اگر ایک منزل تک اُونٹ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تھے تو اس کی مہار خادم کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ اور دوسرے منزل پر خادم سوار ہوتا تھا اور مہار بردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے تھے۔ میری میں فقیری، سادگی اور مساوات کے فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (اسلام کا تاریخی کردار ص 15)

☆ ۵۔سٹینلے لین پول (STANLEY LANE POOLE) لکھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ طبیعت کے تیز تھے، بڑے جذباتی قسم کے انسان تھے۔ شروع میں اسلام کے شدید دشمن تھے۔ لیکن جب مسلمان ہوگئے تو آپ نے خود کو اسلام کا ایک مضبوط اور بنیادی ستون ثابت کیا''۔

Marfat.com

(آنحضرت اور اسلام۔THE PROPHET & ISLAM)
Page 13, ABRIDGED UPON ANEDITION OF)
(1879

۶- پروفیسر ایچ اے، جی فشر (PROFESSOR H.A.G FISHER) لکھتا ہے۔

i. کوئی سراغ نہیں ملتا، کہ کوئی عربی ریاست بھی تھی یا کوئی با قاعدہ فوج تھی یا یہ کہ وہاں کوئی مشترکہ سیاسی تمنا ہی تھی"۔

(مطلب یہ کہ جس زمانے میں حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اس زمانے میں کوئی عربی ریاست نہیں تھی، نہ اُس ملک کے گوشے میں کوئی با قاعدہ فوج تھی، یہ بھی تو نہیں پایا جاتا کہ کسی قبیلہ یا فرد نے اس جذبہ کا اظہار کیا ہو کہ ان کی آرزو ہے کہ اُنہیں مشترکہ طور پر سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے)۔

ii. "عرب شاعر تھے، خواب بین تھے لڑاکے تھے، تاجر تھے، مگر سیاستدان نہیں تھے"

(A HISTORY OF EUROPE PAGE: 137/138 تاریخ یورپ ص ۱۳۷-۱۳۸)۔

۷- سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) تحریر کرتا ہے۔

"نہ وہاں حکومت، نہ مرکزی نظام، نہ فوج نہ پولیس"

(حیات محمد LIFE OF MUHAMMAD)

۸- مہاتما گاندھی (MAHATAMA GANDHI)

مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "مہاتما گاندھی کو ہم نے دیکھا، ان کی گفتگو سُنی ان کی نگارشات پڑھیں۔ اُنہوں نے کہا۔

"آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثالی زندگی کو آئینہ توجہ کے سامنے لائیں وہ وسیع سلطنت کے فرمانروا تھے مگر ان کی زندگی ایک مفلس کی زندگی تھی"۔(YOUNG INDIA, 1935)

☆ مہاتما گاندھی ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو بمقام پونہ (انڈیا) تقریر کر رہے تھے اوران کی تقریر کا موضوع تھا "سادگی"۔ انہوں نے کہا: "سادگی ارباب کانگرس کا خاصہ

Marfat.com

واجارہ داری نہیں ہے۔ میں رام چندر جی اور کرشن جی کا نام نہیں لے سکتا وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی شخصیتیں (PERSONALITIES) تاریخی شخصیتیں نہیں ہیں۔ میں مجبور ہوں کہ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام لوں۔ وہ عظیم الشان فرمانروا تھے مگر اُنہوں نے فقیرانہ زندگی بسر کی"۔ (ہری جن ۱۹۳۷-HARIGON 1937)

۹- فاضل جون ڈینم پارسنز (JOHN DEN PARSONS) لکھتا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ عظیم تھے، فیاض تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروؤں نے 637ء میں بیت المقدس فتح کیا۔ اُنہوں نے عادلانہ وکریمانہ طرزِ عمل کا اظہار کیا۔ عیسائیوں کے صلیبی ستیزہ کاروں نے یروشلم کو 1099ء میں فتح کیا، اُنہوں نے مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں کو بھی اپنے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ چھٹی 6 صدی کے مسلمان گیارہویں صدی کے عیسائیوں سے بھی زیادہ مہذب تھے، ان صدیوں کے درمیانی عرصہ میں جن اشخاص نے سائنس اور تہذیب کے چراغوں کو درخشان و تاباں کیا، وہ عیسائی نہیں تھے، مسلمان تھے (BEFORE CHRIST PAGE 25-26) (ہمارا فرزند خدا یا عیسائیت قبل از مسیح (مطبوعہ لندن 1985 ص 25-26)

۱۰- مشہور شیعہ عالم جسٹس سیّد امیر علی مرحوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اُمور انتظامیہ وعدلیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"دنظم عدالت کا فریضہ دیوانی ججوں کے سپرد تھا۔ اُنہیں خلیفہ وقت مقرر کرتا تھا اور وہ گورنروں کے اثر سے آزاد ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اولین اسلامی فرمانروا ہیں جنہوں نے اپنے ججوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور اُنہوں نے ان کے فریضۂ منصبی کو انتظامی کارپرداز افسروں (EXECUTIVE OFFICERS) کے فرائض سے علیحدہ قرار دیا"۔

(مختصر تاریخ عرب SHORT HISTORY OF THE SARACENS)

۱۱- سرولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:۔

"اس کا ہر فیصلہ دانش وتدبر دور اندیشی کے میزان و پیمانہ کا آئینہ تھا۔ وہ ایک عام

Marfat.com

شیخ عرب کی مانند کفایت شعار تھا۔ منزل پر پہنچنے کے لئے اس کے خضرِ راہ دو اُصول تھے، ''سادگی اور فرض شناسی'' اس کے نظم و نسق کے امتیازی مقصد نما خدوخال ''عدل و اخلاص'' تھے۔

☆ سر ولیم میور ''سیرت فاروق'' کے حوالہ سے مزید تحریر کرتا ہے۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات کے چند گوشے یہ ہیں'' سادگی اور فرائض کی سرانجام دہی پر آمادگی، ''ان کے دورہنما اُصول تھے، آپ کے نظم و نسق کے دو روشن ترین جوہر ''غیر جانب داری اور اخلاق'' تھے۔ آپ کا احساس معدلت بڑا مضبوط تھا۔ سپہ سالاروں اور حاکموں کے باب میں آپ کا انتخاب رُو رعایت سے بالکل پاک تھا، آپ دُرّہ بدست مدینہ کی گلیوں اور منڈیوں میں گھومتے تھے۔ مجرموں کو بر سرِ عام سزا دیتے تھے بنابریں یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ ''دُرّۂ عمر رضی اللہ عنہ اپنی دہشت آفرینی میں تلوار سے زیادہ اثر خیز ہے'' اس کے باوجود آپ کا دل رقیق تھا شفیق تھا، یہ حقیقت ان گنت شواہد پر مبنی ہے۔ بیوگان و یتامیٰ کے دُکھوں کا دُور کرنا اور ان کے لئے سُکھوں کا اہتمام کرنا آپ کا نصب العین تھا۔ ایک مثال ان حقائق کو آئینہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

☆ قحط کا زمانہ تھا۔

آپ عرب میں سفر کر رہے تھے آپ کی نظر ایک غریب عورت اور اُس کے بھوکے گریہ کناں بچوں پر پڑی، کیفیت یہ تھی کہ آگ جل رہی تھی، بچے اس کے اردگرد بیٹھے تھے چُولہے پر ایک برتن تھا جو خالی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے آگاہ ہوئے تو بڑی تیز قدمی سے روٹی خریدی، گوشت خریدا، ضرورت مند خاندان میں آکر اپنے ہاتھ سے گوشت بھُونا، شوربا تیار کیا اور بھوکے بچوں کو کھلایا۔ بچے کھا پی کر ہنسنے اور کھیلنے میں مصروف ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُنہیں اس حال میں چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ (THE CALIFATE, ITS RISE, DECLINE AND FALL) (خلافت کا عروج و زوال۔ PAGE-190)۔

۱۲- ڈیوش (DEUTSCH) ولندیزی فاضل لکھتا ہے۔

Marfat.com

''قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی اعانت سے عربوں نے سکندرِ اعظم
(ROME) رُومہ کی دنیا سے زیادہ دنیا فتح کر لی، (ROME) رُومہ نے جس کام کو
صدیوں میں کیا۔ عربوں (برادرانِ اسلام) نے دس سال میں سرانجام دیا''۔

۱۳- پروفیسر رام دیو (PROFESSOR RAM DEO)

ہندوؤں کے ممتاز فاضل پروفیسر رام دیو کا بیان ہے:۔

''اصل بات یہ ہے کہ مکہ میں محمد صاحب (ﷺ) نے عربوں میں وہ بجلی بھر
دی، جو بجلی انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے''۔

۱۴- پرنسپل پنڈت ہنس راج (PRINCIPAL PANDIT HANS RAJ)

''ڈی۔اے۔وی کالج لاہور کے پرنسپل پنڈت ہنس راج کہتے ہیں:

''اسلام اور عربوں کے عروج کا سبب محمد صاحب (ﷺ) کی تعلیم ہے''۔

۱۵- LALA LAJPAT ROY (لالہ لاجپت رائے) نے کہا:

ہندوستان کو عمر رضی اللہ عنہ درکار ہے''۔

۱۶- سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) اپنی ضخیم کتاب ''خلافت''
(CALIPHATE) میں رقمطراز ہے۔

(ترجمہ): ''خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرب کے مرتد قبائل کا زور توڑا، ان کے وصال پر اسلامی افواج نے بھی شام کی سرحد کو عبور کیا تھا، (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کا آغاز کیا اُس وقت تمام عرب آپ کے تصرّف میں تھا۔ لیکن آپ نے اپنی فراست اپنے صبر و تحمل اور اپنے کس بل سے شام، مصر اور ایران پر تصرف حاصل کر لیا اور اسی حیثیت میں اپنی جان خلاقِ عالم کے سپرد کی۔ جب آپ اس عظیم مملکت کے امیر المومنین تھے۔ جس میں بازنطینی اور ایرانی سلطنت کے بعض عمدہ ترین صوبے شامل تھے''۔

وضاحت: مولانا محمد بخش مسلم رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''سر ولیم میور بہت بڑا فاضل
تھا، وہ یو۔ پی (U.P. INDIA) کا گورنر بن کے آیا۔ اس نے دو کتابیں (حیات

Marfat.com

آنحضرتؐ LIFE OF MUHAMMAD اور "خلافت" (CALIPHATE) اس خیال سے لکھیں کہ عیسائی مبلّغین ان کا مطالعہ کریں اور مسلمانوں سے مناظرات کے وقت ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ وہ پرلے درجے کا متعصب تھا، اسلام کا شدید دشمن تھا۔ نصرانیت کی اشاعت اس کا مقصدِ حیات تھا۔ لیکن وہ اس بات پر مجبور ہو گیا تھا کہ آپؐ کی عظمت کا اعتراف کرلے"۔

اللہ کی تلوار

☆ ۱۷- ہندوستان کا مایہ ناز داعیٔ انقلاب فاضل، اشتراکیت کا ممتاز عالم ہے۔ ایم۔ این۔ رائے (M.N.ROY) اپنی مشہور تصنیف HISTORICAL ROLE OF ISLAM "اسلام کا تاریخی کردار" کے صفحہ 6 پر رقمطراز ہے:

(ترجمہ) "رُومہ (ROMANEMPIRE) کی سلطنت، جس کی داغ بیل اگستس (AUGUSTAS) نے ڈالی، جانباز تراجنوں نے جس کو وسیع کیا اس اقلیم کی وسعت وعظمت، سات سو سال کی عظیم الشان اور رفیع الوقار فتوحات کا ثمرہ تھی، تاہم اس کی وُسعت اس عرب حکومت کے چند حصص کے برابر بھی نہ تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قائم ہوئی، حالانکہ یہ عربی حکومت 100 سو سال کے کم عرصہ میں قیام پذیر ہوئی (اس طرح) سکندرِ اعظم کی اقلیم خُلفائے اسلام کی سلطنت کی پہنائیوں کے ایک گوشہ کے برابر بھی نہیں تھی، ایران کی ولایت نے رُومہ کے اسلحہ کی تقریباً ایک ہزار سال تک کامیابی سے روک تھام کی، مگر اسی ولایتِ فارسی کی گردن 10 دس سال سے کم عرصے میں "سیف اللہ" کے سامنے اطاعت کے لئے جُھک گئی"۔

۱۸- مائیکل ہارٹ، ڈاکٹر DR.MICHAEL,H.HART

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ اپنی شہرہ آفاق کتاب "سو عظیم آدمی"

THE 100: ARANKING OF HTE MOST

Marfat.com

INFLUENTIAL PERSONS OF ALL TIMES".

میں رقمطراز ہے کہ:

''عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ دوسرا اور غالباً عظیم ترین مسلم خلیفہ تھا۔ وہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نوجوان ہم عصر تھا اور پیغمبر ہی کے شہر مکہ میں پیدا ہوا۔ اس کا صحیح ترین سالِ پیدائش غیر معلوم ہے۔ قیاس ہے کہ 586ء میں وہ پیدا ہوا۔

عمر رضی اللہ عنہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مذہب کا درشت ترین دشمن تھا۔ تب وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اس کا مضبوط ترین حامی بن گیا۔ (سینٹ پال کا عیسائیت کو اختیار کر لینے کا واقعہ بھی اسی نوع کا ہے) وہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی مشیر بن گیا، اور ان کی حیات میں وہ اسی اعزاز کے ساتھ رہا۔

632ء میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ اُنہوں نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی نبی کے قریبی رفیق اور خسر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق جانشینی پر صاد کیا۔ اس سے اقتدار کے لئے سرد جنگ کا امکان ختم ہو گیا۔ اور عمومی طور پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا اولین خلیفہ (نبی کا جانشین) تسلیم کر لیا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک کامیاب خلیفہ تھا لیکن وہ دو سال بعد ہی فوت ہو گیا۔ اس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر دیا تھا (جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خسر بھی تھا) اس طرح ایک بار پھر اقتدار کے لئے تنازعہ کا امکان مسترد ہو گیا۔ 634ء میں عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنا۔ یہ حکومت 644ء تک قائم رہی۔ تب ایک ایرانی غلام نے مدینہ میں اسے شہید کر دیا۔ اپنے بسترِ مرگ پر اس نے چھ افراد کی ایک مجلس بنانے کی تجویز دی، جو اس کے جانشین کا فیصلہ کرے گی۔ یوں ایک بار پھر اقتدار کے حصول کے لئے مسلح چپقلش کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مجلس نے عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بطور خلیفہ سوم منتخب کیا جو 644ء سے 665ء تک برسرِ اقتدار رہا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی 10 دس سالہ خلافت کے دوران عربوں نے انتہائی اہم فتوحات حاصل

Marfat.com

کیں۔ عرب فوجیں شام اور فلسطین پر حملہ آور ہوئیں جو تب ''بازنطینی'' سلطنت کا ایک حصہ تھے۔ 636ء میں جنگ یرموک میں عربوں نے بازنطینی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اسی برس دمشق فتح ہوا۔ دو سال بعد یروشلم بھی عرب قلمرو میں شامل ہوگیا۔ 644ء تک عربوں نے تمام فلسطین اور شام کو اپنا مطیع بنالیا تھا اور ترکی کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ 639ء میں عرب فوجوں نے مصر کو فتح کیا، جو بازنطینی سلطنت کا ایک اہم حصہ تھا۔ تین برسوں کے اندر عربوں نے مصر کی فتح کو مکمل کرلیا۔

عراق پر، جو تب ایرانیوں کی ساسانی سلطنت کا ایک جزو تھا، عربوں کے حملوں کا آغاز عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے پہلے ہو چکا تھا۔ 637ء میں عُمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عربوں کو سب سے اہم فتح جنگ قادسیہ میں حاصل ہوئی۔ 641ء تک تمام عراق عرب قلمرو کا حصہ بن چکا تھا۔ یہی نہیں عربوں نے ایران پر یورش کی اور آخری ساسانی شہنشاہ کی فوجوں کو فیصلہ کن مات دی۔ 644ء میں عُمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک مغربی ایران کا بیشتر حصہ عرب فتح کر چکے تھے۔ تاہم عُمر رضی اللہ عنہ کی وفات نے عرب فوجوں کی فتوحات کی رفتار پر کوئی اثر نہ ڈالا۔ مشرق میں اُنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایران کی فتح مکمل کرلی۔ جبکہ مغرب میں وہ شمالی افریقہ تک آگے بڑھے۔

جس قدر عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات اہم ہیں۔ اسی قدران کی برقراری بھی۔ ایران کی آبادی کا بیشتر حصہ اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا لیکن علی الاخر اس نے عرب غلامی سے آزادی حاصل کی۔ تاہم شام، عراق اور مصر ایسا نہ کرسکے۔ وہ یکسر عرب تہذیب میں ڈھل گئے اور ہنوز یہی صورت حال قائم ہے۔

بلاشبہ عمر رضی اللہ عنہ کو اس عظیم سلطنت کا انتظام سنبھالے کے لئے جو اس کی فوجوں نے فتح کی تھی، خاص حکمت عملیاں وضع کرنا پڑی تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ان مفتوحہ علاقوں' عرب خاص عسکری رعایات کے ساتھ رہیں اور یہ کہ ان کا قیام مقامی لوگوں سے علیحدہ فوجی شہروں میں ہوگا۔ جبکہ مفتوحہ لوگ مسلمانوں کو (جو بیشتر عرب ہی تھے) جزیہ ادا کریں گے اور انہیں پُر امن حالات میں رہنے دیا جائے گا۔ خاص طور پر انہیں قطعاً جبراً مسلمان

Marfat.com

کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ (ان اقدامات سے یہ امر مترشح ہے کہ عرب فتوحات مقدس جنگ کی بجائے ایک قومیت پرستانہ جذبے کے تحت لڑی گئی جنگوں کی نتیجہ تھیں۔ ہر چند کہ اس سارے عمل میں مذہبی عنصر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔)

☆ عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابیاں مؤثر ثابت ہوئیں۔ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فروغ اسلام میں عمر رضی اللہ عنہ کا نام نہایت اہم ہے۔ اس سریع الرفتار فتوحات کے بغیر شاید آج اسلام کا پھیلاؤ اس قدر ممکن نہ ہوتا۔ مزید برآں اس کے دور میں مفتوح ہونے والے علاقوں میں سے بیشتر عرب تمدن ہی کا حصہ بن گئے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کامیابیوں کا اصل محرک تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ لیکن اس میں عمر رضی اللہ عنہ کے حصے سے صرف نظر کرنا بھی ایک بڑی غلطی ہوگی۔ اس کی فتوحات (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک ہی کا نتیجہ نہیں تھیں۔ اس سے بلاشبہ کچھ پھیلاؤ عمل میں آتا لیکن ایسی عظیم وسعت عمر رضی اللہ عنہ کی شاندار قیادت کے بغیر ممکن نہیں تھی۔

اس امر میں کچھ لوگوں کو ضرور تعجب ہوگا کہ مغرب میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس طور پر معروف نہیں تاہم یہاں اس فہرست میں اسے چارلی میگنی اور جولیس سیزر جیسی مشہور شخصیات سے بلند درجہ تفویض کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام فتوحات جو عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں واقع ہوئیں، اپنے حجم اور پائیداری میں ان فتوحات کی نسبت کہیں اہم تھیں جو سیزر یا چارلی میگنی کی زیرِ قیادت ہوئیں۔

(باب ۵۲-CHAPTER-52)

(اُردو ترجمہ محمد عاصم بٹ)(THE 100)

Marfat.com

مسئلہ فدک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

ہمارے بعض دوست بڑے طمطراق سے یہ کہتے رہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے باغ فدک چھین لیا، ان پر ظلم کیا، ان کی دل آزاری کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کام میں آپ کے ہمنوا اور مؤید تھے وغیرہ وغیرہ اس موقع پر جس طرح شائستگی اور شرافت کی تمام حدود کو وہ پھاند جاتے ہیں ان کے ذکر سے میں دانستہ احتراز کرتا ہوں۔

☆ میرے پیش نظر مسئلہ کو اُلجھانا نہیں سلجھانا ہے میں شکوک وشبہات کو ہوا دے کر ماحول کو غبار آلود نہیں کرنا چاہتا بلکہ نگار حقیقت کے رخ زیبا سے نقاب اُلٹنا چاہتا ہوں۔ حق و باطل میں امتیاز کرنا آپ کا کام ہے۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فدک کیا ہے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس اس کے بعد قدم بہ قدم سوئے منزل بڑھتے چلے جائیں گے۔

اہل اسلام کو جو اموال واملاک کفار سے حاصل ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) غنیمت (۲) فئی

مال غنیمت اس کو کہتے ہیں جو لڑائی اور لشکر کشی کے بعد حاصل ہو۔ اور مال فئی اس کے کہتے ہیں جو لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو۔ مالِ غنیمت اور مال فئی کی یہ تعریف متفقہ ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ دونوں قسم کے اموال کا شرعی حکم قرآن حکیم میں

Marfat.com

وضاحت سے مذکور ہے اس کے لئے ہمیں پریشان ہونے اور ورق گردانی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

دسویں پارے کی پہلی آیت میں اموالِ غنیمت کے احکام صراحۃً ذکر کر دیئے گئے ہیں

ارشاد خداوندی ہے (ترجمہ): ''اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا پانچواں حصہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول ﷺ کے لئے رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اُس پر جسے ہم نے اتارا اپنے محبوب بندے پر''۔ (سورۃ الانفال۔ 41)

اس آیت پر غور کرنے سے واضح ہو گیا کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔ چار حصے حسب الحکم مجاہدوں اور غازیوں میں تقسیم کئے جائیں گے اور پانچواں حصہ کے مصارف اس آیت میں کھول کر ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

مال فئی کے احکام سورۃ حشر کی آیت نمبر 7 میں ذکر کئے گئے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے (ترجمہ) ''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے' اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان''۔ (الحشر۔ 7)

اس سے واضح ہو گیا کہ جو اموال فئی ہوں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا...... حصہ ہے۔ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کا، اُمت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔ اموالِ فئی میں ان تمام لوگوں کو حصہ دار بنانے کی حکمت ساتھ ہی بیان فرمادی۔ تاکہ مال چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے بلکہ اس کی گردش کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو تاکہ دولت کی تقسیم سے ملت کے زیادہ سے زیادہ افراد مستفید ہوتے رہیں۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ "کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ" کے مختصر جملہ میں اسلامی نظامِ معیشت کی روح اور اس کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے سرمایہ دارانہ معیشت میں دولت سمٹ کر چند افراد کے پاس جمع ہو جاتی ہے ملک کے مٹھی بھر لوگ از حد متمول ہو جاتے ہیں اور قوم کے باقی افراد عسرت و تنگ دستی کا شکار بن جاتے ہیں۔ اسلام نے سرمایہ داری کی پہلے ہی بیخ کنی کر دی اور اسلامی معاشرہ کا مزاج اس طرح تیار کیا کہ وہ وہاں سرمایہ داری پنپ ہی نہ سکے۔ دولت کو چند ہاتھوں میں مجتمع ہونے سے روکنے کے لئے قبل از وقت احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور حفاظتی بند باندھ دیئے اس طرح نہ دولت سمٹے گی اور نہ قوم از حد امیر اور از حد غریب طبقوں میں بٹے گی نہ ان میں حسد و تباغض کی آگ سلگے گی اور نہ وہ وقت آئے گا کہ غربت کے ماروں کا پیمانہ صبر چھلکنے لگے اور وہ بے اختیار و بے قابو ہو کر آمادۂ بغاوت ہو جائیں اور اپنے ہاتھوں اپنی قوم کے خون کے دریا بہادیں۔

غنیمت اور فئی کا مفہوم اور ان کے قرآنی احکام ذہن نشین کرنے کے بعد آگے چلیے۔

اہل سنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ کیونکہ اموال فئی کے حق دار بہت سے اقسام کے لوگ ہیں ان کو متعین کرنا ممکن نہیں۔ آج ایک لڑکا یتیم ہے کل وہ بالغ ہو کر خوشحال ہو جاتا ہے آج ایک شخص مسکین ہے۔ کل وہ دولت مند بن جاتا ہے۔ جب ایک پہلا یتیم تھا اور دوسرا مسکین تھا وہ ان اموال میں حصہ دار تھے آج ان کی جگہ دوسرے لوگ جو یتیمی اور غربت سے متصف ہیں وہ حصہ دار بن جائیں گے۔ یہی حال ذوی القربیٰ کا ہے یہی حکم ابن السبیل کا ہے، جب صورت احوال ایسی ہو تو وہ اموال وقف کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان اموال واملاک کا نظم و نسق خود حاکمِ وقت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص کیا کرتا ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ "فدک" جنگ اور لشکر کشی سے نہیں بلکہ صلح سے مسلمانوں کے تصرّف میں آیا تھا اور آیت میں بیان کردہ حکم کے مطابق یہ کسی ایک شخص یا ایک خاندان کی نجی ملکیت نہیں بلکہ اس میں مذکورہ بالا سارے اصناف حصہ دار ہیں، ورنہ دولت سمٹ

Marfat.com

کر چند ہاتھوں میں آجائے گی۔ قرآن نے "کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ" سے ارتکازِ زر سے بچنے کے لئے جو احکام نافذ کیے ہیں۔ ان کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ رحمتِ عالم ﷺ جب تک اس جہانِ فانی میں رونق افروز رہے حضور ﷺ اپنی نگرانی میں اس علاقہ کی آمدنی کو حقداروں میں تقسیم فرماتے رہے اور حضور ﷺ کی رحلت کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان باغات اور مزروعہ اراضی کی نگہداشت اور اس کی آمدنی کی تقسیم آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی آپ اپنے عہد خلافت میں حسب ارشاد خداوندی اور .... حسبِ سُنّتِ نبوی ﷺ اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہے اور یہ سلسلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور بعد میں آنے والے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں بھی اسی طرح جاری رہا اور اس طرح اسلامی نظام معشیت کی برکتوں اور سعادتوں سے اسلامی معاشرہ سیراب اور بہرہ مند ہوتا رہا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عمل حقیقت میں ارشادِ خداوندی کی تعمیل تھی اور سُنّت نبوی ﷺ کی صحیح معنوں میں اطاعت تھی اور ان حضرات پر کسی قسم کا الزام واتہام وارد نہ ہوسکتا تھا بلکہ وہ لائق صد تبریک وتحسین تھے کہ اُنہوں نے ہر قسم کے دباؤ کا مقابلہ کیا لیکن فرمانِ الٰہی اور سنت محمدی سے سَرِمُو انحراف نہ کیا۔ ہاں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو وہ قابل سرزنش ہوتے بلکہ اس وقت کا زندہ اور بیدار معاشرہ احکام الٰہی اور سُنّت نبوی ﷺ کی اس خلاف ورزی کو ہرگز برداشت نہ کرتا لیکن ہمارے ہاں تو گنگا اُلٹی بہہ رہی ہے۔ تنقید کے تیروں سے ان مردانِ پاک سرشت کو گھائل کیا جارہا ہے جنہوں نے عہدِ وفا کو نبھایا۔ راہ حق پر استقامت وثبات کے انمٹ اور درخشاں نقوش ثبت کیے۔ یہ تو ہوا اہل سنت کا موقف نظری بھی اور عملی بھی۔

اب رہے معترضین تو ان کا عقیدہ شریفہ یہ ہے کہ "فدک" جو فئی ہے یہ حضور ﷺ کی ذاتی ملکیت تھا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد اس کی وراثت صرف حضرت سیّدہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) تھیں۔ اور شیخین نے ان کو فدک کی اراضی سے محروم کرکے حضور ﷺ کی نورِ نظر اور لختِ جگر پر بڑا ظلم کیا ہے اور ان کی حق تلفی کی۔ اب خود انصاف

Marfat.com

فرمائیے اگر ایسا ہوتا تو آیت یوں ہوتی۔

مَا اَفَاضَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَهُوَ لِرَسُوْلِهٖ ۔

"کہ ان گاؤں والوں سے جو مال فئی حاصل ہو اس کا مالک اس کا رسول ہے"

بات ختم ہو جاتی اور کسی کو چون وچرا کی مجال تک نہ رہتی لیکن قرآن کی آیت تو اس طرح وہاں نہیں وہاں تو "وَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَابْنِ السَّبِيْلِ" کی لمبی چوڑی عبارت بھی موجود ہے۔

یہ لوگ اپنے دل سے پوچھیں کہ یہ کلمات کیا قرآن کی آیت کا حصہ نہیں؟ اور کیا ان کلمات کا واضح مدعا نہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یا یہ الفاظ صرف سنانے کے لئے اور لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے ہیں عمل سے ان کا کوئی سروکار نہیں؟

جب تک ہم قرآن کو اپنے خداوند کریم کا کلام مانتے ہیں ہم اس آیت کا انکار نہیں کر سکتے اور اگر انکار نہیں کر سکتے تو پھر اس داستان سرائی کے لئے وجہ جواز کیا ہے۔

یہ ایک سیدھی اور صاف بات ہے اس میں کوئی کجی نہیں کوئی زیغ نہیں کوئی ایچ پیچ نہیں یہ ایک روشن حقیقت ہے جو شک وشبہ سے بالاتر ہے پھر ہم آفتاب سے تابندہ تر حقیقت کا کیوں انکار کریں اور بے سروپا تاویلات اور من گھڑت مزعومات کی دلدل میں پھنس کر کیوں خود بھی قیامت کے روز شرمسار ہوں اور قرآن واسلام کی تعلیمات کو زک پہنچا کر باطل کو بلاوجہ غرانے کو موقع دیں۔

☆ لیکن جہاں بات کا بتنگڑ بنانا اور بال کی کھال اُتارنا محبوب مشغلہ ہو وہاں حق کی سادگی اور پرکاری کو کون خاطر میں لاتا ہے۔ سچی بات کو سننا کون گوارا کرتا ہے۔ وہاں تو ایسی ایسی ایچ اور دُور از کار تاویلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اپنی غلطی کا اعتراف تو بڑے دل گردے کا کام ہے جس کے پیش نظر صرف ملت کا شیرازہ منتشر کرنا ہو جن کے پیش نظر اپنی لیڈری کو چمکانا ہو۔ جس لغزش کے پیچھے دیرینہ جذبہ انتقام کی آگ سلگ رہی ہو وہاں عقل عیار ایسی ایسی اختراعیں کرتی ہے۔ حقائق اور حقوق کو پس پشت ڈال کر محض جذبات کر اُبھارتی ہے اور اس کے لیے دروغ بافی میں

Marfat.com

کمال کا مظاہرہ کرتی ہے کہ اچھے بھلے سراب کو چشمہ آب حیوان سمجھنے لگتے ہیں۔

اگر ایک لمحہ کے لئے یہ مان بھی لیا جائے (اگرچہ ایسا ماننا حکم خداوندی کی صریح نافرمانی ہے)

کہ فدک حضور ﷺ کی ملکیت تھا اور وصال کے بعد ان املاک کی حیثیت ایسی تھی۔ جو وارثوں میں بانٹ دی جاتی ہے تو پھر وراثت کا حق صرف سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا وعلیہا کو کیسے پہنچتا ہے اس میں تو سارے وارث حصہ دار ہوں گے۔ حضرت عباس، اُمہات المؤمنین اور دیگر ورثا بھی شریک ہوں گے صرف حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کو وارث تسلیم کرنا اور باقی ورثا کو محروم کر دینا متعدد قرآنی آیات کی صریح خلاف ورزی ہے اور ہم سیّدہ بتول کے بارے میں اس کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

جب ان لوگوں کے یہاں بھی قدم نہیں جمتے اور مقصود بر آتا دکھائی نہیں دیتا تو پھر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی فدک کی وسیع وعریض املاک اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھیں اور اُنہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اس لئے فدک وغیرہ کی واحد حقدار حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔

آپ غور فرمائیں کہ بارگاہِ رسالت میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے اس کا مطلب تو یہ ہو کہ معاذ اللہ حضور ﷺ نے باقی تمام ورثا کو محروم کرنے کے لئے فدک اپنی حیات طیبہ میں ہی حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ اور دوسرے ورثا کو محروم کر دیا۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اگر کوئی شخص ایسی بات کرتا ہے کہ اپنے ایک وارث کے نام ساری جائیداد کا انتقال کرا دیتا ہے اور باقی وارثوں کو محروم کر دیتا ہے تو اس کے اس عمل کو انتہائی مذموم اور صریح ظلم قرار دیا جاتا ہے اور اس کی اس بات سے سارے خاندان کا امن وسکون برباد ہو جاتا ہے۔

ان میں خونریزیوں اور مقدمہ بازیوں کو نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ذرا سوچیے وہ نبی برحق جو آیا ہی ظلم وزیادتی کو مٹانے کے لئے تھا جو آیا ہی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ اس کی آمد کی برکت سے ٹوٹے ہوئے دل

Marfat.com

جڑ گئے۔ دریدہ قباؤں کے چاک رفو ہو گئے۔ خاندانی عداوتوں کے آتش کدے گلزار بن گئے ایسے یمن وسعادت کے پیغامبر کے بارے میں ایسا تصور کرنا بھی انتہائی رذالت اور کمینگی ہے۔ اہل بیت کی عقیدت کا بہروپ دھار کرنا موس نبوت پر حملہ آور ہونا کہاں کی ایمانداری ہے۔ اگر نبی نے خود نعوذ باللہ اپنے خاندان کے افراد میں ظلم وعُدوان کا آغاز کیا تو ظلم وستم کی ستائی ہوئی مخلوق اپنے درد کا درماں کرنے اور اپنے زخموں پر مرہم لگوانے کہاں جائے؟

کئی دوسرے باتیں بھی ہبہ کے دعویٰ کی تردید کرتی ہیں۔ فدک کا علاقہ جو بطور فئی حضور ﷺ کے تصرف میں آیا کوئی معمولی سا علاقہ نہ تھا۔ یہ ایک وسیع وعریض خطہ ہے جس میں زرخیز میدان شاداب باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ بقولِ ملا باقر مجلسی اس کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار تھی یعنی اس وقت کے حساب کے مطابق دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خطہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا تو پھر آپ مدینہ طیبہ کی متمول اور دولت مند خواتین میں سرفہرست ہوں گے۔ حالانکہ عہد رسالت میں آپ کی عسرت اور تنگی گزران کے قصے زبان زد خاص وعام ہیں۔ آٹا خود اپنے ہاتھ سے پیستیں۔ گھر میں جھاڑو خود دیتیں کھانا پکاتیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لایا کرتیں۔

جس کی سالانہ آمدنی ڈھائی لاکھ روپیہ ہو۔ وہ تو دس بیس غلام اور کنیزیں خرید کر رکھ سکتا ہے نیز یہ روایت بھی عندالفریقین مسلّم ہے کہ ایک دفعہ چند کنیزیں اور غلام بارگاہ رسالت میں لائے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کنیز مانگنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اے میرے لختِ جگر! جب تک اہل صُفّہ کی ضرورتیں پوری نہ ہو جائیں میں تمہیں کنیز کیسے دے سکتا ہوں البتہ تمہیں کنیز سے بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں، جب سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

اس کے علاوہ کئی ایسے مواقع آئے کہ سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو خدمت

Marfat.com

دین کے لئے مال پیش کرنے کی دعوت دی اور ہر صحابی نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر بطیب خاطر مالی قربانی پیش کی لیکن کسی روایت میں یہ موجود نہیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے (ان کے قول کے مطابق) جن کی سالانہ آمدنی اڑھائی لاکھ روپیہ تھی۔ انہوں نے کبھی بھی اس میں حصہ لیا ہو۔ غزوہ تبوک کا واقعہ تو بالاتفاق خیبر و فدک کی فتح کے بعد کا ہے، اس وقت تو یقیناً آپ اتنی بڑی جاگیر کی مالک تھیں۔ مسلمانوں کی مالی حالت بڑی مخدوش تھی۔ تبوک کی مہم اخراجات کا تقاضا کر رہی تھی سید عالم رضی اللہ عنہ نے جہاد کی تیاری کے لئے مالی قربانی پیش کرنے کا جب اعلان کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہزاروں دینار لے کر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آکر ڈھیر کر دیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی جھولی میں ڈال کر مسجد کے صحن میں پھرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دعاؤں سے نوازتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر حاضر ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تو شان ہی نرالی تھی اپنا سارا اثاثہ اُٹھایا اور بوریا کا لباس پہنا۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی ایثار و خلوص کے خوب خوب مظاہرے کئے۔

لیکن کیا کوئی ایسی روایت آپ ہمیں دکھا سکتے ہیں جس میں درج ہو کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے بھی اس میں کوئی حصہ ڈالا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چندوں کے بعد ضرورت نہ رہی بلکہ قرآن تو صاف بتاتا ہے کہ بعض مجاہد میدان جنگ میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ" میرے پاس تمہاری سواری کے لئے کوئی جانور نہیں ہے۔" ناچار اُنہیں واپس ہونا پڑا۔ اس وقت ان کے رنج والم کی یہ حالت تھی۔ کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا" (کہ وہ لوٹے اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا) اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اتنی جاگیر کی مالک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کی روادار نہ تھیں۔ اس بات کو کوئی ایماندار تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں (جس گھرانے سے دُنیا نے

Marfat.com

جودوکرم اور بخشش وعطا کا سبق سیکھا ہو۔ وہاں بخل اور کنجوسی کا کیا گزر) دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اس کے اہل بیت اور اولاد کو دنیا کی لذتوں سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا، وہاں تو آخر دم تک کئی کئی دن فاقہ سے گزرتے تھے۔

کئی کئی ماہ چولہے میں آگ نہیں جلی تھی ان روشن حقائق کے سامنے کیا اس کذب وافترا کا پردہ چاک نہیں ہو جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو تمام دوسرے حق داروں کو محروم کرتے ہوئے اتنی بڑی جاگیر ہبہ کر کے مالک بنا دیا۔ محبت کے بلند بانگ دعاوی کے شوروغل میں ناموس مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عظمت اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر اس بے دردی اور بے خوفی سے شبخوں ہمارے ان دوستوں کو ہی زیب دیتا ہے۔

اب آیئے ان روایات کی طرف جن کا سہارا لے کر گلشن اسلام کے ان سدا بہار اشجارِ ثمر بار پر یورش کی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور یہاں تک کہا:

''یا ابن ابی قحافة اترث اباك ولا ارث ابی'' اے ابوقحافہ کے بیٹے آپ تو اپنے باپ کے وارث بنیں اور میں اپنے باپ کے ورثہ سے محروم رہوں۔ یہ بات قرینِ قیاس نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا زخم ابھی تازہ ہو اور آپ نے حصول میراث کے لئے تگ ودو شروع کر دی ہو۔ نیز آپ کی شان سے بعید ہے کہ آپ خود بنفسِ نفیس عدالت صدیقی میں تشریف لے گئی ہوں اور دعویٰ دائر کیا ہو جس طرح عام طور پر بعض کم علم خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کسی آدمی کے ذریعہ اپنے اس مطالبہ کو خلیفہ برحق کے گوش گزر کیا۔ امام بخاری کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے:

عن عائشه رضی اللہ عنہا ان فاطمة رضی اللہ عنہا ارسلت الی ابی بکر تساله میراثها من البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مما افاء الله علیه.

(ترجمہ) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا مطالبہ

Marfat.com

کیا۔ اس تصریح کے بعد بعض دوسرے مقامات پر جہاں مطالبہ کرنے کی نسبت خود حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی طرف کی گئی ہے وہ مجاز ہوگا۔

جب حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا پیغام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ نے جواب دیا۔ وہ بھی امام بخاری کے الفاظ میں سن لیجئے۔

(ترجمہ) ''حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے کھا سکتی ہے (ابوبکر نے کہا) بخدا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا جس طرح وہ عہد نبوت میں تھے۔ ویسے ہی رہیں گے اور میں ان میں ایسا ہی کروں گا جس طرح ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے۔ سیّدنا علی نے ان اسباب کی تصدیق کی اور فرمایا اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت و بزرگی کو جانتے ہیں پھر آپ نے اس رشتہ داری کا ذکر کیا جو اُنہیں حضور کے ساتھ تھی اور ان کے حق کا ذکر کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے کہیں یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کروں۔'' (بخاری شریف جلد اوّل ص 526)

بعض لوگ فرطِ جوش اور شدت غضب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خود ساختہ ہے۔ اُنہوں نے فقط حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کرنے کے لئے یہ حدیث گھڑی ہے حیرت ہے کہ ایسے بے سروپا کلمات زبان سے نکالتے ہوئے اُنہیں غضب خدا کا خوف یا جگ ہنسائی کی فکر نہیں ہوتی، یہ حدیث صرف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی مروی نہیں۔ صرف کتب اہل سنت میں ہی مرقوم نہیں بلکہ صحابہ کی کثیر تعداد سے مروی ہے اور معترضین حضرات کی معتبر کتب حدیث میں بھی ائمہ اہل بیت سے

Marfat.com

مرقوم ہے ملاحظہ فرمائیے۔

☆ اُصول کافی صفحہ 18 اس پر حضرت امام جعفر صادق حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی روایت کرتے ہیں۔

"قال رسول اللہ ﷺ ان العلما ورثة الانبیاء ان الانبیآء لم یوّرثو دینارًا ولا درهما ولکن اورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر"۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، بے شک انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں جس نے ان کے علم سے حصہ لیا اُسے بڑا وافر حصہ ملا۔

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

حضرت سیّدنا علی مرتضےٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ اپنے فرزندِ ارجمند حضرت محمد بن حنفیہ کو ازراہ وصیت فرماتے ہیں:

وتفقه فی الدین فان الفقهاء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورّثوا دینارا ولا درهما ولکنهم ورثوا العلم ومن اخذ منه اخذ بحظ وافر (من لایحضره الفقیه جلد دوم ص 346)

"اے میرے فرزند دین میں فہم حاصل کرو۔ کیونکہ فُقہا ہی اُنبیاء کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کا وراث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں اور جس نے علم نبوت سے کچھ حاصل کیا اسی کو حظ وافر نصیب ہوا۔

☆ تیسری روایت ملاحظہ ہو:

یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اپنا ارشاد ہے، اس سے حدیث نبوی ﷺ کی تصدیق اور وصیت مرتضوی کی تصویب ہوتی ہے۔

حضرت امام نے فرمایا:

Marfat.com

"ان العلماء ورثة الانبیاء وذاك ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینار ولکنھم اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ حظاً وافرا" (اُصول کافی ص 17)

"بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم ودینار ورثہ میں نہیں چھوڑتے بلکہ وہ احادیث (احکام شریعت اور اسرار کتاب) ہی اپنی وراثت میں چھوڑ جاتے ہیں۔ بس جس شخص نے اس بحرِ علم سے کچھ حاصل کیا اس کو حظ وافر نصیب ہوا"۔

اہل سنت کی کتب میں یہ ارشاد نبوی ﷺ کثیر التعداد صحابہ سے مروی ہے بعض کے اسمائے گرامی ذہن نشین کر لیجئے حضرت حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، عباس، علی، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابودرداء اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ جب یہ بات نہیں بنتی تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث آیات قرآنی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن میں یوصیکم اللہ فی اولادکم، تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے اور "کم" میں نبی اور اُمتی دونوں داخل ہیں اور حدیث صرف وہ معتبر ہوتی ہے۔ جو قرآن کے مطابق ہو۔ بجا فرمایا آپ نے مخالفِ قرآن حدیث معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول قرآن کی تصدیق کے لئے تشریف لاتا ہے اس کی تردید اور تکذیب کے لئے نہیں اس لیے جو حدیث قرآن کی کسی آیت کے معارض ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ارشاد نہیں ہوسکتی۔

لیکن میرے محترم! کبھی آپ نے قرآن کی تفسیر اور قرآن کی تردید میں جو فرق ہے اس پر بھی غور کیا اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اگر چہ وہ اس کا بیٹا ہے لیکن کیا اس آیت کی رُو سے آپ اس کو وراث بنائیں گے۔ اسی طرح خدانخواستہ اگر کسی مسلمان کا بیٹا مرتد ہوجائے تو اس کا بیٹا ہونے میں تو شک نہیں لیکن کیا وہ مرتد بیٹا اپنے مسلمان باپ کا وراث ہوگا؟ ہرگز نہیں کیا وہ احادیث جن میں قاتل اور مرتد کے وراث نہ ہونے کا حکم مذکور ہے کیا آپ اس لئے انہیں مسترد کردیں گے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے منافی

Marfat.com

ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ان احادیث کے متعلق یہ کہا جائے کہ ان احادیث نے اس بات کی تفسیر کر دی کہ کون سا بیٹا اپنے باپ کا وراث ہو سکتا ہے اور کون سا نہیں یہ احادیث آیت قرانی کے مفسر ہیں مغیر یا ناسخ نہیں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں غور کریں۔ ارشاد الٰہی ہے:

''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا '' کہ اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید وفروخت) کو حلال کر دیا لیکن سود کو حرام، اگر اس آیت کو سند بناتے ہوئے کوئی شخص شراب، سؤر اور مردار کی خرید وفروخت اور کاروبار شروع کر دیتا ہے کیا آپ اس کے استدلال کو صحیح مانیں گے اور وہ احادیث جن میں ان حرام چیزوں کے کاروبار سے روکا گیا ہے انہیں قرآن کی ناسخ اور مخالف گردان کر ان کو مسترد کر دیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ یہ فرمائیں گے کہ بیع حلال ہے، لیکن ان احادیث میں جو معترضین حضرات کی کتب میں بھی بروایت ائمہ معصومین منقول ہیں اس آیت کی مفسر ہیں نہ ناسخ۔

نیز جہاں خطاب ہو وہاں ہر جگہ حضور اور اُمت دونوں مراد نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض مقامات پر صرف اُمت کو خطاب ہوتا ہے مثلاً اسی آیت سے چند سطر پہلے ارشاد ہے:

''وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ''

اس آیت میں مخاطبین کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے لیکن ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نو (9) تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔

یہاں معترضین حضرات فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اموال میں اگر احکام وراثت جاری نہیں ہوتے تو پھر وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ کا کیا مطلب ہوگا کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وراث بنے؟ نیز حضرت ذکریا علیہ السلام کیوں یہ دُعائیں مانگتے رہے:

هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۔

(الٰہی مجھے ایک فرزند عطا فرما جو میرا وارث ہو، اور آلِ یعقوب کا بھی)

Marfat.com

اس کے متعلق گزارش ہے کہ پہلی آیت میں جس وراثت کا ذکر ہے وہ داؤد علیہ السلام کے اموال کی وراثت نہیں بلکہ کتاب و شریعت کی وراثت ہے کیوں کہ اگر مال کی وراثت کا ذکر ہوتا تو آپ کے دوسرے اٹھارہ 18 بھائی بھی آپ کے ساتھ برابر حصہ دار ہوتے۔ صرف ایک بیٹے کو اپنی جائیداد کا دے دینا اور باقی کے بھائیوں کو سرے سے محروم کو دینا شانِ نبوت کے سراسر خلاف ہے اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام ایسے بیٹے کے لئے دامن طلب پھیلا کر دُعا مانگا کرتے تھے جو ان کی نبوت کی ذمہ داریوں اور علوم وحکمت کا وارث ہو۔ ورنہ ان کے پاس ایسے خزانے کہاں تھے جن کے لئے وہ اتنے بے چین رہتے ہوں۔ اور یعقوب علیہ السلام کو گزرے تو صدیاں بیت چکی تھیں اور ان کے بارہ فرزند تھے۔ ہر ایک فرزند کی کثیر اولاد تھی اور ان صدیوں میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہوگی اگر کوئی بہت بڑا خزانہ حضرت یعقوب نے چھوڑا ہوگا تو وہ تقسیم در تقسیم سے ناپید ہو چکا ہوگا۔ تو آل یعقوب کی وراثت جس کے لئے آپ التجا کر رہے ہیں وہی نبوت کے فرائض ہیں اور علوم وحکمت کے جواہر آبدار ہیں جن کے ضائع ہونے کا آپ کو اندیشہ رہا کرتا تھا اور جو ان کے نزدیک دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ بیش بہا تھے۔

آخر میں یہ فقیر بخاری شریف کی ایک حدیث کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے اسے بکثرت اُچھالا جاتا ہے اور سادہ لوح لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوگئیں اور عمر بھر کے لئے ان سے قطع تعلق کرلیا۔

بخاری شریف میں پانچ مرتبہ فدک کا تذکرہ ہے بخاری صفحہ 526 جلداوّل کی حدیث کے الفاظ بھی آپ پڑھ چکے ہیں ورق اُلٹ کر ایک بار پھر یاد تازہ کر لیجے، اس میں حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تصدیق کرتے ہیں ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آخر یہ کہتے ہیں کہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے کہیں زیادہ عزیز

Marfat.com

ہیں اسی طرح صفحہ 575 جلد دوم پر حدیث مذکور ہے جس میں صراحت سے ذکر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان املاک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تصرف میں اس شرط پر دیا تھا کہ وہ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی کو اسی طرح خرچ کریں جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خرچ کیا کرتے تھے۔ بعد میں یہ ساری املاک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں آئیں۔ پھر آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔ آپ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہیں اور یہ حضرات اپنے اپنے اوقات میں اس آمدنی کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق صرف کرتے رہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت علی بن زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن دونوں ان کا باری باری انتظام کرتے رہے۔ پھر زید بن حسن کو یہ خدمت تفویض کی گئی۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

فکانت هذه الصدقة. بيدعلي منعها علّي عباس فغلبه عليها ثم كان بيدّ حسن بن علي ثم بيدحسين بن علي ثم بيدعلي بن حسين وحسن كليهما كان يتداولانها ثم بيدزيدبن حسن.

اس حدیث میں کہیں حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا ذکر نہیں بلکہ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیّدنا عمر نے ان علاقوں کا انتظام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اور مذکورہ بالا حضرات اس کی آمدن کو سُنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق صرف کرتے رہے۔ اُنھوں نے بھی اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اگر یہ ورثہ ہوتی تو حضرت سیّدہ کے سارے وارثوں میں ان کے حصص کے مطابق تقسیم ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ ان حضرات کے مسلسل عمل نے ص ۱۸۷ پر اس کی آمدن کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق صرف کرتے رہے۔ اُنھوں نے بھی اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اگر یہ وراثت ہوتی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور دل میں اگر خوف خدا موجود ہے تو اُنھیں

Marfat.com

قطعاً ان حضرات پر زبان طعن دراز کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

☆ ایک لطیفہ سماعت فرمایئے:

خلیفہ عباسی سفاح جب پہلا خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو ایک آدمی جس نے اپنے گلے میں قرآن مجید حمائل کر رکھا تھا اور کہنے لگا۔ اے خلیفہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ میرے درمیان اور میرے دشمن کے درمیان اس قرآن کی رُو سے فیصلہ کرو۔

خلیفہ نے پوچھا! تمہارا دشمن کون ہے؟ کہنے لگا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ فی منعہ فدك'' ابو بکر رضی اللہ عنہ میرا دشمن ہے جس نے فدک اہل بیت کو نہیں دیا۔ سفاح نے پوچھا: اُظلمكَ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس طرح پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو ہوئی اور اُس نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مجھ پر ظلم کیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کیا علی رضی اللہ عنہ نے بھی تم پر ظلم کیا۔ اب اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ عملی طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت نے بھی وہی کچھ کیا جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ نہ اس زمین کی حیثیت میں تبدیلی کی اور نہ اس زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی میں کسی قسم کا ردّ و بدل کیا۔ نہ کسی کے لئے ازراہ وراثت مالکانہ حقوق تسلیم کئے تو پھر بے انصافی کی حد ہے کہ آپ ان حضرات کو تو کچھ نہ کہیں اور اپنا سارا غصہ حضور کے پیارے اور محبوب اور وفا شعار ساتھیوں پر نکالیں جن کا جرم یہ ہے کہ اُنھوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف نہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا یہ جرم نہیں ورنہ اس جرم میں تو کئی اور حضرات بھی شریک ہیں اور ان سے یہ لوگ اپنی محبت و عقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا اصلی قصور یہ ہے جسے وہ کسی قیمت پر معاف نہیں کر سکے کہ اُنھوں نے مشرق و مغرب میں اسلام کا نام بلند کر دیا، آتش کدے سرد کر دیئے، صلیبوں کو سرنگوں کر دیا۔ شام کے لالہ زاروں اور ایران کے مرغزاروں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی دل نواز صدائیں بلند ہونے لگیں۔

اسی طرح بخاری شریف کے دوسرے مقامات پر بھی جو احادیث ہیں، ان میں کہیں

Marfat.com

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے غصے اور ناراضگی کا ذکر تک نہیں۔ البتہ ایک حدیث جو صفحہ نمبر 435 پر مذکور ہے وہ غور طلب ہے۔

عُروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پیش کی: لانورث ما ترکنا صدقة الخ اور پھر معذرت خواہی کرتے ہوئے گزارش کی۔ ''میں کسی ایسی چیز کو ترک نہیں کرسکتا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل تھا مگر میں اس پر عمل کروں گا۔ کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کو چھوڑا تو مجھ میں کجی پیدا ہو جائے گی۔

کتنی صاف بات ہے اور کس حسین انداز سے اپنی معذوری کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی ساری زندگی اتباع سنت کا زندہ ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

فغبت بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهجرت ابابکر ولم تزل مهاجرته حتّٰی توفیت۔

کہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بات پر ناراض ہوگئیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرلیا۔

ان الفاظ میں غور طلب چند اُمور ہیں کہ یہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوں، ہرگز نہیں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے بلکہ ان کے بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے اپنے خیال کے مطابق یہ قیاس آرائی کی لیکن یہ قیاس آرائی شان بتول کے سراسر خلاف ہے کیونکہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول پیش کیا جائے اور آپ اسے بخوشی قبول نہ کریں بلکہ اُلٹا ناراضگی کا اظہار کریں۔ آپ ذرا قرآن کریم کی اس آیت پر غور کریں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔

"اے میرے محبوب! تیرے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان ہو ہی نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے متنازعہ اُمور میں آپ کو حکم تسلیم کریں اور جو آپ فیصلہ فرمادیں اس کے بارے میں ان کے دل میں ناگواری کا کوئی اثر نہ ہو اور وہ آپ کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں"۔

جب ایک عام انسان پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کے فیصلہ کے سامنے بلاچون وچرا سپرانداز ہو جائے اور اس کے بارے میں کسی قسم کا ملال نہ لائے تو حضرت خاتون جنت کے متعلق یہ کہنا کہ آپ ارشاد نبوی سن کر ایسی خشمناک ہو گئیں کہ قطع تعلق کر لیا ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ راوی کا یہ بیان ہے اور نیک سے نیک آدمی بھی غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور سے واپس آئے اور اپنی قوم کو بچھڑے کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا تو غصہ سے بے قابو ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ شاید اس میں حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی غفلت کا دخل ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا تو اس طرح کی غلط فہمیاں جب اکابر کو ہو جاتی ہیں تو راوی حدیث بے شک عادل اور ثقہ کیوں نہ ہو اس قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو جائے تو بعید از فہم نہیں لیکن اگر ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تب بھی ایسی روایات بکثرت موجود ہیں جن سے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کا ثبوت ملتا ہے صرف ایک حوالہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

علامہ کمال الدین میثم البحرانی نہج البلاغۃ کی شرح جلد خامس میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"یا خیرۃ النساء وابنۃ خیر الاباء واللہ ماعدوت رای رسول اللہ ﷺ ولاعملت الا بامرہ"۔

اے خواتین عالم کی سردار! اے تمام باپوں کے تاجدار کی لختِ جگر، خدا کی قسم! میں

Marfat.com

نے حضور کریم ﷺ کی رائے سے ذرا تجاوز نہیں کیا میں نے وہی کچھ کیا جس کا حضور نے حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے عرض کیا۔

کان رسول اللہ ﷺ یاخذمن فدك وملك علی اللہ ان اضع بها۔ كما كان يضع فرضيت وبذالك واخذت العهد عليه به۔

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک سے ضروریات زندگی (خوراک) لیا کرتے تھے اور باقی کو مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور مجاہدین کو سواریاں اسی سے مہیا فرماتے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی وہی کچھ کروں گا جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر آپ راضی ہو گئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا پختہ وعدہ کر لیا''۔

اس کے بعد علامہ کمال الدین لکھتے ہیں جس سے امام بخاری کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔

وكان ياخذ فيدفع علتها اليهم منها مايكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعد كذلك''۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ فدک وغیرہ کا غلہ لیتے اور اہل بیت کے افراد میں حسب ضرورت تقسیم کرتے۔ آپ کے بعد آنے والے خلفاء بھی اسی طرح کرتے رہے۔ (شرح نہج البلاغۃ جلد 5 ص 107)

جب ان حقائق کا آپ نے مطالعہ فرمالیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر لگائے جانے والے الزام کی مکمل طور پر بیخ کنی ہوگئی اور اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس واطہر پر جو بہتان تراشی کی جاتی تھی اُس کا بھی نام ونشان نہ رہا۔

(مسئلہ فدک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ۔ ماہنامہ ضیائے حرم۔ فاروق اعظم نمبر ص ۵۰۷ تا ۵۲۶)

۱۰

Marfat.com

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے محبوب، رحمت ومحبت کے رسول، اخوت ومروت کے داعی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے جزیرۂ عرب کا آتش کدہ گلزار خلیل بن گیا۔ جہاں حسد ونفرت کے انگارے دہک رہے تھے وہاں اُلفت وایثار کے پھول کھل اُٹھے جہاں فتنہ وفساد کی آندھیاں چل رہی تھیں وہاں انس وپیار کی بادِ نسیم اٹکھیلیاں کرنے لگی، خود بینی وخود پرستی کی جگہ ایثار وخلوص کا سکہ رواں ہوگیا۔ جہاں قدم قدم پر فسق وفجور کے عفریت زاد ڈھیر لگے تھے وہاں عفت وپاکبازی کے چمن آباد ہوگئے۔ جہاں خدا فراموشی کی ظلمتیں چھا رہی تھیں وہاں ذکر الٰہی کی قندیلیں فروزاں ہوگئیں۔

''یہ انقلاب، بابرکت انقلاب، ہمہ گیر انقلاب کا مرقع زیبا تھا۔ وہ انسانیت سے مقام رفیع سے کماحقہ آگاہ تھا۔ انسانوں کے فکروعمل میں جو المناک بگاڑ رونما ہوا تھا اس سے اسے ازحد دکھ اور رنج تھا۔ ان خرابیوں کو دیکھ کر اس کے دل میں حقارت یا انتقام کے جذبات نہیں بلکہ ہمدردی اور خیر اندیشی کے تعمیری جذبات اُمڈ آئے تھے''۔

''اپنے حسن دلنواز سے، اپنے کمالات روح پرور سے، اپنی خوئے عفو کرم سے، اپنی سیرت طیبہ کی تابانیوں سے اس نے اپنے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کے دلوں کو ہر قسم کے رذائل سے پاک کر دیا اور انھیں محبت کے بادۂ گلفام سے سرشار کر دیا۔ یہ محبت وہ نہ تھی جس کی علامت آہ سرد ورنگ زرد بتائی گئی ہے، یہ وہ محبت تھی جس میں

Marfat.com

خلوص وایثار کی چمک تھی۔ جس کے حوصلے خیبر شکن، جس کی ہمت، باطل افگن، اور جس کے عزم کی تپش سے فولاد بھی پگھل جاتا تھا، اسی محبت نے ان کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، اسی محبت نے ان کے دلوں میں ہمدردی کا وہ لطیف اور توانا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ اگر ایک کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تھا تو دوسرے کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ اگر ایک کو کوئی گزند پہنچتی تو دوسرا تڑپ اُٹھتا تھا، اسی اُلفت وموانست کی کیفیت کو قرآن حکیم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا"

(پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی بن گئے)۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درویشوں کے پاس یہی سازوسامان تھا۔ ان کے دامن میں ایک ایسی دولت تھی جس کی ہر ملک کے انسانی معاشرہ کو ضرورت تھی اور یہ قدسی صفت انسان جہاں گئے بڑی دریا دلی سے اس دولت کو لٹاتے گئے۔

ان کی اس محبت کا مرکز ذات حبیب کبریا علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء تھی۔ یہ اس کے حسن وکمال کے دیوانے تھے۔ اُنھیں ان گلیوں سے پیار تھا جو ان کے محبوب کے خرام ناز سے مشرف تھیں انھیں ان درودیوار سے عقیدت تھی جہاں ان کا دلربا اقامت گزیں تھا وہ پانی جو اس کے جسم اطہر کو چھو جاتا تھا فرط شوق سے وہ اسے اپنے چہروں پر اور اپنے سینوں پر مل لیا کرتے تھے۔ اسی کے باعث ان کے چہرے رشک آفتاب اور ان کے سینے مطلع انوار تھے۔

آج کے اس پُر آشوب اور پُر خطر دور میں جبکہ ہم ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر کر رہ گئے ہیں۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ اسی درس محبت کی تلقین کی جائے، دل کے آئینہ پر بیگانگی اور نفرت کا جو غبار جم گیا ہے اُسے صاف کیا جائے، ایک دوسرے کی پگڑی اُچھالنے میں ہم نے کمال کر دکھایا، ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اب تو باز آجائیں وہ اُمڈتے ہوئے طوفان اگر ہمیں ان کی گھن گرج بھی سنائی نہیں دے رہی جو ہمیں بہالے

Marfat.com

جانے کے لئے بجلی کی سی سرعت اور رعد کی سی تندی سے بڑھتے آرہے ہیں کیا ہم بینائی اور سماعت دونوں سے تو محروم نہیں ہوگئے؟

یہ تندی، یہ تلخی، یہ گمانی اور غلط فہمی اسلام کے بدخواہوں اور ہمارے دشمنوں کی تلبیس وتزویر کا نتیجہ ہے۔ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ بھی انہی کی فراہم کردہ عینک سے کرتے ہیں اس وجہ سے وہ نورانی عہد بھی گدلایا ہوا نظر آتا ہے۔ جب آفتاب محمدی کا جلوہ بار تھا۔ اس کے نور سے بلندیاں اور پستیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ جب چہرے بھی روشن تھے اور نور حق سے دل بھی منور۔ جو لوگ اس زہر آلود پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر حیات انسانی کے اس تابناک روز سعید کو دیکھتے ہیں انھیں مطلع غبار آلود ہی نظر آتا ہے۔اور ہادی برحق ﷺ کے آغوش تربیت میں پروان چڑھنے والے قدسی صفات لوگوں کا کردار بھی گھناؤنا دکھائی دینے لگتا ہے۔(نعوذ باللہ) ہمیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اغیار کے ساتھ نیکی اور مروت تو بڑی دور کی بات ہے اور ان کا برتاؤ تو اپنوں کے ساتھ بلکہ اپنے نبی ﷺ کے خاندان کے ساتھ بھی غیر منصفانہ اور سنگدلانہ ہی تھا۔

تعجب ہے کہ ہم قرآن کریم کو علیم وخبیر خدا کا کلام یقین کرتے ہیں اور اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اس قرآن میں ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ظاہر و باطن کو حال و مستقبل کو جاننے والا ہے وہ فرماتا ہے کہ میرے محبوب کی یہ اُمت خیر الامم ہے۔ مہاجرین وانصار کے لئے اجر عظیم اور فردوس بریں کی نوید جانفزا ہے ان کے سروں پر ''لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کا تاج زرنگار سجایا جارہا ہے لیکن ہماری سادگی کا یہ عالم ہے کہ اپنے دشمنوں، انہی دشمنوں جن کی صلیب کو ہلال نے سرنگوں کو دیا تھا۔جن کے آتش کدوں کو اسلام کے ابر رحمت نے ٹھنڈا کر دیا تھا، کے پروپیگنڈے کو درست ماننے لگتے ہیں یہاں تک کہ سارے ارشادات ربانی اور آیات قرآنی بھی ہمارے ذہن سے محو ہو جاتے ہیں۔ اگر ہمارے دشمن کا پروپیگنڈا حق اور سچ ہے تو پھر کلام الٰہی کی صدہا آیات غلط اور جھوٹی ہو جائیں گی۔

العیاذ باللہ اور لطف یہ ہے کہ جس نے اسلام کی جتنی زیادہ خدمت کی اعتراضات

Marfat.com

کی بوچھاڑ زیادہ اسی پر ہوئی۔ اسلام کی سطوت کا پرچم جس نے زیادہ اُونچا لہرایا اُسی کو اس معاندانہ افترا بازی کا زیادہ ہدف بننا پڑا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مبارک زمانہ میں اسلام کی جو خدمات جلیلہ انجام دیں ان کی نظیر نہیں ملتی، لیکن ستم یہ کہ وہی سب سے زیادہ موردالزام ٹھہرے اور انہی پر من گھڑت جھوٹے الزمات تراشے گئے!

اس طریقہ کار سے دشمن دو فائدے حاصل کرنا چاہتا تھا ایک یہ کہ خود مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کا دروازہ کھل جائے اور وہ چھوٹے چھوٹے متحارب گروہوں میں بٹ کر کمزرو ہو جائیں دوسرا یہ کہ دنیا بھر کے پیاسے اپنی تشنہ لبی کا علاج کرنے کے لئے غول در غول اس چشمہ شیرین کی طرف اُمڈے چلے جا رہے تھے وہ رک جائیں جب اُنھیں یہ سنایا جائے گا کہ اس نبی کے اولین شاگردوں کا یہ حال ہے تو وہ اس سے دور رہنے میں ہی اپنی عافیت خیال کریں گے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین شاگردوں اولین مرید اور اولین فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کس طرح شیر وشکر تھے۔ ان کی محبت و مودت کے رشتے کتنے مضبوط تھے۔ یہ موضوع بڑا شیریں، سرور انگیز اور روح افزا ہے۔

اس صحبت میں میں فقط ''فاروق اعظم اور اہل بیت'' کے موضوع پر اظہار خیال کروں گا اس ضمن میں مَیں یہ عرض کروں گا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی، تمام اہل ایمان کے امیر، فاتح ایران وروم، بانی مساجد و معابد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے نام کی ہیبت سے سارا کفر لرزہ براندام تھا، جن کے سایہ سے ابلیس ترساں ولرزاں تھا۔ ایسی جلیل المرتبت ہستی کے دل میں اپنے ہادی برحق مرشد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادہ طاہرہ کی عظمت و محبت کا کیا عالم تھا، دوسری طرف ائمہ اہل بیت اسلام کے فرزند جلیل کو کس احترام و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ میں اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کروں گا۔

۱- عہد رسالت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟

☆ ۲- اپنے عہد خلافت میں ان کی تعظیم وتوقیر کس طرح کیا کرتے تھے۔ ان

Marfat.com

حضرات کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا؟

☆ ۳- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ائمہ اہل بیت آپ کے بارے میں کن خیالات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

عہدِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عہد رسالت میں بے شمار ایسے واقعات رونپذیر ہوئے جن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اور آپ ان کو انتہائی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ کی عزت وبرتری کے صدق دل سے خواہاں تھے اور اس کے لئے پورے خلوص سے کوشاں رہتے تھے۔ لیکن میں یہاں اس عہد کے صرف چند واقعات ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا جن کے مطالعہ سے ہر منصف مزاج صحیح فیصلہ پر پہنچ سکے گا۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، چاروں سراپا نور اور پیکر یمن وسعادت تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے قلبی انس اور دلی محبت تھی۔ لیکن ان سب میں خاتون جنت، بتول زہرا سیّدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو مقام تھا وہ بے مثل اور بے نظیر تھا۔ رازدان عالم کن فکان علیہ السلام کو آپ سے حد درجہ کی اُلفت ومحبت تھی۔ ان کے سیمائے سعادت پر جو انوار وتجلّیات برستے تھے، ان کی شان ہی نرالی تھی عِلم لدنّی اور معرفت الٰہی کے جو چشمے آپ کی ذات اطہر سے نکل کر ایک دنیا کو سیراب کرنے والے تھے، ان کی بدولت نگاہِ مصطفوی میں آپ کا خاص مقام تھا۔ جب بھی کاشانہ نبوت میں شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے اُنھیں خوش آمدید کہتے اور فرطِ مسرت سے اُٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی قسم کی نسبت بھی باعث سعادت دارین ہے پھر جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس لخت جگر اور نور نظر کا رشتہ مل جائے اس کی عظمتِ شان اور رفعت مرتبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور اس سعادت کے حصول کے لئے کئی حضرات نے درخواست کی لیکن جواب ملا یہ رشتہ حسب وحیٔ الٰہی طے پائے گا۔

Marfat.com

☆ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اکٹھے بیٹھے تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات سے کہا کہ چلو، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور اُنھیں کہیں کہ وہ حضور سے یہ رشتہ طلب کریں اگر غربت اور افلاس کے باعث وہ یہ رشتہ طلب کرنے سے ہچکچا رہے ہوں تو ہمارے مال ان کے لئے حاضر ہیں۔ ہم ہر طرح ان کی مالی اعانت کریں گے۔

صاحب کشف الغمہ کے الفاظ یہ ہیں:

"فان منعه قلة ذات اليدوا سيتاه و اسعفناه".

حضرت سعد نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ بہتر کاموں کی توفیق بخشتا ہے۔ اُٹھو اللہ تعالیٰ کی برکت و ایمان پر توکل کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں حضرات آپ کی تلاش میں مسجد سے نکلے گھر سے دریافت کیا آپ وہاں پر موجود نہ تھے۔ آپ اپنے اونٹ کے ذریعے پانی نکال کر ایک انصاری کا باغ سیراب کرنے گئے ہوئے تھے۔ سب اس باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خیر و خوبی کی کوئی ایسی خصلت نہیں جس میں آپ کو سبقت اور فضیلت حاصل نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ میں، محبت میں اور قبول اسلام میں جو آپ کا مقام ہے وہ بھی کسی پر مخفی نہیں۔ سردارانِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ اس سعادت کی حصول کے لئے کیوں عرض نہیں کرتے مجھے قوی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رشتہ کو آپ کے لئے روکے ہوئے ہیں۔

☆ یہ سن کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ نے میرے پرسکون جذبات میں ہیجان پیدا کر دیا اور ایک خوابیدہ تمنا کو بیدار کر دیا۔ میں تہ دل سے اس سعادت کے حصول کا متمنی ہوں، لیکن مفلسی اور تنگ دستی کے باعث اس خواہش کے اظہار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

(ترجمہ) ''اے ابوالحسن! ایسا مت کہو، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک دنیا ومافیہا کی قدرومنزلت ایک ذرّہ کے برابر بھی نہیں'' چنانچہ ان حضرات کے مشورے اور حوصلہ افزائی سے سیّدنا علی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ ان کی عرضداشت شرف قبولیت سے مشرف ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں: میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں جلدی سے باہر آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتظر پایا۔ اُنھوں نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے جب یہ خوشخبری اُنھیں سنائی تو ان کو بے انداز فرحت اور مسرت نصیب ہوئی اور ہم اکٹھے مسجد میں گئے۔

"فَفَرِحَا بِذٰلِكَ فَرَحًا شَدِيْدًا وَرَجَعَا مَعِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ"

میں نے یہ واقعہ ''کشف الغمہ'' جلد اول صفحہ 483,478 اور 484 سے نقل کیا ہے اور مصنف کی عبارت کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ ''ناسخ التواریخ'' جلد سوم جزو اوّل کے صفحات ۳۷، ۳۸ اور ۴۶ پر مرقوم ہے۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد آپ کے دل میں اس کے سوا اور کیا تاثر پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر، اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ قلبی آرزو تھی کہ یہ سعادت حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو نصیب ہو، اس کے لئے ان حضرات نے ہی آپ کو مشورہ دیا، آپ کی حوصلہ افزائی کی اور مالی اعانت کی پیش کش کی اور جب یہ سعادت آپ کو حاصل ہوئی تو اپنی انتہائی خوشی اور بے پایاں روحانی فرحت اور شدید مسرت کا اظہار کیا، کیا ایسی سعادت کے حصول کا مشورہ اپنے دشمن اور بدخواہ کو دیا جاتا ہے یا اُسے جو جان سے بھی عزیز تر ہو، ایسی لازوال سعادت کے حصول پر دوستوں کو خوشی ہوتی ہے یا دشمنوں اور بدخواہوں کو، آپ خود ہی فیصلہ فرمادیں! ایک اور واقعہ سماعت فرمایئے:

غزوۂ خندق کے موقع پر عرب کا بہادر شہسوار اور نامور جنگجو عمرو بن عبدود دعوت مبارزت دے رہا ہے۔ سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے میدان میں اُترتے ہیں۔ دونوں بہادر تھے دونوں کی جنگی مہارت ضرب المثل تھی۔ جب آمنے

Marfat.com

سامنے ہوئے تو عمرو بن عبدود نے کہا: میں تیرے جیسے کریم النفس کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا نیز تیرا باپ میرا جگری دوست تھا۔ شیر خدا نے جواب دیا۔ لیکن میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ وہ اپنے گھوڑے سے اُتر آیا۔ دونوں بہادر ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہے۔ اتنی گرد اُڑی کہ دونوں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اچانک شمشیر اسد اللٰہی بجلی کی سرعت سے چمکی اور اس پر گری، اس کے خود، اس کی زرہ کو کاٹتی ہوئی۔ اس کے جسم میں پر گئی۔ وہ لڑکھڑایا اور دھڑام سے زمین پر آگرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا۔ لشکر اسلام نے شیر خدا کی اس کامیابی پر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کامیابی پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کمال مسرت ہوئی۔ فرط مسرت سے دونوں اُٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو آ کر چوم لیا۔

"فقام ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فقبلا راس علی" (کشف الغمہ جلد اول ص 243)

اظہار مسرت میں وارفتگی دوست کے لئے ہوتی ہے یا اس کے لئے جس کے لئے دل میں کدورت اور حسد و عناد کے جذبات پرورش پا رہے ہوں؟ اگر آپ عہد رسالت کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو صدہا ایسے واقعات ملیں گے جن سے ان حضرات کی باہمی محبت، خلوص، ایثار اور خیر اندیشی کے تابندہ جذبات کا علم ہوگا۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ

آیئے! اب اس عہد ہمایوں کی طرف چلیں جب اسلامی عظمت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ جب مملکت اسلامیہ میں داخلی طور پر مکمل امن وسکون تھا اور صبح مختلف جنگی محاذوں سے نئی فتح و کامرانی کا مژدہ لے کر طلوع ہوتی تھی۔ جب اسلام کا جامع نظام حیات پوری آب و تاب سے نافذ تھا اور اپنے فیوض و برکات سے اسلامی قلمرو کے ہر ہر گوشہ کو سیراب کر رہا تھا۔ یعنی جب اُمت مسلمہ کی زمام قیادت امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں تھی۔ آیئے! دیکھیں اپنی شہرت و عروج کے اس درویش صفت امیر المومنین کے دل میں خانوادۂ نبوت کی کتنی قدر و منزلت تھی آپ کس طرح ان حضرات کا احترام اور عزت کیا کرتے تھے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ بھی

Marfat.com

ملاحظہ کریں کہ ان ایام میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے آپ سے تعلقات کی نوعیت کیا تھی، ان واقعات کا سلسلہ اتنا طویل ہے کہ اس مختصر مقالہ میں اس کا ذکر ممکن نہیں۔ چیدہ چیدہ واقعات کی نشاندہی پر قناعت کرنا ہوگی۔ ان کے مطالعہ سے ہی بفضلہٖ تعالیٰ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

☆ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ جب بھی کوئی سیاسی، جنگی یا فقہی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا آپ فوراً مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرتے۔ ساری صورت حال اس مجلس کے سامنے رکھ دی جاتی۔ ہر شخص اپنی صوابدید کے مطابق بڑی آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی فیصلہ کے مطابق عمل کرتے جو باہمی بحث وتمحیص سے طے پاتا۔ ان تمام مجالس میں سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شرکت فرماتے۔ بڑے خلوص اور شوق سے بحث میں حصہ لیتے اور اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر آپ کی رائے کو ترجیح دیتے۔

پہلا واقعہ ناسخ التواریخ کی تاریخ الخلفاء جلد دوم مطبوعہ ایران (تہران) سے نقل کر رہا ہوں۔ "پے در پے شکستیں کھانے کے بعد یزدجرد شہنشاہ ایران نے اپنی عظیم سلطنت کو بچانے کے لیے آخری بار سر دھڑ کی بازی لگانے کا فیصلہ کیا۔ ایران کا تجربہ کار، گرگِ باراں دیدہ سپہ سالار "فیروزاں" جس کی جنگی مہارت اور شجاعت کی دھاک سارے ایران میں بیٹھی ہوئی تھی، نہاوند میں مقیم تھا۔ یزدجرد نے اپنی مملکت کے باقی ماندہ تمام صوبوں میں یہ احکام بھیجے کہ عربوں کو ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دینے کے لئے ہر علاقے کے بہادر جنگجو فیروزاں کے پرچم تلے نہاوند میں جمع ہوں! حکم سنتے ہی ایران کے دور دراز علاقوں سے ٹڈی دل لشکر ہر قسم کے ساز وسامان سے لیس نہاوند پہنچنا شروع ہو گئے۔ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر جرار جمع ہو گیا۔ اس کے علاوہ جنگی ہاتھیوں کی ایک کثیر تعداد بھی وہاں پہنچ گئی۔ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے زور وشور سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ فیروزاں کی امداد کے لئے ایرانی فوج کے دوسرے مشہور سپہ سالار سروشان بن اسفندیار، سفار بن خرزاد، جہانید بن فیروز بھی وہاں پہنچ گئے انھوں نے قسمیں اٹھائیں کہ جب تک

Marfat.com

عرب غازیوں کو تہ تیغ نہ کر دیں گے اور ان کے دین کو پامال اور برباد نہ کر دیں گے۔ اس وقت تک وہ میدان جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب ان کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو فوراً مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا۔ سب اراکین تشریف فرما ہوئے، اس نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے گفتگو شروع ہوئی۔ سیّدنا علی المرتضیٰ بھی اس اجلاس میں موجود تھے۔ حضرات طلحہ، زبیر، عثمان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ بعض نے یہ رائے دی کہ امیر المومنین تشریف لے جائیں اور اپنے لشکر کی قیادت کریں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے جن الفاظ سے اپنی رائے کا اظہار کیا ''ناسخ التواریخ'' کے حوالے سے بعینہٖ نقل کر رہا ہوں۔

(ترجمہ) ''اس امر یعنی اسلام کی فتح و شکست کا دارومدار کثرت و قلت پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس کو اس نے غالب کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس کو اس نے تیار کیا ہے اور اس کی امداد فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ترقی و کامیابی کی اس منزل تک پہنچا ہے اور ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی نصرت فرمائے گا.........

اہل عرب آج اگرچہ بلحاظ تعداد تھوڑے ہیں لیکن وہ اسلام کی برکت سے بہت زیادہ ہیں اور اپنے اتفاق واتحاد کے باعث یہ طاقتور اور غالب ہیں۔ (اے امیر المومنین!) آپ قطب بن جایئے اور عربی لشکر کی چکی کو چلایئے۔ یہیں سے کفار کو جنگ کی آگ میں جھونکتے رہیے۔

اس کے بعد آپ نے اپنی اس حکیمانہ رائے کی حکمت بیان فرمائی۔ اس انداز تکلم اور اسلوب بیان میں خلوص و محبت کا جو نور جگمگا رہا ہے اُسے ہر چشم بینا دیکھ رہی ہے۔

جو لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تعلقات کو کشیدہ مخاصمانہ بلکہ معاندانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔

Marfat.com

"ولا بقلة وھو دین اللّٰہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتّٰی بلغ مابلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من اللّٰہ" (پوری اصل عبارت کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دین کو اللہ تعالیٰ کا دین آپ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر کہہ رہے ہیں نیز بڑی وضاحت سے اعلان فرما رہے ہیں کہ وہ لشکر ہے جس کی مدد اور نصرت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قطب فرما رہے ہیں جس کے اردگرد چکی گھومتی ہے اگر وہ ذرا بھی اپنی جگہ سے سرک جائے گا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ (یہی عبارت نہج البلاغۃ ص 283 جلد اوّل مطبوعہ مصر میں موجود ہے۔)

☆ ۲- جب ایران کے تقریباً سارے علاقے فتح ہو گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خراسان پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ مسافت بہت طویل تھی، راستہ میں لق ودق صحرا، گھنے جنگل اور دشوار گزار پہاڑ تھے۔ آپ مسلمان مجاہدین کو اس تکلیف سے بچانا چاہتے تھے لیکن جب حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خراسان کی اہمیت بتائی اور اس کو فتح کرنے کا مشورہ دیا تو آپ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خراسان پر حملہ کی اجازت دی۔ (ناسخ التواریخ، تاریخ الخلفاء جلد 3 ص 35)

☆ ۳- اسی طرح شام و فلسطین میں پے در پے شکستیں کھانے کے بعد رومی سپہ سالاروں نے بھی ایک مقام پر اپنا لشکر جرار جمع کیا تا کہ مسلمانوں سے فیصلہ کن لڑائی لڑیں، اس کی اطلاع جب امیر المؤمنین کو ملی تو آپ نے اپنی مجلس شوریٰ کا پھر ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ جب اراکین مجلس شریک ہوئے خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ آپ نے خود میدان جنگ میں جانے کا عزم کیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید نہ کی چنانچہ آپ نے ان کے مشورہ پر ہی عمل کیا۔ اس موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز ارشادات آپ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں آپ نے فرمایا۔

(ترجمہ) "یعنی اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت اور ان کی

Marfat.com

کمزوریوں کی پردہ پوشی کا خود ذمہ لیا ہے۔ وہ ذات جس نے اس وقت ان کی نگہبانی کی جب وہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور ان میں مقابلہ کی سکت نہ تھی اور جس نے اس وقت ان کی نگہبانی کی جب وہ قلیل تھے اور اپنا تحفظ خود کرنے سے قاصر تھے وہ خدا مرنہیں گیا زندہ ہے وہ اب بھی ان کی مدد فرمائے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ بہت سے واقعات میں سے صرف چند واقعات کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ان کے مطالعہ سے ہی چند اُمور بالکل واضح ہوگئے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس شوری کے رکن رکین تھے، ہر نازک مرحلہ پر اس کے اجلاس میں شرکت فرماتے تھے بڑے خلوص اور جرأت سے اپنا مشورہ پیش کرتے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دین کو اللہ تعالیٰ کا دین، اور آپ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کو لشکر یقین کرتے تھے اور صاف صاف اعلان کرتے تھے۔ یہ وہ لشکر ہے جس کی نصرت کا وعدہ خداوند ذوالجلال نے کیا ہے اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا نیز یہ بھی پتہ چل گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے مشوروں کو قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان پر عمل کرتے۔

☆ آپ صرف مجلس حربیہ (وار کونسل) کے ممبر ہی نہ تھے بلکہ مجلس قانون ساز میں بھی آپ برابر شریک ہوتے تھے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے فقہی اجتہادات اور شرعی آراء کو بھی بڑی اہمیت دیتے تھے۔

☆ ایک دفعہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو مغربی محاذ کے کمانڈر انچیف تھے کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں کی دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی شراب کی طرف راغب ہونے لگے ہیں۔ آپ نے امیر المؤمنین کو صورت حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ ایسے لوگوں کو کیا سزا دینی چاہیئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ مجلس قانون ساز کے اعضاء کو طلب کیا گیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرماتے تھے اور آپ کے مشورہ کے مطابق شرابی کے لئے اَسّی 80 درے کی سزا تجویز ہوئی جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا۔

Marfat.com

آپ نے یہ حد مقرر کرنے کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی:

(ترجمہ) ''یعنی جو نشے میں مدہوش ہوتا ہے وہ ہذیان بکتا ہے وہ افترا بازی بھی کرتا ہے اور جو افترا بازی کرے اس کی سزا 80 اسی درے ہے۔ اس لئے شراب خور کی سزا بھی اسی درے ہوگئی''۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہی حکم حضرت ابو عبیدہ کی طرف لکھ بھیجا اور آج تک اُمت کا اسی پر عمل ہے۔

☆ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے، اظہار رائے میں جرأت نیز بے پایاں خلوص اور محبت کے باعث حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آپ پر اس قدر اعتماد اور وثوق تھا کہ مملکت اسلامیہ کے تمام اہم معاملات میں آپ سے ضرور صلاح مشورہ کیا کرتے۔آپ اکثر یہ دُعا مانگا کرتے۔''اللھم لا تبقنی لمعضلة لیس لھا علی رضی اللہ عنه'' ''الٰہی! مجھے اس وقت زندہ نہ رکھنا کہ جب کوئی مشکل درپیش آئے اور اس کو حل کرنے کے لئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے پاس موجود نہ ہوں''

یہ ساری باتیں باہمی محبت، باہمی اعتماد اور پیار کی ہیں ان روشن حقائق کو جب انسان دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

''فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا''۔

ان واقعات سے کوئی فہم اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ معاملات کو سمجھتے سے قاصر تھے یا مہمات امور کو حل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے وہ ہستی جن کی پیش کردہ تجاویز (حرمت شراب، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا پردہ کرنا وغیرہ) کی تائید میں آیات قرآنی کا نزول ہوا۔ جن کی آراء کی فرمان خداوندی نے حکم اور قانون کا درجہ دیا۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سے مشورہ فرمایا کرتے تھے جن کے حُسن تدبیر اور سیاسی بصیرت کی بدولت اسلامی مملکت فردوس بریں کا نقشہ پیش کرتی تھی۔ ایسی ہستی کے بارے میں ایسی غلط فہمی کا وہی شکار ہو سکتا ہے جو خود عقل ودانش سے بے بہرہ ہو جس کی اپنی چشم خرد کور ہو۔

Marfat.com

☆ حکومت سے متعلقہ امور کے علاوہ بھی آپ خاندان نبوت کا ہر طرح ادب واحترام کرتے۔ چنانچہ جب بیت المال سے وظائف اور مشاہرات متعین کرنے کا وقت آیا تو بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ کیونکہ آپ امیر المؤمنین اور خلیفہ الرسول ہیں اس لئے ان دفاتر میں آپ کا اور اہل خاندان کے نام سرفہرست ہونے چاہییں۔ آپ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ فرمایا: سب سے پہلے قبیلہ بنی ہاشم کے افراد کے نام لکھے جائیں گے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاندان ذی احتشام ہے چنانچہ سب سے پہلے حضور ﷺ کے عمِ محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی لکھے گئے۔ پھر دوسرے ہاشمیوں کے نام درج ہوئے۔ وظائف اور تنخواہوں میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی سب سے زیادہ تنخواہیں اصحاب بدر کے لئے مقرر کی گئیں۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اگرچہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن قرابت نبوی ﷺ کے باعث ان کے وظائف اہل بدر کے برابر رکھے گئے۔ اگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں خاندان نبوت کا حددرنہ احترام نہ ہوتا تو آپ اپنا نام سرفہرست لکھواتے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے بدریوں کے برابر وظیفہ مقرر نہ کرتے کیونکہ وہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ کوئی شخص آپ پر اعتراض بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن آپ کے دل میں اپنے آقا اور مرشد کریم اور حضور ﷺ کے خاندان کی جو محبت تھی، جو جذبہ نیاز تھا۔ اس کے پیش نظر آپ نے جو کچھ کیا۔ یہ عین صواب تھا ایک اور ایمان پرور اور بصیرت افروز واقعہ سماعت فرمایئے! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں خاندان نبوت کی جو قدر و منزلت اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی جو عزت اور محبت موجود تھی اس کو ثابت کرنے کے لئے اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

آپ کے عہد مبارک میں ایران اسلامی قلمرو میں داخل ہوا۔ یزدگرد شہنشاہ ایران کی شہزادی آپ کے دربار میں پیش کی گئی۔ اگرچہ آپ کے اپنے بچے موجود تھے جو صورت وسیرت میں، اخلاق ومحامد میں اپنی مثال آپ تھے، اگر آپ چاہتے تو دختر یزدگرد کو کسی اپنے بیٹے کو دے دیتے لیکن آپ کی نگاہ انتخاب صرف سیّدنا امام حسین علیہ السلام پر پڑی اور

Marfat.com

حضرت مائی شہر بانو کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس واقعہ کو میں ''اصول کافی'' کے حوالہ سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

(ترجمہ): ''حضرت امام باقر فرماتے ہیں کہ جب یزدجرد کی بیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو مدینہ طیبہ کی عورتیں اُسے دیکھنے کے لئے جھرمٹ کر آئیں۔ مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اپنی زبان میں کچھ کہا: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ مجھے برُا بھلا کہہ رہی ہے اور اس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ (یہ اُصول کافی کے راوی کے الفاظ ہیں جو حقیقت سے بعید ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں آپ اسے اختیار دیجئے کہ مسلمانوں میں کسی آدمی کو چن لے اور پھر اسے مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ قرار دیجئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے اجازت دی، اُس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا''۔

حضرت امیر المؤمنین نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جہاں شاہ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: تیرا اس سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ حضرت شہر بانو کے بطن سے حضرت زین العابدین کی ولادت باسعادت ہوئی۔ سبحان اللہ!

اس سے معلوم ہوا کہ تمام حسینی سادات حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ مائی صاحبہ کا مشرف باسلام ہونا، خاندان نبوت کا فرد بننا اور حسینی سادات کی والدہ ماجدہ بننے کا فخر حاصل کرنا، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے شمار برکات اور ان گنت احسانات میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے ساری اُمت آپ کی ممنون ہے۔ سادات کرام رضی اللہ عنہم کو اسے فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اسے قوی کہا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کا مہر بیت المال سے ادا کیا گیا۔

Marfat.com

(جلاء العیون ص 497 مطبوعہ ایران)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

ساڑھے دس سال مسندِ خلافت پر متمکن رہنے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا شدید صدمہ ہوا۔ آپ کو غسل دے کر کفنایا گیا، اس وقت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اس روح فرسا منظر کو دیکھ کر آپ کی زبان اقدس سے جو کلمات نکلے انھیں علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے لیکن آپ محض طوسی کی تلخیص الشافی میں مذکور روایت ملاحظہ فرمایئے۔

''عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبداللہ لما غسل عمر کفن دخل علی علیہ السلام فقال صلی اللہ علیہ ما علی الارض احب الیٰ من ان القی اللہ بصحیفۃ ھذاالمسجٰی بین اظھر کم''

(تلخیص الشافی ص 428 نجف اشرف)

(ترجمہ) ''یعنی حضرت امام جعفر صادق نے اپنے والد بزرگوار سے اور اُنھوں نے جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو علی علیہ السلام تشریف لائے فرمایا: ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، یہ شخص جو تمہارے سامنے کفن میں لپٹا ہوا ہے۔ مجھے روئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی اور چیز محبوب نہیں کہ میں اس جیسا صحیفہ عمل لے کر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کروں''

حقیقت یہ ہے کہ شان فاروقی کو پہچاننے کے لیے نگاہ مرتضوی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر کس وناکس میں یہ صلاحیت نہیں کہ اس مقام رفیع کا اندازہ کر سکے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سرفراز فرمایا تھا۔

سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اکثر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرمایا کرتے اور آپ کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کر دیتے۔ آپ نے ایک مرتبہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام کی ثناء کے بعد فرمایا:

(ترجمہ) ''پھر حضور علیہ السلام کی رحلت کے بعد لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے تجویز فرمایا، ان دونوں حضرات کا کردار نہایت عمدہ تھا، دونوں نے اُمت میں عدل وانصاف قائم کیا''۔

(ناسخ التواریخ جلد سوم جز دوم ص116)

اسی جزو کے صفحہ 222 پر حضرت امیر المؤمنین کا ایک مکتوب گرامی ہے جس میں آپ نے ہر اس کو مخاطب فرمایا ہے جو اس خط کو پڑھے۔ اس میں ابتدائی پند ونصائح کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے اپنے میں سے دو ایسے امیروں کو اپنا خلیفہ منتخب کیا جو صالح اور نیک کردار تھے۔ ان دونوں نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ رکھا اور سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سر مو تجاوز نہ کیا۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ''یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے، آپ کا کردار بڑا پسندیدہ تھا اور آپ کا بخت بڑا مبارک تھا۔ (ناسخ التواریخ ص 323 جز سوم)

''نہج البلاغۃ'' میں آپ نے بڑی فصاحت اور صراحت سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان فرمائے۔ آپ کے عدل وانصاف، تقویٰ اور اتباع سنت کی بڑی تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شہروں کو اللہ تعالیٰ برکت دے، آپ نے کجی کو درست کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ وفساد کو پس پشت ڈالا، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قائم کیا۔ وہ یہاں سے پاک دامن رخصت

Marfat.com

ہوئے، ان کے عیب قلیل تھے، اُنھوں نے خیر کو پالیا اور شر و فساد سے سبقت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تقویٰ کا حق ادا کر دیا۔

(نہج البلاغۃ جلد اول ص 485 مطبوعہ مصر)

عبارت مذکور میں ''فلاں'' کا لفظ مذکور ہے۔ نہج البلاغۃ کے شارحین نے وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید اپنی شہرہ آفاق شرح میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ) ''یعنی فلاں'' سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہتے ہیں میں نے وہ نسخہ دیکھا ہے جو علامہ رضی جامع نہج البلاغۃ نے اپنے ہاتھ سے لکھا اس میں فلاں کے لفظ کے نیچے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ علامہ علی نقی فیض الاسلام نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں اس جگہ لکھا ہے: ''خدا شہر ہائے فلاں (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) را برکت وہد و نگاہ دارد''۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فلاں یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے اور ان کی نگہبانی فرمائے۔

ایک اور شارح نہج البلاغۃ ملا صالح قزوینی لکھتے ہیں:

''کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ است کہ بعد از او امیر خلافت از انتظام بیفتاد''

(کہ فلاں سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ کے بعد خلافت کا نظم و نسق درہم برہم ہو گیا)۔

کمال الدین میثم بحرانی نے بھی اس شرح میں لکھا ہے:

''والمنقول ان المراد بفلان عمر''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اس کے متعلق یہ کہنا آپ نے بطور توریہ یا تقیہ اس طرح کہا ہرگز قرین قیاس نہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے تو بارگاہ مرتضوی میں اس سے بڑھ کر کوئی

Marfat.com

گستاخی متصور نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ان پاکیزہ اور دل افروز کلمات سے خراج تحسین پیش فرمایا:

(ترجمہ) ''آپ کا یہ خیال درست ہے کہ اسلام میں سب سے افضل اللہ اور اُس کے رسول کے سب سے زیادہ مخلص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ مجھے اپنی جان عزیز کی قسم! اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ بڑا عظیم تھا۔ ان کی وفات حسرت آیات سے اسلام کو گہرا زخم لگا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اور جو نیک اعمال اُنھوں نے کیے ہیں اس کی اُنھیں جزا دے'' (شرح نہج البلاغۃ ابن ہیثم البحرانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی ائمہ اہل بیت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف فرماتے رہے اب یہاں صرف ایک واقعہ بطور مثال پیش خدمت ہے۔

ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں عراق کے چند آدمی حاضر ہوئے اور خلفاء ثلاثہ کی شان میں کچھ ناشائستہ گفتگو کی۔ جب وہ لوگ اپنے خبثِ باطن کو ظاہر کر چکے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم ان مہاجرین اوّلین سے ہو جن کی شان میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔

(ترجمہ) ''یہ مہاجرین وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے گھروں اور مال و متاع سے نکال دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ سچے ہیں''۔

اُنھوں نے جواب دیا: ہم اس گروہ سے نہیں ہیں۔

پھر آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم ان میں سے ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ۔

(ترجمہ) ''وہ لوگ جو مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور اپنے دل میں اپنے مال و دولت سے کوئی کشش نہیں پاتے اور حالت افلاس میں بھی مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں''۔

ان لوگوں نے کہا ہم اس گروہ سے بھی نہیں۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان گروہوں میں سے نہ ہونے کا تم نے خود اعتراف کرلیا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم مسلمانوں کے تیسرے گروہ میں نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔

(ترجمہ) وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش کے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں بغض مت ڈال''۔

پھر آپ نے بڑے غضبناک لہجے میں فرمایا:

اُخْرِجُوْا عَنِّیْ فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ ۔

میرے پاس سے نکل جاؤ، خدا تمہیں ہلاک کرے۔

(کشف الغمہ جلد دوم ص 267)

☆ اللہ تعالیٰ جب کسی کو فرزند عطا کرتا تو وہ اپنی سمجھ کے مطابق اُس کے لئے بہترین نام تجویز کرتا ہے۔ عمل کی ہزار کوتاہیوں کے باوجود ہم آج بھی دین کے کسی باغی، اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دشمن کا نام رکھنے کے لئے ہرگز تیار

Marfat.com

نہیں ہوتے۔ ابولہب، ابوجہل، فرعون یا شمر کے نام کلیتہً متروک ہیں ہم اپنے بچوں کے لئے کسی مقبول بارگاہِ الٰہی کا نام ہی پسند کرتے ہیں۔

حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد امجاد جو حسن انتخاب میں اپنا جواب نہیں رکھتی اُنہوں نے بھی اپنی اولاد کے لئے انہی کے نام تجویز کئے ہوں گے جو اُنھیں از حد دلربا اور پسند تھے اب ذرا ائمہ اہل بیت کی اولادِ امجاد کے ناموں پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اُنھیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے کتنی عقیدت ومحبت تھی اور ان کے دلوں میں آپ کی کتنی قدر ومنزلت تھی۔

☆ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا نام عمر تھا۔

(جلاء العیون، کشف الغمہ)

☆ سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لخت جگر کے لئے عمر کا نام تجویز فرمایا۔ (جلاء العیون، کشف الغمہ)

☆ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کا نام عمر رکھا۔

(جلاء العیون، کشف الغمہ)

☆ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک نور نظر کا نام بھی عمر تھا۔

(جلاء العیون، کشف الغمہ)

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو تاریخ انسانی کے اس زرین اور درخشاں عہد کے صد ہا روح پرور اور دل افروز واقعات بیان کرتا۔ لیکن اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر کسی کے دل کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے یا اُس نے تعصب کی پٹی خوب کس کر باندھ رکھی ہے تو اس کی قسمت، ورنہ جس کے دل میں حق کو سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی کچھ صلاحیت موجود ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اب اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو چکی ہوگی کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہم شیر وشکر تھے۔ سب ایک دوسرے پر صدق دل سے فریفتہ تھے۔ شمع اسلام پر سب پروانہ وار نثار تھے۔ ان سے نفوس قدسیہ کی مشترکہ کوششوں سے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے دین کو غلبہ اور عزت نصیب ہوئی۔ باہمی کشیدگی اور دشمنی کے قصے سب جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے جس میں کوئی مومن شک نہیں کرسکتا۔

"فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا"۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی برکت سے ان کے دلوں کو محبت اور پیار سے جوڑ دیا تھا اور اس کی مہربانی سے وہ بھائی بھائی بن گئے تھے۔

(فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ۔ ضیائے حرم فاروق اعظم نمبر)

کچھ ایسا حق کو ظاہر کر دیا فاروق اعظمؓ نے
کہ جذبہ حق کا ہر دل میں بھرا فاروق اعظمؓ نے
نظر آتے تھے سب عالم ہر اک تھا متقی زاہد
وہ نقشہ روبرو ان کے رکھا فاروق اعظمؓ نے
نمونہ حق پرستی، پاک بازی کا تھا ہر مسلم
وہ کی مضبوط مذہب کی بناء فاروق اعظمؓ نے

✿......✿......✿

Marfat.com

خانوادۂ فاروقی رضی اللہ عنہ

(حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا خاندان)

خلیفہ ثانی حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات طیبہ میں متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح (زمانہ جاہلیت میں) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ یاد رہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ۲ھ میں وفات پائی تھی۔ اور اولین حلقہ بگوشان اسلام میں سے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو کر فوت ہوئیں۔ ان کے دوسرے بھائی قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کا شمار بھی اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح زمانہ جاہلیت میں ہی ملیکہ بنت جرول سے ہوا جن کے بطن سے حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا (زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام اولاد میں لکھے ہیں ملکہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 6ھ میں ملکہ کو طلاق دے دی تھی۔

زمانہ جاہلیت میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی تیسرا نکاح اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت جرول خزاعی سے ہوا۔ جن کے بطن سے زید اور اصغر پیدا ہوئے۔ بعض نے عبیداللہ کا نام بھی لکھا ہے یعنی زید، اصغر اور عبیداللہ۔ یاد رہے کہ عبیداللہ نے جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے انتقال کیا۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے چوتھا نکاح قریبہ (بعض نے قربیہ لکھا ہے) بنت ابی اُمیہ مخزومی سے ہوا۔ قریبہ نے بھی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبہ کے بعد 6ھ میں ان کو طلاق دے دی تھی۔

آپ نے پانچواں نکاح زمانہ اسلام میں اُم حکیم (بعض نے اُم حکم لکھا ہے) بنت الحرث بن ہشام مخزومی سے کیا۔ جن کے بطن سے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد آپ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے چھٹا نکاح 7ھ میں جمیلہ بنت عاصم بن ثابت انصاری سے کیا۔ ان کے بطن سے آپ کے فرزند حضرت عاصم کی ولادت ہوئی۔ یاد رہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (اموی خلیفہ) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی کسی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔

آپ نے 17ھ میں اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ جن کے بطن سے حضرت زید و رقیہ پیدا ہوئے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا ساتواں نکاح تھا۔

آپ کا آٹھواں نکاح لہیہ (یمنی خاتون) سے ہوا۔ جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن کی ولادت ہوئی (ان کو عبدالرحمٰن اوسط بھی کہا جاتا ہے)

آپ کا نواں نکاح اُم ولد سے ہوا۔ جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔

آپ نے دسواں نکاح فکیہہ (لونڈی جو اُم ولد کہلاتی تھی) سے کیا۔ جن کے بطن سے زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی چچازاد تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے 12ھ میں ان سے نکاح کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زبیر بن العوام نے حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

سے نکاح کر لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نامور فرزند تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق غزوہ بدر کے وقت ان کی عمر 13 تیرہ سال تھی۔ اس لحاظ سے وہ نبوت کے دوسرے سال مطابق 611ء (عیسوی) میں پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ایک ایسے خاندان میں تربیت پانے کی سعادت حاصل ہوئی جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتا تھا اور یہی محبت ان کی زندگی میں جاری وساری رہی۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کمسنی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ سفر ہجرت اختیار کیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد جس قدر غزوات اور سرایا ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق بیعت رضوان میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ نے اپنا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیا۔

اگرچہ صلح حدیبیہ دس سال کے لئے تھی مگر قریش مکہ نے دو سال کے اندر ہی معاہدہ توڑ دیا اور مسلمانوں پر تشدد شروع کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تیز رو گھوڑے پر سوار اور نیزہ ہاتھ میں تھامے شریک حملہ دکھائی دیتے ہیں۔ راستے میں ایک منزل پر اپنے گھوڑے کے لئے چارہ کاٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: ''یہ عبداللہ ہیں عبداللہ''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی اس کا اندازہ اس طرح بھی ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ساتھ لئے ہوئے تھے اور حرم پاک میں داخل ہونے والے چوتھے شخص حضرت عبداللہ تھے۔ فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔

Marfat.com

عہد شیخین رضی اللہ عنہما میں حضرت عبداللہ کی عسکری زندگی نمایاں نہیں ہوئی۔ اس کی بڑی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے خاندان کے بارے میں سخت گیرانہ طرز عمل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کے افراد کو کلیدی مناصب دنیا پسند نہ کرتے تھے اس لئے اُنہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر کا سالار وغیرہ نہ بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (۲۷ ہجری) حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن العاص کی زیر قیادت فتوحاتِ افریقہ میں حصہ لیا۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد دار الخلافہ مدینہ (میں) اور بیرون مدینہ میں سخت ہیجان برپا تھا۔ ایک جماعت حضرت عبداللہ کو خلیفہ بنانا چاہتی تھی۔ وہ جماعت ان کے پاس گئی اور عرض کی آپ امیر اور امیر زادے ہیں ہم سب آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خلافت کے لئے مسلمانوں کا قتل برداشت نہیں کر سکتا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے سانحے ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس عرصے میں غیر جانبدار رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ امت مسلمہ کا انتشار واختلاف ختم ہو اور امت مسلمہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف رفع کرنے کے لئے ''دومتہ الجندل'' کی مشہور ''مجلس تحکیم'' منعقد ہوئی۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نمایندے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تو نئے خلیفہ کے طور پر حضرت عبداللہ کا نام تجویز کیا تھا۔ لیکن یہ مجلس تحکیم کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکی اور اختلاف ختم نہ ہو سکا۔ (اختر راہی)

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے معرکہ قسطنطنیہ میں شمولیت کی جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اس معرکہ میں شریک ہوں گے وہ مغفور ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سردارانہ صلاحیتوں اور فہم وتدبر کے معترف تھے۔

وفات

ان کی وفات کے بارے میں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف کو ان

Marfat.com

سے کد تھی اور وہ اُنہیں ختم کرانا چاہتا تھا کیونکہ حضرت عبداللہ اسے غلط اقدام پر ٹوکتے رہتے تھے علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ حجاج بن یوسف کعبہ میں خطبہ پڑھ رہا تھا عین اُسی حالت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ یہ خدا کا دشمن ہے کیونکہ اُس نے خدا کے دوستوں کو قتل کیا ہے چنانچہ اس کے انتقام میں حجاج نے ایک آدمی کو متعین کیا جس نے اُنہیں مسموم آلہ سے زخمی کیا اور اُس زخم سے بیمار ہوکر ۷۳ھ / ۶۹۳ء میں وفات پائی''۔

☆ ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں حدود حرم سے باہر دفن کیا جائے کیونکہ جس سرزمین سے ہجرت کی تھی اُس میں دفن ہونا اچھا معلوم نہیں ہوتا لیکن وفات کے بعد یہ آرزو بھی حجاج نے پوری نہ ہونے دی اور جنازہ پڑھا کر ''فخ'' کے مقام پر دفن کر دیا''۔ (اختر راہی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقہ وحدیث میں بلند پایہ رکھتے تھے اور مدینہ کے اُن سات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن سے علم حدیث کی سب سے زیادہ روایات مروی ہیں۔ ان سے مروی احادیث کی مجموعی تعداد 1630 ہے۔

☆ جس طرح فقہ حنفی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات پر مبنی ہے اس طرح فقہ مالکی کے موجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اُن کی روایات پر امام مالک کا دارومدار ہے۔ جملہ محدثین کے نزدیک حدیث کے دو سلسلے سب سے زیادہ مستند ہیں اور محدثین ان سلسلوں کو ''سلسلۃ الذہب'' کا نام دیتے ہیں یعنی اول وہ حدیث جس کی روایت امام مالک، نافع اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہو۔ دوسری وہ حدیث جس کے سلسلہ میں زہری، سالم اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واقع ہوں۔

اخلاق وآداب کے لحاظ سے ان کے اوصاف میں خشیتِ الٰہی، زُہد وتقویٰ، حق گوئی وبیباکی، انفاق فی سبیل اللہ اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات سب سے نمایاں تھے۔

قرآن کریم سے خصوصی شغف تھا اور اکثر قرآن کریم پڑھتے ہوئے ان کی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں۔ ان کے فارغ اوقات کا بیشتر حصہ عبادت وریاضت میں گزرتا تھا۔ اتباع

Marfat.com

سنت اور حبِّ رسول ﷺ کا جذبہ بدرجہ اتم ان میں موجود تھا۔ کوئی شخص سلام کہنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر سبقت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں بازار صرف اس لئے جاتا ہوں کہ مسلمانوں کو سلام کہوں۔ روزمرّہ معاملات میں اتباع سنت کا خاص خیال رکھتے تھے۔'' میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان کے گھر کا اثاثہ اور اُن کے بدن کے کپڑے سو درہم سے بھی کم قیمت کے تھے۔ دوسری مرتبہ پھر اُن کے پاس گیا تو میں نے اتنا بھی نہ پایا کہ میرے لباس کے برابر ہوتا۔ (اختر راہی)

۲۔ اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مکہ ہی میں خنیس بن حذافہ سے ہوا تھا۔ خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ کافی عرصہ قبل اسلام لا چکے تھے اور رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک تھے۔ خنیس ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے حبشہ کو ہجرت کی اور پھر بعد میں دوسری مرتبہ مدینہ طیبہ کی طرف اسلام کی راہ میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا قیام مدینہ میں تھا۔ قدرتی طور پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایام بیوگی انتہائی حزن وملال کے ساتھ گزارے۔ چنانچہ ان کے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی دوسری شادی کرنا چاہی۔

ان کی نظر انتخاب اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی لیکن جب اُنہوں نے اس سلسلے میں گفتگو چھیڑی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کر لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس رویے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت افسردگی اور ملال ہوا۔ بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جن کی اہلیہ اور حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کا کچھ ہی عرصہ قبل انتقال ہو چکا تھا۔ اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے حضرت

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کے لئے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی بتاتا ہوں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے کردیا۔ نکاح کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۲ سال اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف ۵۵ سال تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ انتہائی مدبرانہ اور حکیمانہ تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے یہ بات کچھ کم باعث فخر و انبساط نہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی رضا و رغبت سے ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار کیا۔ بلاشبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے وہ لمحات انتہائی درخشندہ اور ان کی پوری زندگی کا ماحصل تھے جو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہ کر گزارے تھے۔ تمام اُمہات المؤمنین کی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام وآسائش کا حد سے زیادہ خیال رکھتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت واطاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وقتاً فوقتاً ان کے اس مقام ومرتبہ سے آگاہ کرتے رہتے تھے جو ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کی وجہ سے حاصل تھا۔ اُنہوں نے کسی بھی موقع پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کے خلاف کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ آپ گاہے گاہے وہ فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی تلقین فرماتے تھے جو اُم المؤمنین ہونے کی وجہ سے ان پر عائد تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت عابدہ، زاہدہ تھیں اور پرہیزگاری اور تقویٰ میں تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر فضیلت اور فوقیت رکھتی تھیں۔ دن کو اکثر روزے رکھتیں اور رات کو عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عام سوکنوں جیسے تعلقات نہ تھے بلکہ دونوں کے درمیان وہی پیار، وہی محبت اور وہی اخوت تھی جو ان کے والدین محترمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھی۔

(عذرا تسلیم)

Marfat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی صلہ رحمی بھی ضرب المثل ہے۔آپ مساکین اور یتامیٰ کی ہر ممکن امداد سے بھی دریغ نہ کرتی تھیں۔ضرورت مند قرابت داروں کی اعانت کا خاص طور پر خیال فرمایا کرتی تھیں۔آپ نے اپنا گھر اپنی چچازاد بہن حضرت زید بن خطاب کی بیٹی کو عمر بھر کے لئے دے دیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر بے انتہا اثر ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہا گوشہ نشین ہوگئیں تھیں۔لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھیں۔اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزاری ہوئی لطیف ساعتوں کو یاد کر کے آبدیدہ ہو جائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی تدوین کے بعد ''مصحف'' (کتابی شکل میں جمع کیا ہوا قرآن کا نسخہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کا یہ نادر نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس امانت کے طور پر محفوظ رہا۔

(حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''قرآنی خواتین'' ملاحظہ فرمایئے)

✿.....✿.....✿

Marfat.com

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے

خطبات مکتوبات اور معاہدات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت، ریاست اور حکومت کے منصب کو بخوبی سمجھتے تھے اور رعایا کی نفسیات اور عمال کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے کاروبار حکومت کے ہر معاملے میں خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو مقدم جانا اور جو فیصلہ کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں فصاحت وبلاغت، قوت تقریر وتحریر، شاعری، علم الانساب (نسابی) سپہ گری، بہادری، آزادی مقدم چیزیں تھیں اور ریاست وافسری میں ان ہی اوصاف کا پاس کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قدرت نے ان سب میں وافر حصہ عطا کیا تھا ان کے خطبات، مکتوبات اور معاہدات سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیتوں، گہری بصیرت، اور فراست وادارک کا پتا چلتا ہے۔ ان کے خطبات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔ مشہور مؤرخ طنطاوی نے اس موضوع کے لئے ایک الگ باب کا انتخاب کیا ہے۔ اس انتخاب کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

۱۔ خطبات

بیعت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت خطبہ

اے لوگو! میں نے کل تم سے ایسی بات کہی تھی، جو صحیح نہ تھی۔ نہ کتاب الٰہی میں اس کا کوئی ذکر تھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ بات کہی تھی، البتہ میرا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے معاملات کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ

Marfat.com

لوگوں کو ایک ایسی کتاب دے دی ہے جس کے ذریعے اُس نے اپنے رسول کو ہدایت کی۔ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہے تو اللہ تمہیں بھی ہدایت کرے گا، جس طرح اپنے رسول کو ہدایت دی۔ اللہ نے تمہارا معاملہ ایک ایسی ہستی کے سپرد کر دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دوست اور یار غار ہیں۔ اُٹھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

خطبہ خلافت

اے لوگو! میں چند دعائیں کرتا ہوں، تم آمین کہتے جانا۔ اے اللہ میں سخت ہوں، مجھے حق کی موافقت، اپنی رضا کی طلب اور دار آخرت کے لئے نرم کر دے۔ اتنا کہ میں ان کے حق میں ظالم ثابت نہ ہوں اور ان پر کوئی دست درازی نہ کروں۔

اے اللہ! میں بخیل ہوں، مجھے بھلائیوں کے لئے سخی بنا دے اتنا کہ میں مسرف بنوں نہ ریا کار۔ اور یہ سب کچھ تیری رضا مندی اور آخرت کے لئے کروں۔ اے اللہ مجھے مومنوں کے لئے نرم دل اور نرم سلوک بنا۔ اے اللہ! میں بڑا غافل ہوں۔ مجھے ہر حالت میں اپنے ذکر اور موت کے ذکر سے سرشار رکھ۔

اے اللہ! میں تیری اطاعت میں کمزور ہوں، مجھے چستی، طاقت اور حسن نیت عطا فرما، جو تیری ہی توفیق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اے اللہ! مجھے یقین، نیکی اور تقویٰ دے۔ میں روز محشر، تیرے سامنے کھڑے ہونے کو یاد رکھوں، تجھ سے حیا کروں۔ مجھے اپنی رضا کے لئے خشوع عطا کر، میں اپنے نفس کا محاسبہ کر سکوں۔ اپنے اوقات پر نظر رکھوں اور شبہات سے بچوں۔ اے اللہ! مجھے تفکر و تدبر قرآنی عطا فرما۔ میں جو کچھ تلاوت کرتا ہوں، اسے سمجھ سکوں۔ اس کے معانی سے آگاہ ہو سکوں۔ اس کے عجائبات پر غور کر سکوں اور جب تک زندہ رہوں۔ عمل پیرا رہوں۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

خطبہ عطیات

اے لوگو! جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے، وہ ابی بن کعب کے پاس جائے جو فرائض کے بارے میں دریافت کرا چاہتا ہے وہ زید بن ثابت سے ملے۔ جو فقہی مسائل کی دریافت چاہتا ہے۔ وہ معاذ بن جبل سے ملاقات کرے اور جو شخص مال

Marfat.com

چاہتا ہے۔ وہ میرے پاس حاضر ہو، کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا خازن وقاسم بنایا ہے میں ابتدائے تقسیم، ازواج رسول ﷺ سے کروں گا، پھر مہاجرین سے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے، یعنی میں اور میرے دوست۔ پھر ان انصار سے جو ان سے پہلے ایمان لائے اور اپنے گھروں میں رہے۔ پھر وہ لوگ جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی، جس نے پہلے ہجرت کی اُسے پہلے اور جس نے بعد میں ہجرت کی، اُسے بعد میں عطیہ ملے گا۔ کوئی شخص مجھے ملامت نہ کرے۔ اپنے دیر سے ہجرت کرنے کو ملامت کرلے۔ میں اپنے دونوں دوستوں کے بعد تک زندہ رہا ہوں، لہٰذا تمہارا مجھ سے سابقہ پڑا ہے اور میرا تم سے، تمہارا جو بھی معاملہ ہاتھوں میں آئے گا، میں اسے ناسزاوار اور بے امانت لوگوں کے سپرد نہ کروں گا۔ اُ۔ وہ اچھی روش اختیار کریں گے، تو میں ان کے ساتھ احسان کروں گا اور اگر بُری راہ چلیں گے تو اُنہیں سخت سزا دوں گا۔

جابیہ کا خطبہ

اے لوگو! قرآن پڑھو، قرآن دانی کے اعتبار سے تم میں امتیاز کیا جائے گا۔ قرآن پر عمل کرو، تاکہ تم اہل قرآن کہلاؤ اگر معصیت الٰہی میں کسی کی فرمانبرداری کی جائے تو اسے اس کے مقدر سے ایک ذرہ بھی زیادہ نہیں مل سکتا اور حق بات کہنے اور نصیحت کرنے سے رزق الٰہی کم نہیں ہوتا نہ موت وقت سے پہلے آسکتی ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے جو حکومت عطا کی ہے، اُس کی اصلاح صرف تین چیزوں سے ہوسکتی ہے۔ امانت کی ادائیگی، قوت کے ساتھ گرفت اور تنزیل الٰہی کے مطابق حکم دینا۔ سنو! اس مال ودولت کی اصلاح صرف تین چیزوں سے ہوسکتی ہے۔ یہ کہ حق کے ساتھ لیا جائے۔ اور باطل میں صرف ہونے سے اسے روکا جائے۔ سنو! میں تمہاری دولت میں یتیم کے متولی کی طرح ہوں کہ اگر وہ صاحب زر ہوتا ہے تو اس کے مال کو ہاتھ تک نہیں لگاتا اور اگر فقیر ہوتا ہے تو حسب دستور تھوڑا سا لے لیتا ہے جیسے بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ کچھ کھالیتا ہے۔

Marfat.com

سعد بن ابی وقاصؓ کے لشکر سے خطاب

اللہ نے تمہارے بارے میں کہاوتیں بیان کی ہیں اور مختلف قسم کی باتیں ذکر کی ہیں تاکہ تمہارے قلوب کو زندہ کریں، کیونکہ دل سینوں میں مردہ رہتے ہیں، حتی کہ اللہ اُنہیں زندگی بخش دیں۔ جو شخص کچھ جانتا ہے، اُسے چاہیئے کہ اس سے نفع حاصل کرے۔ عدل کی کچھ علامتیں ہیں اور کچھ اثرات ہیں۔ علاماتِ عدل، حیا، سخاوت، سہولت اور نرمی ہے اور اس کے اثرات رحم و کرم ہیں۔ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک دروازہ بنایا ہے اور ہر در کے لئے ایک کنجی بنائی ہے، عدل کا دروازہ عبرت حاصل کرنا ہے اور اس کی کنجی زہد ہے۔ عبرت سے مراد مُردوں کو یاد کر کے موت کو یاد کرنا ہے اور عمل کے لئے تیار رہنا ہے اور زُہد حق کے لینے کا نام ہے، جس پر کوئی حق واجب ہو اور حق کے دینے کا نام ہے، جس کا کوئی حق واجب ہو۔ اس بارے میں کسی کے ساتھ نرمی نہ کرو۔ اتنے پر اکتفا کرو جس سے زندگی گزر جائے، کیونکہ جس شخص کو گزران لائق سے سیری نہ ہو، وہ کبھی بھی غنی نہیں ہوسکتا۔ لوگو! میں تمہارے اور اللہ کے درمیان ہوں۔ میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے پکار والوں کی پکار کو سننا میرے ذمے کیا ہے، لہٰذا اپنی شکائتیں مجھ تک پہنچاؤ، اگر کوئی شخص مجھ تک نہیں پہنچ سکتا، تو ان لوگوں کو اپنی شکایت پہنچاؤ، جو مجھ تک پہنچا سکیں، ہم اس کا حق بغیر کسی پریشانی کے اُسے دلا دیں۔

خطبہ رمضان

اَمّا بعد۔ یہ وہ مہینہ ہے، جس میں اللہ نے روزے فرض کیے ہیں اور تراویح فرض نہیں کیں۔ تم میں سے جو شخص تراویح پڑھ سکے تو اچھا ہے۔ یہ وہ نوافل ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قیام نہ کر سکے وہ سو جائے۔ اس بات سے بچو کہ تم میں سے کوئی یہ کہے کہ اگر فلاں شخص روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا۔ اور اگر فلاں قیام کرے گا تو میں بھی قیام کروں گا۔ تم میں سے جو بھی روزہ رکھے یا قیام کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ مسجدوں میں لغو باتوں سے بچو۔ یادرکھو، تم لوگ گویا نماز میں ہو، جب تک کہ جماعت کے انتظار میں ہو۔

Marfat.com

سنو! تم میں سے کوئی ماہِ رمضان کو آگے نہ کرے (یہ تین بار فرمایا) جب تک چاند نہ دیکھ لو، روزہ نہ رکھو اور جب تک عید کا چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ چھوڑو۔ یاد رکھو، اگر مطلع ابر آلود ہو جائے، تو مہینے کے دن تو بہر حال بے غبار ہیں۔ تیس دن پورے کر کے افطار کر لیا کرو۔ خبردار! جب تک ٹیلوں پر شفق نہ چھا جائے، روزہ نہ افطار کرو۔

خطبہ قادسیہ

میں اس بارے میں بڑا ہی حریص ہوں کہ ہر ضرورت کو پورا کروں جب تک کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے وسعت قلبی رکھتے ہیں، اگر ہم ایسا کرنے سے عاجز آجائیں گے اور کسی وقت زندگی میں ایک دوسرے کے لئے ایثار نہ کر سکیں گے تو قناعت سے کام لیں گے کاش تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا، جو مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہیں۔ میں عمل کر کے تمہیں وہ باتیں دکھاؤں گا۔ واللہ مَیں کوئی بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بناؤں۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں۔ اس نے میرے سپرد ایک امانت کر دی ہے۔ اگر میں اُسے اس طرح استعمال کروں کہ تمہارا خیال رکھوں اور تمہیں گھر بیٹھے سیراب کر دوں، تو میں سعادت مند ہوں اور اگر میں اس امانت کو اُٹھا کر اپنے گھر لے جاؤں گا، تو میں سخت بد بخت ہوں گا کہ چند دن خوش رہوں گا۔ پھر غم ہی غم ہوگا۔ پھر میں معاف نہیں کیا جاؤں گا اور نہ واپس لوٹایا جاؤں گا کہ تم لوگوں کو راضی کر سکوں۔

گورنروں سے خطاب

تم سے وہ زمانہ قریب آرہا ہے کہ امین کم ہوں گے، قرآن کے قاری بہت ہوں گے، فقیہہ تھوڑے ہوں گے اور آرزوؤں والوں کی کثرت ہوگی۔ کچھ لوگ آخرت کے لئے کام کریں گے مگر ان کا مقصود و مطلوب دنیا ہوگی، جو ان کے دین کو کھا جائے گی جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ سنو، تم میں سے جو کوئی اس دور کو پائے تو اُسے چاہیے کہ اپنے پروردگار سے ڈرے اور صبر کرے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو مخلوق کے حق سے بالا رکھا ہے چنانچہ اس بارے میں فرماتا ہے کہ "وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ

Marfat.com

بِـالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" یعنی وہ تمہیں حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا بنالو، کیا وہ تمہیں اسلام لانے کے بعد کفر کا حکم دے گا۔

خبردار، میں نے تمہیں حاکم یا جبار بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ ہدایت کے امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تم سے ہدایت حاصل کریں، لہٰذا مسلمانوں کے حقوق کو ادا کرو۔ انہیں مار مار کر ذلیل نہ کرو، نہ اتنی تعریف کرو کہ وہ ریجھ جائیں، نہ اپنے دروازے ان کے لئے بند کرو کہ قوی ضعیف کو کھا جائے اور نہ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دو، کہ تم ظالم بن جاؤ، نہ یہ کہ ان کے ساتھ سبک سری سے پیش آؤ۔ ان کی طاقت کے مطابق انہیں کافروں سے لڑاؤ۔ جب دیکھو کہ وہ تھک گئے ہیں، تو رُک جاؤ۔ یہ بات دُشمن سے جہاد کرنے کے واسطے زیادہ زیبا ہے۔

میں نے تمہیں شہروں کے حکام کا نگران بنایا ہے۔ میں نے حکام کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ صرف لوگوں کو دین سکھائیں۔ ان کے عطیات انہیں تقسیم کردیں اور ان کے درمیان، معاملات کا تصفیہ کردیں اور اگر ان کو کسی بات میں مشکلات یا دشواری پیش آجائے، تو مجھ سے کہیں۔ میں انشاء اللہ، آپ سب کی خدمت کرتا رہوں گا۔ آپ نے مجھے خدمت کرنے کا ہی فریضہ سونپا ہے اور میں آپ کا خادم ہوں۔

لخت لخت

اے لوگو! عمر کے فکر والم کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ یوم حساب کا منتظر ہے کہ کس طرح تم سے لے اور کیسے تمہیں دے اور کیسے تمہارے ساتھ سلوک رکھے۔ بس میرا پروردگار میرا مددگار ہے۔ عمر کسی طاقت اور کسی حیلے پر بھروسہ نہیں رکھتا، اگر اللہ عزوجل اپنی رحمت، اپنی مدد اور اپنی تائید کو شامل حال نہ رکھے۔

اے لوگو! اپنے ماحول کو پاکیزہ رکھو، اپنے امور کی اصلاح کرو، اپنے پروردگار سے ڈرو، اپنی عورتوں کو باریک مصری کپڑے نہ پہناؤ، پاک صاف کپڑے پہناؤ۔ اللہ نے جو مال تمہیں دیا ہے، اس کی اصلاح و درستی کا خیال رکھو۔ قتل ہوجانا بھی ایک قسم کی موت ہے، جو فاسق و فاجر اور نیک انسان دونوں کو لگ جاتی ہے، مگر شہید وہ ہے جو راہ خدا میں

Marfat.com

مرتا ہے۔

اس خدائے پاک کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام سے عزت بخشی، ایمان سے ہمیں محترم بنایا اور اپنے نبی رحمت ﷺ کو بھیجا۔ جس نے گمراہی سے بچایا، اختلاف کو دور کیا، ہمارے دلوں کو متحد کیا۔ دشمنوں پر غلبہ دیا۔ ملکوں کو فتح کرایا اور ہمیں بھائی بھائی بنایا۔ اس نعمت پر اللہ کی حمد کرو۔ اضافہ کی دعا کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں مخالفین پر فتح دے گا۔

اے لوگو! مجھ پر ایک ایسا وقت گزرا ہے، جب میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے وہ اللہ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُس کا طالب ہے مگر اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس لئے قرآن پڑھتے ہیں کہ جو کچھ مخلوق کے ہاتھوں میں ہے، وہ اس کے طالب ہیں۔ سنو قرآن پڑھو تو صرف اجرِ خداوندی کے متلاشی بنو اور اپنے اعمال سے اُسی کا ارادہ کرو۔

اے لوگو! جو نا ہے اس سے کیا گھبرانا؟ جس کی توقع نہیں کی جاسکتی اس کا کیا لالچ اور جو چیز عنقریب زائل ہو جائے گی، اُس کے لئے حیلہ سازی کیا کی جائے؟ ہر چیز کی ایک اصل ہوتی ہے ہماری جڑیں فنا ہو چکی ہیں اور ہم شاخیں ہیں۔ شاخیں جڑ کے بعد کب باقی رہتی ہیں اس دنیا میں لوگ شاخیں ہیں موت ان پر تیر برساتی رہتی ہے اور وہ مصائب کی زد میں رہتے ہیں آج کی مصیبت کل کے فائدے کے سامنے بہت ہی حقیر ہے اللہ ہمیں اور تمہیں پرہیز گار بنائے۔

۲۔ مکتوبات

سعد بن ابی وقاص کے نام!

مجھے الہام ہوا ہے کہ جب تم اپنے دشمنوں کے مقابل آؤ گے تو انہیں شکست دے دو گے۔ لہٰذا شک کو راہ نہ دو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی عجمی کو امان دے یا کسی قسم کا اشارہ کرے یا ایسی زبان میں اُس سے بات کرے، جسے وہ سمجھتا نہ

Marfat.com

ہو اور وہ اس وعید کو بھی امن سمجھے تو اسے امان ہی تصور کرو۔

کثرت ضحک (زیادہ ہنسنا) سے بچو، وفاداری کو پکڑو۔ غلطی کے ساتھ وفاداری بھی پرہیزگاری ہے اور غلطی کے ساتھ غداری ہلاکت ہے ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور دشمن طاقتور ہو جائے گا۔ سنو میں تمہیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ تم لوگ مسلمانوں کے لئے باعث عیب اور سبب توہین نہ بن جاؤ۔

ابوعبیدہ بن الجراح کے نام!

اَمّا بعد، لوگوں کے معاملات کو مضبوط گرہ اور دھوکہ نہ کھا سکنے والے انسان ہی درست رکھ سکتے ہیں جو اپنے راز کسی کو نہ بتائیں حق کی راہ میں کسی پر ظلم نہ کریں اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

عمرو بن العاص کے نام!

اپنی رعیت کے لئے ایسے بن جاؤ، جیسا کہ تم امیر کو دیکھنا چاہتے ہو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجلس میں تکیہ لگا کر بیٹھتے ہو۔ جب بیٹھا کرو تو عام لوگوں کی طرح بیٹھا کرو۔ تکیہ نہ لگایا کرو۔ اے عمرو، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تجھے اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے۔

معاویہ بن ابی سفیان کے نام!

اما بعد، حق کو تھامے رہو۔ حق واضح ہو جائے گا اور اہل حق کے مقام کو واضح کر دے گا۔ فیصلہ ہمیشہ حق . کے مطابق ہی کرو۔

قاضی شریح کے نام!

مجلس قضا میں نہ مول بھاؤ کرو، نہ کسی سے جھگڑو نہ کچھ خرید و فروخت کرو اور کبھی دو آدمیوں کے سامنے غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرو۔

عتبہ بن غزوان کے نام!

لوگوں کو ظلم سے دور رکھو۔ اس بات سے بچو کہ تمہیں کوئی کسی غداری یا بغاوت میں مبتلا کر دے، کیونکہ تم نے جو کچھ پایا ہے۔ اللہ ہی سے پایا ہے، اُس عہد کی بنا پر جو اس نے

Marfat.com

تم سے لیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے عہد کو پورا کرو اور اس کے احکامات پر قائم رہو۔ وہ تمہارا مددگار اور ناصر رہے گا۔

حرقوص کے نام!

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک دشوار گزار مقام پر رہتے ہو۔ جہاں انسان مشقت اُٹھا کر ہی پہنچ سکتا ہے۔ نرم زمین پر اُتر آؤ اور کسی مسلمان یا ذمی کو مشقت میں نہ ڈالو۔ اپنے معاملات میں مضبوط پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ، جو آخرت تک پہنچا دیں اور دنیا سے بھی خبردار رکھیں۔ سستی یا عجلت سے کام نہ لو کہ دنیا مکدر ہو اور آخرت برباد ہو جائے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نام!

اللہ سے ڈرو، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے جو اس کا شکر ادا کرتا ہے وہ اسے زیادہ دیتا ہے اور جو اسے قرض دیتا ہے وہ اسے جزا دیتا ہے۔ تقویٰ کو دل کا ستون اور جلائے بصیرت بناؤ۔ جس شخص کی نیت کچھ نہیں اس کا عمل بے سود ہے اور جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اس کے لئے کوئی اجر نہیں اور جس کے پاس کوئی نئی چیز نہیں، اُس کے لئے کوئی چیز پرانی بھی نہیں۔

۳۔ معاہدات

ایلیاء والوں کے ساتھ معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ امان نامہ ہے جو عبداللہ عمر امیر المؤمنین نے اہل ایلیا کو لکھ کر دیا۔ انہیں، ان کے نفوس، ان کے سرمایوں، ان کے کنیسوں اور صلیبوں بیمار اور تندرست الغرض ساری اقوام کو امان دے دی ہے۔ ان کے گرجوں میں کوئی شخص سکونت اختیار کر سکتا ہے نہ گرا سکتا ہے۔ ان کی صلیبوں اور دولت کو زک نہیں پہنچا سکتا، نہ وہ دین کے بارے میں مجبور کئے جائیں گے، نہ کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ان کے ساتھ بیت المقدس میں کوئی یہودی سکونت پذیر ہوگا۔ ایلیاء کے باشندوں کو دوسرے شہروں کے

Marfat.com

لوگوں کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔

باشندگان لد کے ساتھ معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے، جو عبداللہ عمر امیر المؤمنین نے اہل لُد اور ان تمام لوگوں کے ساتھ کیا، جو باشندگانِ فلسطین میں سے ان کے ساتھ شریک ہیں۔ انہیں ان کے نفوس، مال، کنیسوں، صلیبوں، تندرست، بیمار اور تمام اہل ملت کو امان دی گئی۔ ان کی جان، مال، عزت اور آبرو کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

نصارائے شام کے ساتھ معاہدہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ دستاویز عبداللہ عمر امیر المؤمنین کے لئے فلاں فلاں شہر کے نصاریٰ نے لکھ دی۔ جب تم لوگ ہمارے شہروں کی طرف بڑھے تو ہم نے تم سے اپنے نفوس، مالوں اور اہل ملت کے لئے امن طلب کیا۔ اس شرط پر کہ ہم اپنی بستیوں اور ان کے آس پاس کے علاقے میں کوئی خانقاہ بنائیں گے نہ کنیسہ، نہ دیر، نہ آتش کدہ اور نہ کسی راہب کا حجرہ، نہ کسی بربادشدہ کی ازسرنو تعمیر کریں گے۔ نہ ہم کسی مسلمان کو رات دن میں کسی کنیسہ میں ٹھہرنے سے روکیں گے بلکہ گزرنے والے مسافروں کے لئے دروازے کشادہ رکھیں گے اور جو بھی مسلمان مسافر ادھر سے گزرے گا، اس کی تین دن مہمانی کریں گے۔ ہم کسی جاسوس کو مہمان نہیں بنائیں گے اور نہ کسی مسلمان کے ساتھ غداری کریں گے۔ اگر ہمارا کوئی عزیز مسلمان ہونا چاہے گا، تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا اور ہم اس کی راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں کریں گے ہم کسی بات میں مسلمانوں سے مشابہت پیدا نہیں کریں گے۔ ٹوپی میں، عمامہ میں، اور نہ جوتے میں۔ اپنے ناموں کے ساتھ کنیت بھی نہیں لگائیں گے۔ زین پر سوار نہیں ہوں گے۔ گلے میں تلوار حمائل کریں گے اور اور نہ کسی قسم کا ہتھیار لے کر چلیں گے۔

انگشتریوں پر عربی حروف کندہ نہ کریں گے اور نہ ہی شراب فروخت کریں گے۔ اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی رہگذر، یا مارکیٹ میں فروخت نہیں کریں گے اور نہ بلند آواز

Marfat.com

میں گرجوں میں ناقوس بجائیں گے۔ اپنے گرجوں میں بلند آواز میں اپنی مذہبی کتابیں نہیں پڑھیں گے۔ عیدِ فصح سے پہلے یا عیدِ فصح کے بعد جلوس نہیں نکالیں گے۔

اپنے جنازوں کے ساتھ نعرے نہیں لگائیں گے اور مسلمانوں کے سامنے یا ان کے بازاروں سے جنازوں کے ساتھ آگ بلند نہیں کریں گے، نہ ان کے برابر سے اپنے جنازے لے کر گزریں گے۔ وہ غلام، جس میں کسی مسلمان کا حصہ ہو، نہیں خریدیں گے۔ اپنی چھتوں پر نہیں چڑھیں گے، جس سے مسلمانوں کے گھروں کی بے پردگی ہو۔ ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ یہ تمام شرطیں ہم نے اپنے اوپر لگائیں اور ان شرائط پر امان طلب کی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نصارائے شام کی طرف سے صلح کے بعد یہ معاہدہ لکھ کر پیش کیا، جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منظور فرما لیا۔ (بحوالہ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا از ایم۔ ایس۔ ناز)

Marfat.com

کون فاروق اعظم رضی اللہ عنہ......؟

☆ جس نے اپنے دور خلافت میں اعلان کر دیا تھا کہ اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتایا بکری کا بچہ بھوکا پیاسا مر گیا تو قیامت کے دن خدا عمر سے پوچھے گا کہ تیرے دور حکومت میں جانور بھوکے کیوں رہے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام کا یہ نظریہ پیش کیا...... کہ اسلامی حکومت وہ ہے جس میں نہ کوئی انسان بھوکا رہے اور نہ کوئی حیوان۔

☆ جس نے اپنے دورِ خلافت میں چھتیس (۳۶) سے زیادہ ملک فتح کیے۔ صرف ایرانی مجوسیوں کے خلاف ۸۰ بار جنگ لڑی اور ہر جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ جن کی فتوحات کا یہ عالم ہے کہ اپنے دورِ خلافت میں ۲۵ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ آپ نے مصر فتح کیا...... اردن فتح کیا...... حمص فتح کیا...... شام فتح کیا...... عراق فتح کیا ایران فتح کیا...... مکران فتح کیا بلوچستان فتح کیا...... یہ تمام فتوحات فاروقی ہیں جن کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے۔

☆ جس کے دور خلافت میں عدل و انصاف کا اتنا چرچا ہوا کہ آسمان بھی ناز کر رہا تھا...... زمین بھی فخر کر رہی تھی۔

جس نے رقعہ لکھا دریائے نیل کو...... تو نیل نے حکم مانا۔

زمین پر زلزلہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا۔

اُسکُنْ یَا اَرْضُ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ عُمَرُ ۔

اے زمین ٹھہر جا...... تجھ پر عدل کرنے والا عمر موجود ہے تو کیوں ہلتی ہے اور زمین ٹھہر گئی۔ (البیان جلد ۳ ص ۳۱)

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مثالی حکمران

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں......

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملت اسلامیہ کی عملی تربیت اور کردار سازی کے لئے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار کے منتخب نمونوں میں سے ایک نمونہ "فاروقیت" بھی ہے، جو شکوہ خسروی اور ہیبت جلال سکندری کے ساتھ ساتھ درویشانہ عجز و نیاز اور فقیرانہ تواضع و انکسار، خودداری و خود شناسی اور حق گوئی و حق آگاہی کے ساتھ ساتھ جرأت و بے باکی، فوری قوت فیصلہ اور بیدار مغزی و مردم شناسی کے حسین امتزاج سے عبارت ہے۔

انسانی زندگی کے عملی پہلوؤں میں سیاست و حکومت کو سرعنوان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس پہلو کے لئے عملی رہنمائی مہیا کرنے کے لئے اقبال کو جس مثالی حکمران کی ضرورت تھی وہ انہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صورت میں میسر آتا ہے۔

اقبال کے ہاں یہ احساس بڑی شدت اور بے حد نمایاں طور پر نظر آتا ہے کہ کوہستانوں، بیابانوں اور صحراؤں سے نکل کر میدان عمل میں اترنے والے افراد اور اقوام ہی تاریخ ساز کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ وقت کی نبض پر ان کا ہاتھ مضبوط ہوتا ہے بلکہ آئین فطرت اور نظام کائنات کے تقاضے بھی انہی کے طفیل پورے ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اقبال کے ہاں یہ احساس ان کی اپنی خاندانی روایت اور زندگی سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہو آخر وہ بھی مرد کوہستانی ہی تو تھے۔ ان کا خاندان بھی تو کشمیر کی حسین وادیوں اور جفاکشی اور سخت جانی کی تربیت دینے والے سنگلاخ سے تعلق

Marfat.com

رکھتا تھا۔ بہر حال اقبال اس سچائی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کہستانی

اسی لئے اقبال کے نزدیک ''سلمانیت'' کی طرح ''فاروقیت'' بھی صحراء و بیاباں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ کوہ و بیاباں وہ تربیت گاہیں ہیں جو گوشت پوست اور مٹی کے بنے ہوئے ضعیف انسانوں کو فولادی عزم و بے باکی سے ہر معرکے میں بے خطر کود پڑنے کی قوت و ہمت عطا کرتی ہیں۔ اقبال کی رائے یہ ہے کہ یہ کردار اور یہ قوت وعزم شہروں میں بسنے والے ان سہل پسند اور آرام خوش انسانوں میں پیدا نہیں ہو سکتا جو روایتی انداز میں مکتب و مدرسہ کی فضا میں ڈھلتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ اقبالؒ کے اپنے الفاظ میں:

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلیمانی

اقبالؒ کے نزدیک عناصر ''فاروقیت'' کی تفصیل جاننے اور ان کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کا ایک اجمالی مطالعہ ہمیں بنیاد یا زینے کا کام دے سکتا ہے۔

اس لئے کچھ دیر کے لئے ہمیں رکنا ہوگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کی لفظی تصویر مشہور محدث حافظ ابونعیم اصفہانی ''حلیۃ الاولیاء'' کی زبانی یوں ہے۔

(ترجمہ) ''قوم کے دوسرے فرد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو شاندار غیر فانی مرتبے کے مالک ہیں۔ اللہ نے ان کے ذریعے نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق کا اعلان فرمایا۔ انہی کے طفیل فیصلہ کن اور بیکار باتوں کے درمیان امتیاز پیدا کیا۔ ان کی قوت و دبدبے کے سبب اللہ تعالیٰ نے آیات بینات کی تائید فرمائی اور ان کی شخصیت اور سیرت کے لئے عطا کردہ فضائل اور دلائل توحید کی راہ ہموار کی۔ ان کے ذریعے ہی قابل

Marfat.com

مذمت گروہ کو اللہ نے منتشر فرمایا۔ یہ دعوت حق غالب آئی اور کلمہ حق کو ثبات عطا ہوا۔ (حلیۃ الاولیاء ج اوّل ص ۳۸ تا ۵۵)

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یوں ہے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب العدوی القرشی رضی اللہ عنہ، آپ کی کنیت ابوحفص تھی، دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو ''الفاروق'' کا لقب عطا ہوا۔ آپ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابوجہل (عمرو بن ہشام) کا قبیلہ بنو مخزوم آپ کے ننہال ہیں۔ ابوجہل رشتے میں آپ کا ماموں تھا۔ کیونکہ سیّدنا فاروق اعظم کی والدہ ماجدہ حنتمہ بن ہاشم بن مغیرہ ابوجہل کے سگے چچا کی بیٹی تھیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۳ عام الفیل ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری پیدائش ''حرب الفجار'' کے چار سال بعد ہوئی تھی۔ آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اشرافِ قریش میں شمار ہوتے تھے۔ قریش کی سفارت کا منصب جن جن لوگوں کے حصے میں آتا رہا۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ اس عہد کی سفارت دراصل متحارب قبائل کے درمیان مصالحت کرانے سے عبارت تھی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی تاریخ انسانی کے ان ڈرامائی واقعات میں سے ایک ہے جن سے تاریخ کا رخ بدلتا رہا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ ''عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جسے تو پسند فرماتا ہے، اس کے طفیل اسلام کو غلبہ وعزت فرما''۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور یہ سعادت خطاب کے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ جو ''فاروق'' بن کر حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والے اور مثالی عادلانہ حکومت قائم کر کے تاریخ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حیثیت سے جگہ پانے والے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ کے منصب نبوت کا شرف پانے سے ایک گونہ مشابہت رکھتا ہے۔ ایک آگ لینے کے لئے طور سینا پر چڑھے اور نور نبوت سے نوازے گئے۔ دوسرے شمشیر بدست آگ بگولا ہو کر بزعم خویش نور نبوت

Marfat.com

کا چراغ گل کرنے کے لئے گھر سے نکلے مگر حق کے داعی بن کر لوٹے اور نور نبوت کے لئے جانثار اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قوت بن گئے۔ قبول اسلام کا یہ ڈرامائی واقعہ تاریخ میں اس طرح ضبط تحریر میں آیا ہے کہ آپ گھر سے تلوار لے کر داعی حق ﷺ کا قصہ پاک کرنے کے لئے نکلے تھے مگر دار ارقم تک پہنچنے سے پہلے ہی قدرت ان کے لئے کچھ اور راہ متعین کر چکی تھی۔ اپنی بہن کے گھر میں کتاب حق کی چند آیات نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تقدیر بدل دی اور وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن کر تاریخ کا دھارا بدلنے کے لئے میدان عمل میں آ گئے۔ حافظ ابن عبد البر کا قول ہے:

(ترجمہ) ان کا بگوش اسلام ہونا حق کے لئے تمہید ثابت ہوا اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ حضرت فاروق اعظم سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔ یہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ مہاجرین اولین میں سے جو بزرگ ایمان سے مشرف ہو چکے تھے۔ ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ سب سے نمایاں اور سب سے اہم ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تحریک اسلامی کے تاریخی واقعات اور سیرت نبوی ﷺ کے انتہائی اہم واقعات میں سے ایک ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہو گا یہ بات بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا فوری سبب کتاب اللہ کی اثر انگیزی ہے۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان کتاب اللہ کے اعجاز اور پیغام حق ہونے کی اولین شہادتوں میں سے ایک ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ قبول اسلام سے چند دن پہلے میں بزعم خویش پیغمبر اسلام ﷺ کا قصہ پاک کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور حملہ آور ہونے کی ایک کوشش پہلے بھی کر چکا تھا۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں عبادت مشغول تھے۔ میں جونہی پہنچا آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کی۔ میں قرآن کریم کے معجزانہ اسلوب بیان پر حیرت و تعجب کی کیفیت محسوس کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ

Marfat.com

قریش سچ ہی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ شاعروں کا سا اسلوب بیان رکھتے ہیں مگر جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ''

(سورۃ الحاقہ ۴۰-۴۱)

(یہ کرامت والے پیغام رساں کی زبانی پہنچنے والا کلام ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ ہاں تم میں ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں) تب میرے دل میں آیا کہ قریش آپ ﷺ کو کاہن بھی تو کہتے ہیں پھر آپ ﷺ کاہن ہوں گے۔ اگلی آیت میں اس بات کی بھی نفی تھی ''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (الحاقہ-۴۲) یہ کسی کاہن کی کہاوت بھی نہیں ہے مگر تم میں سے نصیحت پکڑنے والے بہت کم ہیں) پھر آپ ﷺ نے اگلی آیات تلاوت فرمائیں ''تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ'' (یہ تو جہانوں کے پروردگار کا نازل کردہ پیغام حق ہے۔ اگر رسول گھڑی ہوئی باتیں ہمارے سر تھوپتا تو ہم پوری قوت سے اس کا مواخذہ کرتے)۔ (سورہ الحاقہ ۴۳-۴۵)

ان آیات نے مجھے عجیب اُلجھن میں ڈال دیا۔ میں متاثر ہو چکا ہوتا مگر کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔ اسی الجھن میں واپس لوٹنا پڑا تھا۔

اس کے بعد ایک دن پھر تلوار لے کر پکا ارادہ کر کے گھر سے نکلا۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی جو بنوزہرہ سے تعلق رکھتے تھے اور حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فخریہ انداز میں اُنہیں اپنے عزم سے آگاہ کیا تو حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم ایسا کر کے بنو ہاشم اور بنوزہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنے آباء کے مذہب سے منحرف ہو چکے ہو۔ نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں تمہیں اس سے بھی ایک عجیب تر بات بتاتا ہوں۔ تمہاری اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی تمہارے آبائی مذہب کو ترک کر چکے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیظ وغضب کے عالم میں اپنا رخ بدل لیا پہلے اپنی بہن کے گھر پہنچے وہاں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی تھی مگر انھیں دیکھ کر سب خاموش ہو گئے، آپ نے پوچھا کہ ابھی ابھی تم لوگوں کی زبان سے میں نے کیا آوازیں سنیں۔ دراصل حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے گھر میں ''سورۃ طٰہٰ'' کی ابتدائی آیات کی تلاوت ہو رہی تھی۔ میاں بیوی نے جواب دیا۔ ہم تو اپنے مطلب کی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو چکے ہو۔ ان کے بہنوئی کہنے لگے اے عمر! اگر سچائی تمہارے مذہب کے بجائے کسی اور جگہ ہو تو! یہ سنتے ہی وہ اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور انھیں روندنے لگے۔ بہن نے آگے بڑھ کر شوہر کو بچانے کی کوشش کی۔ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زور سے ان کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ جس سے ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ وہ ناراضگی میں کہنے لگیں عمر! تم کیا سمجھتے ہو اگر تمہارا آبائی مذہب سچا نہ ہو تب بھی اسی پر اڑے رہو گے پھر بے ساختہ ان کی زبان پر کلمہ شہادت رواں ہو گیا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

بہن اور بہنوئی کی اس ثابت قدمی اور عزم نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر شکستگی اور مایوسی کی کیفیت طاری کر دی۔ بہن سے آیات قرآنی پڑھنے کے لئے مانگیں تو وہ کہنے لگیں، نہیں تم ناپاک ہو، اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف پاک صاف لوگ ہی چھو سکتے ہیں بہن اور بہنوئی کے کہنے پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھنے لگے۔ جب اس آیت پر پہنچے ''اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ'' (بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے تو میری ہی عبادت کر اور میری ہی یاد کے لئے نماز قائم کر (سورۃ طٰہٰ۔ آیت 14) تو کہنے لگے کہ مجھے اسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔

کلیم طور پر منصب نبوت سے سرفراز ہونے کے اس تذکرہ ربانی نے تاریخ انسانی کے ''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' کے دل کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ آگ لینے گئے تو نبوت سے نوازے گئے۔ یہ آگ بگولا ہو کر نبوت کو مٹانے گئے تو نبوت کے جاں نثار اور حق باطل کے درمیان حد

Marfat.com

فاصل بن کر لوٹے۔ یہ سن کر حضرت خبابؓ جو وہاں تعلیم قرآن کے لئے آئے ہوئے تھے اور گھر میں چھپے بیٹھے تھے۔ سامنے آ کر کہنے لگے کہ عمر تمہیں خوشخبری ہو، مجھے یوں لگتا ہے کہ جمعرات کی شام رسول اللہ ﷺ نے جو دعا مانگی تھی وہ تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے دعا میں فرمایا تھا کہ ''اے اللہ! عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو عزت و سربلندی عطا فرما''۔

تاریخ اسلام کے اس فیصلہ کن موڑ کا ایک منظر تو یہ تھا دوسری جانب اہل اسلام اپنے رسول ﷺ کے ساتھ دارارقم بن ابی ارقم میں جمع تھے۔ تاریخ اپنے صفحات اُلٹنے کے لئے تیار ہو چکی تھی اور کاتب تقدیر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بنوت کا کام تمام کرنے کے بجائے نبوت کے کام کی تکمیل کا کام سونپنے کا فیصلہ صادر کر چکا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر تو یہ اچھی نیت سے آ رہے ہیں تو ٹھیک بات ہے اور اگر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نیت کچھ اور ہے تو پھر ان کو تلوار سے ہماری تلوار زیادہ کارگر اور کامیاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو وہ ان کے قدموں میں گر پڑے۔ دل زبان سے پہلے ہی کلمہ شہادت پڑھ چکا تھا اور اب ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' کا ورد زبان پر بھی رواں ہوگیا تھا۔

یوں گویا فیصلہ کن گھڑی میں فیصلہ کن شخصیت اپنے فیصلہ کن الفاظ ادا کر رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم زندہ رہیں یا مر جائیں۔ دونوں صورتوں میں حق پر ہم ہی نہیں ہیں؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اب تمہیں موت آئے یا تم زندہ رہو حق پر تم ہی ہو۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر یہ پوشیدہ پیغام حق کی تبلیغ کیوں؟ اس ذات کی قسم جس نے

Marfat.com

آپ ﷺ کو رسول برحق بنا کر مبعوث کیا ہے، اب تو حق کھل کر سامنے آئے گا اور باطل کو بھاگنا ہوگا۔ چنانچہ مسلمان دو ٹولیوں میں دارارقم سے باہر آئے۔ ایک کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری کے ساتھ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے قافلے بیت الحرام کی طرف رواں تھے۔ ان کے قدموں سے اُٹھنے والا غبار۔ یہ اعلان کر رہا تھا کہ آج کے بعد کفر اور اسلام کا کھلا مقابلہ ہوگا۔ مسلمان بیت اللہ میں پہنچے تو قریش حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ساتھ دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ یہی وہ موقع تھا جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ''الفاروق'' (حق و باطل میں فرق کو واضح کر دینے والا) کے لقب سے نوازا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص 256)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد مسلمان زیادہ عرصہ مکہ میں نہ ٹھہرے۔ ہجرت مدینہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی اجازت سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب یثرب کے لئے روانہ ہوئے تو قریش کے ایک اجتماع کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک جانثار (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) مکے کو چھوڑ کر جا رہا ہے' تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بیوہ دیکھنا چاہے اور بچوں کو یتیم بنانے کی آرزو رکھتا ہو تو میرا راستہ روکنے کی ہمت کرے۔ اس طرح ہجرتِ مدینہ سے حضرت عمر فاروق مہاجرین اوّلین کے زمرے میں شامل ہو گئے۔

معرکۂ بدر اور بیعتِ رضوان کے علاوہ تمام معرکوں میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ سفر رہے۔ حافظ ابن عبدالبر کے قول کے مطابق جب رسول اللہؐ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ حضرت عمرؓ سے خوش تھے۔ ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد منصبِ خلافت سنبھالا اور بہترین انداز میں اس منصب کو نبھایا۔ اللہ کے مال میں عام آدمی کے حق کے برابر اپنا حق ٹھہرایا۔ اللہ نے ان کے عہدِ خلافت میں مصر' شام' عراق اور ایران کی فتوحات مکمل فرمائیں۔ آپ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنھوں نے اہلیت اور خدمت کی بنیاد پر مسلمانوں کے نام رجسٹر میں درج کروائے اور ان

Marfat.com

کے وظائف مقرر کیے۔ وہ اللہ کے دین کے معاملات میں نہ تو کسی کا لحاظ کرتے تھے اور نہ ہی کسی سے ڈرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ عمر کی ہیبت سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔ (کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل اور زبان پر حق کو حاکم بنایا ہے) حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے"۔

☆ متعدد مواقع پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی بعد میں کتاب اللہ کی آیات کے مطابق وہی صحیح ثابت ہوئی۔ مقام ابراہیم، حرمت شراب، مسئلہ پردہ، اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں جو رائے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ظاہر فرمائی وہ اللہ کی منشاء اور پسند کے مطابق ثابت ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سراج اھل الجنۃ" آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: "اللہ کے معاملے میں عمر میری تمام امت سے زیادہ سخت ہیں"۔

☆ مشہور انگریز مستشرق مسٹر نکلسن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار اور خدمت اسلام کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

"SIMPLE AND FRUGAL: DOING HIS DUTY WITHOUT FEAR OR FAVOUR; ENERGETIC EVEN TO HARSHNESS, YET CAPABLE OF TENDERNESS TOWARDS THE WEAK, A SEVERE JUDGE OF OTHERS AND ESPECIALLY OF HIMSELF, HE WAS A BORN RULER AND EVERY INCH A MAN. LOOKING BACK ON THE TURMOILS WHICH FOLLOWED HIS DEATH, ONE IS INCLINED TO AGREE WITH THE OPINION OF A SAINTLY DOCTOR WHO SAID FIVE CENTURIES

Marfat.com

AFTERWARDS THAT THE GOOD FORTUNE OF ISLAM WAS SHROUDED IN THE GRAVE CLOTHES OF UMAR. IBN-AL-KHATAB". (A LITERARY HISTORY OF ARABS).

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گوناگوں صلاحیتوں اور خوبیوں کی مالک نادر شخصیت کا چند لفظوں میں یوں نقشہ پیش کرتے ہیں۔ ''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' کے سینے کو ایک گھر تصور کرو جس کے مختلف دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک باکمال شخصیت بیٹھی نظر آئے گی۔ (الفاروق)

☆ مصر کے معروف سیاست دان، صحافی اور مؤرخ محمد حسین ہیکل حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت پر اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الفاروق عمر'' میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیتوں اور کرداروں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے ان دونوں کی سیرت و شخصیت کو اجاگر کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو کافی سمجھتے ہیں، جو ان دونوں ہستیوں کی تصویر پیش کرتا ہے۔' 'جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر رہا کرنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گردنیں مار دینے کا مشورہ دیا تھا اس موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی مثال یوں بیان فرمائی کہ ملائکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال حضرت میکائیل کی سی ہے۔ جو اللہ کے بندوں کے لئے رحمت و بخشش کا پیغام لے کر آتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں ان کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے لئے شہد سے زیادہ شیریں و خوشگوار تھے۔ قوم نے تو انہیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا تھا مگر وہ ان سے یہی کہہ پائے تھے کہ ''اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ'' (تم پر اور اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے ہو ان پر افسوس ہے تو کیا تم میں عقل ہے ہی نہیں'' (سورۃ الانبیاء۔ ۶۷)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں اپنے رب سے بھی عرض

Marfat.com

کیا تھا کہ ''ان میں سے جو میری پیروی کرے گا وہ تو میرا ساتھی ہے مگر جو میری نافرمانی کرے گا تو اس کے لئے آپ غفور الرحیم ہیں'' (ابراہیم۔۳۶) حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے بارے میں یہ کہیں گے کہ ''اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دیتا ہے تو یہ تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو ان کی بخشش فرماتا ہے تو غلبہ وعلم تجھے ہی سزاوار ہے'' (سورہ المائدہ۔۱۱۸) اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق کی مثال ملائکہ میں جبرائیل کی سی ہے جو اللہ کے غیظ وغضب اور دشمنان حق کے لئے جذبہ انتقام بن کر نازل ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال سیدنا نوح علیہ السلام اور موسیٰ کی سی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے منکرین حق کے متعلق اپنے رب سے یوں عرض کیا تھا کہ ''اے پروردگار ان منکرین حق میں سے روئے زمین پر کوئی باشندہ بھی مت چھوڑ'' (سورہ نوح۔ ۲۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے نافرمان وسرکش لوگوں کے متعلق اپنے رب سے عرض کیا تھا کہ ''اے پروردگار ان کے مال و دولت کو نابود کر دے۔ ان کے دلوں کو جکڑ دے کیونکہ جب تک یہ دردناک عذاب نہیں دیکھیں گے ایمان نہیں لائیں گے''۔

(سورہ یونس۔آیت ۸۸)

تاریخ انسانی میں جن حکمران نے اپنے آرام اور ذاتی مفاد کو رعایا کے آرام اور مفادات کے لئے قربان کیا ان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سر فہرست ہی نہیں سر عنوان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ محمد الخضری کے قول کے مطابق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان حکمرانوں میں سے تھے جو عامۃ الناس کی خوشیوں کے لئے سب کچھ کر گزرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ تو اپنے گورنروں پر بھی عام رعایا کی ہر بات کو ترجیح دیتے تھے۔ تاریخ کے علاوہ کتب حدیث وسیرت میں اس قسم کے واقعات بکثرت بکھرے پڑے ہیں جو ان کی رعایا پروری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت خفاف بن ایماء غفاری اپنے قبیلے کی مسجد کے امام تھے۔ ان بیٹی ایک مرتبہ کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راستے میں ملیں۔ کہنے لگیں۔ امیر المومنین! میرے شوہر فوت ہو چکے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں جو فاقے کا شکار بھوک سے نڈھال پڑے ہیں۔ میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں جو صلح حدیبیہ

Marfat.com

کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے وہیں رک گئے۔ خوش آمدید سلسلہ نسب بہت عظمت والا ہے۔ (مرحباً بنسبِ کریم) پھر لوٹ گئے۔ ایک مضبوط اونٹ پر خوراک اور لباس کے علاوہ دیگر اشیائے ضرورت لا ددیں۔ اور اونٹ کی مہار یہ کہتے ہوئے اس خاتون کے ہاتھ میں دے دی کہ یہ سب تمہارے لیے ہے۔ جب یہ ختم ہو گا تو اللہ تمہارے لئے کوئی اور انتظام فرما دیں گے۔ کسی ساتھی نے کہا امیر المؤمنین! آپ نے تو اس عورت کو بہت کچھ دے ڈالا ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ تیرا بُرا ہو۔ مجھے تو اس لڑکی کا باپ اور بھائی اب بھی ایک قلعے کا طویل محاصرہ کرنے کے بعد اس میں فاتحانہ داخل ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ جن کی بدولت اگلی صبح ہمیں بھاری مقدار میں مالِ غنیمت میسر آیا تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۲۶۵)

☆ امام اوزاعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں کہیں جا رہے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ صبح ہوتے ہی اس گھر میں گئے۔ ایک معذور بڑھیا تھی جو تنہا رہ رہی تھی۔ پوچھا یہ آدمی جو تمہارے پاس رات کو آتا ہے کون ہے اور کیا لینے آتا ہے۔ وہ کہنے لگی، مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک مدت سے میری دیکھ بھال کے لئے آتا ہے اور میری ضروریات پوری کرتا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگے کہ میں تو بزعم خویش عمر رضی اللہ عنہ کی غلطیوں کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا اور یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے" (حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۴۸-۵۵)

مدینے کی گلیوں میں پہرے دار کے بھیس میں گھومتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بچی کے رونے کی آواز آئی۔ عبد الرحمٰن بن عوف بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بی بی اللہ سے ڈرو۔ اپنے بچے پر ترس کھاؤ۔ یہ بات اس رات کئی مرتبہ دہرائی گئی۔ رات کے آخری حصے میں ایک مرتبہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے یہی بات کہی اور پوچھا کہ آخر تمہارے بچے کو ہوا کیا ہے۔ وہ کہنے لگی میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ دودھ پیتے بچوں

Marfat.com

کو وظیفہ نہیں دیتے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہہ رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ برباد ہو گیا۔ معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کا خون اس کی گردن پر ہے۔ پھر اعلان فرمایا کہ آج سے پیدا ہوتے ہی ہر بچے کا وظیفہ خود بخود ملنا شروع ہو جائے گا۔ خلافت کے دور دراز علاقوں میں بھی یہی فرمان پہنچا دیا گیا۔ (حوالہ مذکورہ)

☆ زید بن اسلام راوی ہیں کہ مدینے میں قحط سالی کی سی کیفیت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر روزے سے ہوتے تھے۔ افطاری کے بعد تیل میں روٹی کے بھگوئے ٹکڑے ہی کھانے کو میسر آتے تھے۔ ایک دن لوگوں کے لئے بیت المال کا ایک اونٹ ذبح کرایا گیا۔ سب نے کھایا۔ لوگوں نے کوہان اور جگر کا کچھ گوشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے الگ کر لیا تھا۔ معلوم ہونے پر فرمانے لگے کہ میں خود چنی ہوئی چیزیں کھاؤں اور لوگوں کو ردی گوشت کھلاؤں تو مجھ جیسا برا حاکم اور کوئی نہیں ہوگا۔ پاس ہی شمع کی بستی ہے تین دن سے وہاں کے لوگوں کی خبر گیری کے لئے نہیں جا سکا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ بھوک سے نہ بلک رہے ہوں۔ جاؤ یہ گوشت ان تک پہنچا دو۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اس سے پہلے تمہارا حساب لیا جائے۔ اپنا محاسبہ خود کر لو اور اس سے پہلے کہ تمہیں تولا جائے تم اپنے آپ کو خود جانچ لیا کرو''۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اپنا محاسبہ خود کرنے کی جو اہمیت ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی روشنی میں کتنی اہم معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہر رات اپنے دن بھر کے اعمال کا خود محاسبہ کرتے تھے جس سے انہیں اصلاح احوال اور بہترین رویہ اپنانے میں مدد ملتی تھی۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنا محاسبہ کرنے والوں کو قدرت کی تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

☆ کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ یوں فرمایا ''جس بات سے مطلب نہ ہو۔ اس میں تم دخل مت دو۔ اپنے دوست کے بارے میں احتیاط برتو۔ ہاں جو امانت دار

Marfat.com

ہو اور امانت دار وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ بدکار کی ہمراہی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اپنی بدکاری سکھا دے گا۔ اسے اپنا راز بھی مت بتلانا۔ اپنے معاملات میں مشورہ صرف انہیں لوگوں سے کرنا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں"۔

اقوال: (ترجمہ) "اللہ کی قسم میرا دل جب اللہ کی خاطر نرم ہوا تو یہ حالت ہو گئی کہ وہ مکھن سے بھی زیادہ نرم بن گیا اور اللہ کی خاطر میرے دل میں ایسی شدت پیدا ہوئی کہ میرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا"۔

سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہمیں مردِ مومن کی وہ شان یاد دلاتا ہے جس کا اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار تذکرہ کیا ہے۔

؎ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور یہی نصیحت ہے نوجوانانِ ملت کے لئے:

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
اور شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

۲- ایک موقع پر فرمایا:

(ترجمہ) "کتاب اللہ کے حامل اور علم کے سرچشمے بن جاؤ۔ اللہ سے آئے دن کی روزی طلب کرنے پر اکتفا کرو" (الاستیعاب ص ۱۱۴۴-۱۱۵۹)

☆ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تاریخ انسانی کے عظیم ترین انسانوں میں سے ایک ممتاز ہستی قرار پاتے ہیں جنہوں نے مسکراتے ہوئے موت کو لبیک کہا۔ یہی علامت ہے مردِ مومن کی بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

؎ نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم برلبِ اوست

☆ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں جو اہل قلب و نظر کے لئے وجہ التفات اور مرکز نگاہ بننے کا استحقاق رکھتے ہیں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر

Marfat.com

میں بھی ان کی سیرت و شخصیت کے متعدد پہلو تھے۔ اسلام لانے کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کی دعا اور ایک دختر اسلام کی زبان سے کلام اللہ کی اثر انگیزی اور ڈرامائی انداز میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کو اقبال رحمۃ اللہ بھی اسلام کی تاریخ کا ایک فیصلہ کن موڑ تصور کرتے ہیں۔ حکومت و سلطنت کی دنیا میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ جس مرد مومن کے آرزو مند ہیں، اس کا نمونہ انہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شکل میں میسر آیا۔ اسی لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہدوں کے قائدین، حکمرانوں اور بادشاہوں کو اُمت مسلمہ کی تقدیر بدلنے اور اسے ایک زندہ قوم کی حیثیت سے اُبھارنے کے لئے انہیں سنت فاروقی کو اپنانے کی بار بار دعوت دیتے رہے ہیں۔

☆ ملت اسلامیہ کی سیرت سازی کے سلسلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک پہلو جو اقبالؒ کے لئے خوشگوار دلچسپی اور کشش کا باعث بھی بنا، وہ ہے ان کی تواضع، انکسار اور فقر و بے نیازی۔ تواضع اگر اہل اقتدار اور ارباب حکومت کی طرف سے ہو تو یہ بلاشبہ انتہائی قابل ستائش بات ہے کیونکہ فقیر بے نوا اور گدائے ناکس و بے بس کا تو کام ہی تواضع اور انکسار ہے۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

☆ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جس رعب و دبدبے، شان و شوکت اور زور دار شخصیت کے مالک تھے، ان کی جانب سے عجز و نیاز اور تواضع انکسار سے متاثر ہونا بے جا نہیں ہے۔ لیکن اقبال رحمۃ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع سے ایک اہم نکتہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں جو لوگ اپنی شان و شوکت اور کرّوفر کے کابوس میں جکڑے رہتے ہیں، حقیقت میں ان سے بڑا بے نوا اور بے بس شاید کوئی اور نہ ہو۔ زمین پر قدم رکھنے سے جھجکنا اور اپنی معمول کی ذاتی ضروریات کے لئے ہر قدم پر اور ہر لحظہ دوسروں کا محتاج ہونا کوئی بڑائی کی بات نہیں جو شخص تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے سامنے گری پڑی چیز کے لئے دوسروں کا محتاج ہو، اقبال کے نزدیک وہ بے بس ہی نہیں ناکارہ انسان بھی ہے۔ ایسے

Marfat.com

شخص میں تو قوت اقتدار اور صلاحیت کار کی کمی بھی ہے۔ اور ساتھ ہی وقت کی رفتار کا ساتھ دینے سے محرومی کا سامان بھی ہے۔ صحیح قوت اقتدار دراصل وقت کی رفتار کو قابو میں رکھنے کا نام ہے اور یہ بات اُسی شخصیت میں ہوسکتی ہے جو شان و شوکت اور کروفر کے باوجود ایک زوردار قوت فیصلہ کی بھی مالک ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اسے تواضع اور بے نیازی کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہو۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مثالی حکمران میں صحیح قوت اقتدار اور تواضع کے ساتھ ساتھ جلال و جمال کا امتزاج بھی ہونا چاہیے۔ اس عظیم امتزاج کی روشن مثال اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں نظر آتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے۔ ہاتھ سے کوڑا گر پڑا۔ خدام موجود تھے لیکن کسی کو بلانے کی ضرورت محسوس کرنے کی بجائے اونٹ سے اُترے اور خود اپنے ہاتھ سے کوڑا اٹھالیا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ادا بہت پسند آئی اور وہ مثالی حکمران بننے کے لئے ملت کے حکمرانوں کو یوں نصیحت کرتے ہیں۔

خود فرود آ از شتر مثل عمرؓ
الحذر از منت غیر الحذر

مرشد لاہور سیّد ہجویر شیخ ابوالحسن علی بن عثمان لاہوری رحمۃ اللہ علیہ معرفت اور روحانیت و تقویٰ میں ایک قابل تقلید مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے علم و طریقت کے رعب میں اپنے آپ کو مقید نہیں رکھا بلکہ عجز و نیاز اور تواضع و انکسار سے اہل پنجاب کے دلوں میں گھر کرلیا۔ انہوں نے اپنی نگری میں شجرہ اسلام کی یوں آبیاری فرمائی کہ وہ تناور اور سایہ دار درخت بن کر لہرانے لگا۔ آج تک بندگان حق اس شجرہ رحمت و شفقت کے سائے میں زندگی گزار رہے ہیں اور اللہ کے دین پر ہمیشہ والہانہ انداز میں اپنی جانیں نچھاور کررہے ہیں۔

☆ اقبال کا خیال یہ ہے کہ مرشد لاہور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ''فاروقیت'' سے رہنمائی میسر آئی تھی۔ یہی فاروقیت تھی جس نے سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ میں سرزمین پنجاب کا مقدر بدل دیا۔

Marfat.com

سیّد ہجویر مخدومِ اُمم
مرقد او پیر سنجر را حرم

بند ہائے کہسار آساں گیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرف او بلند آوازہ شد

پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

(کلیات اقبال فارسی، ص ۵۲)

☆ فاروقیت عمل اور قول دونوں لحاظ سے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو فکری رہنمائی مہیا کرتی ہے جس طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کے مختلف گوشے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا موضوع بنے ہیں۔ اسی طرح ان کے بعض اقوال و ارشادات بھی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و شعر کے میدان میں رہنمائی مہیا کرتے رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے ''سامان دنیا کی طرف کم سے کم دھیان دو آزاد رہو گے'' اس قول میں فاروقی عجز و نیاز اور قناعت و بے نیازی کی ساتھ حریت و آزادی بھی نظر آتی ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو سامنے رکھتے ہوئے ملت کی سیرت سازی کے لئے فقر و غنا اور بے نیازی کا درس دیتے ہیں۔

☆ فاروقیت ایک شخصیت نہیں نظام زندگی ہے جو حاکم و محکوم کے امتیاز کو مٹا کر باہمی اعتماد کے طفیل راحت و سکون کی دولت مہیا کرتا ہے اس کی مثالیں سمیٹنا آسان کام نہیں۔ عدلِ فاروقی کی روح یہ ہے کہ عدل و انصاف کو حکمرانی کا محض تقاضا نہیں بلکہ خدمت خلق اور اپنے پروردگار کی عبادت تصور کیا جائے۔ دین اسلام میں سرداری اور

Marfat.com

حکمرانی کا یہی طرہ امتیاز ہے۔

سروری در دین ما خدمت گری است

عدلِ فاروقی و فقر حیدری است

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ کی کتاب اپنی اثر انگیزی اور انسانی ذہنوں کو بدلنے میں ایک موثر نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کو ایک ایسی دنیا سے تشبیہہ دیتے ہیں جو اہل اسلام کے سینوں میں محفوظ و موجزن ہے اور عالم انسانیت میں انقلاب برپا کرنے کے لئے تیار ہے۔ بندہ مومن کے دل کی طرح اس جہانِ قرآن کی وسعتوں کا بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جہاں قرآن کے فیض کی ایک نظر تھی جس نے سینہ فاروق رضی اللہ عنہ میں شجرہ ایمان کی تخم ریزی کر دی تھی۔

☆ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ آپ سن چکے ہیں۔ جسے تاریخ انسانی کے فیصلہ کن مراحل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سیرت فاروقی رضی اللہ عنہ کے اس گوشے پر نظر رکھتے ہیں لیکن وہ اس سے ایک نازک اور منفرد نکتہ پیدا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا اعجاز بیان اور اس کا سحر انگیز اسلوب برحق۔ یہی قرآن خوانی اگر دخترانِ ملت کی لے میں ہو تو وہ اپنے بھائیوں کی تقدیر کے ساتھ ساتھ ملت کی تقدیر بھی بدل سکتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہن نے قرآن کریم کی تلاوت سے اپنے بھائی کا مقدر بدل دیا تھا۔ اگر دختران ملت کی پرسوز قرآن خوانی آج بھی میسر ہو تو ملت کی شام صبح سے بدل سکتی ہے۔ اور اہل نظر پھر قرآن کی طرف جوق در جوق رجوع کرنے لگیں گے۔

زشام ما بیرون آور سحر را

بہ قرآن باز خواں اہلِ نظر را

تو می دانی کی سوز قرأت تو

دگر گوں کرد تقدیر عمر رضی اللہ عنہ را

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ''فاروقیت'' کو حکمرانی کا نمونہ اس لئے سمجھتے ہیں کہ انہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں فقر و سلطنت کا امتزاج یا دوسرے لفظوں میں دین و سیاست کا

Marfat.com

اجتماع نظر آتا ہے۔ فقر و درویشی، تدبر و دور اندیشی، معاملہ فہمی، موقع شناسی اور جذب و شوق کی کیفیت جہاد مسلسل میں لگے رہنا دراصل ''فاروقیت'' کے عناصر ترکیبی ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی اور فکر و شعر کی کاوشوں میں یہ بات ہمیشہ نمایاں رہی کہ انہیں ہر وہ بات بے چین کر دیتی تھی جس سے ملت اسلامیہ کو کوئی گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ملت کے شاندار مستقبل کے لئے اُمید کی ہر کرن خواہ وہ کتنی ہی مدھم کیوں نہ ہوتی اقبال رحمۃ اللہ علیہ اُسے اجاگر کرنے میں اپنی ذہنی اور فکری صلاحتیں صرف کر دیتے تھے بلکہ ان کا پر امید انداز فکر بعض اوقات تو غلط توقعات باندھنے کی حد کو چھونے لگتا ہے لیکن اس میں زیادہ دخل اقبال کی فکری صلاحیتوں کا نہیں تھا بلکہ اس کی ذمہ داری ان نامکمل بلکہ بعض اوقات ناقص معلومات پر ہے جو اسلامی دنیا کے بارے میں اقبال تک پہنچتی تھیں۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں مصر کا جو بادشاہ بنا، اتفاق سے اس کا نام فاروق تھا۔ فاروقیت کی تمنا اقبال کو ہمیشہ تڑپاتی اور سرگرم عمل رکھتی تھی۔ ان کی یہ آرزو تھی کہ کوئی فاروقؓ آئے، ایک دفعہ پھر حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو، اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر جائے۔ وہ مصر کے اس نام نہاد ''فاروق'' سے بھی ''فاروقیت'' کی توقع رکھتے ہیں اور اسے پیغام نصیحت بھیجتے ہیں۔

تو اے بادبیاباں از عرب خیز
زنیل مصریاں موج بر انگیز
بگو فاروق را پیغام فاروق رضی اللہ عنہ
کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز

☆ انگریز مستشرق نکلسن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شخصی کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ بتا چکے ہیں کہ وہ خود شناس بھی تھے اور جوہر شناس بھی۔ اقبالؒ کے نزدیک مرد حق کی بھی یہی پہچان ہے کہ وہ حق آگاہ بھی ہوتا ہے اور خود شناس بھی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی وہ اوصاف ہیں جو جہان کہنہ کو حیاتِ نو بخش سکتے ہیں اور ساری دنیا کے لئے مرد حق محور و مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی مثالی حکمران کی کامیابی کا راز ہے۔

Marfat.com

☆ اقبال کے عہد نوخیز اور جذب وشوق رکھنے والی باہمت شخصیات میں سے ایک شاہ عبدالعزیز بن سعود والی نجد وحجاز بھی تھے۔ ابن سعود ایک بلند عزم اور عظیم الشان ہمت کے ذریعے اپنی راہ خود اپنے تیشے سے تراشنے والے انسانوں میں سے تھے۔ ابن سعود نے حسن تدبر، دور اندیشی اور سب سے بڑھ کر عقابی انداز کی ہمت وعزیمت کے ساتھ سر زمین عرب میں ایک نئی سلطنت کی بنیاد رکھی اور قرآن وسنت کو اس کا آئین ٹھہرایا۔ یہی اوصاف تھے جن کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں نے ابن سعود سے احیائے خلافت تک کی توقعات وابستہ کر لی تھیں، برصغیر کے مسلمان اس معاملے میں پیش پیش تھے ظاہر ہے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا اس اٹھی ہوئی نئی قوت اور پرعزم شخصیت سے بے تعلق رہنا سی طرح بھی مناسب نہیں ہو سکتا تھا۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ابن سعود تک اپنا پیغام پہنچاتے ہوئے اسے بھی ''فاروقیت'' اپنا کر اپنے عہد کا ایک مثالی حکمران بننے کا مشورہ دیتے ہیں۔ وہ ابن سعود کو اپنوں سے راہ ورسم بنانے اور غیروں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شاہانہ فقر اور سلطانی حجاز کا احساس کرتے ہوئے پیغام توحید کا علمبردار بننے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ سرزمین حجاز سے اٹھنے والی یہ نئی قیادت اگر ان کے پیغام پر کان دھرے، ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے شریعت اسلامیہ کے عملی نفاذ کے لئے فکر اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعود کی سپاہ گری یک جا ہو جائیں تو ایک عظیم انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

☆ قیادت اور رہنمائی کے ضمن میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدرت ذرّوں کو پہاڑ اور قطروں کو سیل رواں کی قوت وہمت عطا کرتی رہتی ہے۔ ان کے خیال میں فطرت کے مقاصد اور انسانی قیادت کا فریضہ اکثر وبیشتر بندگانِ صحرائی اور مردان کوہستانی کا مقدر رہا ہے۔ ابن سعود چونکہ مرد کوہستان اور بندہ صحرائی تھا اور ساتھ ہی سرزمین حجاز کے ریگزاروں میں سے بھی اسے تعلق کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو یہ توقع تھی کہ یہ ابن سعود کبھی نغمہ

Marfat.com

توحید اور وقت کی آواز بن کر ملت کی فلاح و قیادت کا سامان کرسکتا ہے۔ بلاشبہ سرزمین حجاز کے ریگزار ایک ایسی سرزمین ہے جس کی شام بھی سحر کی طرح روشن اور چمکدار ہے۔ اس مقدس سرزمین کے ذرات انسانی قافلوں کے لئے رہنمائی کا سامان بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چنانچہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ابن سعود کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ میدان عمل میں اپنوں سے الگ تھلگ روش اختیار کرنے کی بجائے ملت اسلامیہ سے پیوستہ رہیں اور وقت کی قوتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے پیغام حق کی علمبرداری کا فریضہ انجام دیں۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کسی معاملے میں لگی لپٹی رکھنے یا کسی قسم کے ابہام کو باقی رکھنے کے قائل بھی نہیں رہے وہ حق بات کو ہمیشہ فاش کر کہنے کے حق میں تھے۔ خواہ اس اظہار حق میں انہیں تکرار ہی کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے کیونکہ بات کے تکرار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن بات میں ابہام کئی غلط فہمیوں بلکہ فتنوں کو جنم دے سکتا ہے۔ اسی لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ ابن سعود کو بھی کسی ابہام میں رکھنے کی بجائے اسے ایک مثالی حکمران بننے کے لئے 'فاروقیت' کا فلسفہ زیادہ واضح اور روشن تر الفاظ میں سمجھاتے ہیں۔ اسلام کا عالمگیری پیغام اخوت اور روح آفاقیت کا بنیادی نقطہ عقیدہ توحید ہے۔ یہی عقیدہ دراصل مسلمانوں کو معبودان باطل اور خداوندان قوت کی قوت و سطوت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تسلسل و بے باکی کے ساتھ فاروقیت کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں اس عقیدہ توحید کا تقاضا ہے کہ ابن سعود وقت کی فرنگی قوتوں کو خاطر میں نہ لائے اور ''فاروقیت'' کو ایک عالمگیر تحریک کی حیثیت سے آگے بڑھائے۔

☆ منظومہ مثنوی مسافر، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے سفر افغانستان کے تاثرات اور یادوں کی روئداد ہے۔ اس مثنوی میں بھی اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے شاہان افغانستان کی درویشی اور فقر کے ساتھ عزم و خودداری کے نقوش اپنی آنکھوں سے دیکھے تو ان کے سامنے عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جمال اور عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جلال کی یاد تازہ ہوگئی۔ نادر شاہ نے فقر و سلطنت کے امتزاج، حکمت و تدبر اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ دین مبین اور ملت بیضاء کا جس طرح تحفظ کیا، اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسے تحسین اور قدردانی کا مستحق ٹھہراتے

Marfat.com

ہیں۔

سفر افغانستان کے دوران جب کابل کے قصر دل کشا میں پہنچتے ہیں تو ایک طرف انہیں اس قصر شاہی کا رعب و جلال نظر آتا ہے۔تو دوسری طرف بادشاہِ وقت کے حسن اخلاق اور نرم خوئی کا احساس ہوتا ہے۔ پھر اسی ماحول میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ خود کو ایک درویش بے نوا تصور کرتے ہیں۔بادشاہ کی خوش اخلاقی اور نرم خوئی کے ساتھ قصر سلطانی کے رعب و جلال کے عجیب ماحول میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی فقیر دردمند فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچ گیا ہو۔گویا اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ہیبت و دبدبہ اور رعب وجلال ''فاروقیت'' سے عبارت ہے۔

ایک حقیقت زندگی بھر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و احساس میں رچی بسی رہی۔انہوں نے اس حقیقت کو بارہا نہایت واضح اور زوردار الفاظ میں بیان بھی کیا ہے۔دم واپسین بھی یہ حقیقت ان کی نگاہِ حق شناس سے اوجھل نہ ہو سکی اور وہ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کی نجات اس دین سے وابستہ ہے۔جس کا منبع و گہوارہ سرزمین حجاز ہے۔یہی دین حق انسانیت کی دنیا و آخرت میں نجات و کامیابی کی ضمانت ہے۔انسانیت کی بہتری اور بھلائی کے لئے جب بھی کوئی تحریک اُٹھے گی، اس میں امیر حجاز شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ہی بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ کبھی نہ کبھی سرزمین حجاز سے کوئی چنگاری اُٹھے گی جو عالم چارسو کو روشن کر دے گی۔اس پاکیزہ سرزمین سے کبھی بادنسیم کا کوئی ایسا جھونکا آئے گا جو عالم و عالمیان کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے گا۔دین حق کے اسی گہوارے سے ملت کی قیادت اور نگاہ داری کا فریضہ بھی انجام پائے گا۔سرزمین حجاز سے بادنسیم کے جھونکے بھی آئیں گے اور ریگزار حجاز کے ذرات روشن چنگاریاں بھی بن جائیں گی۔لیکن اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات میں ضرور تردد تھا کہ سرزمین حجاز سے پھوٹنے والی اس غیر فانی روشنی کو ان جیسا کوئی ترجمان حقیقت میسر آئے یا نہ آئے۔

مگر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اذیت ناک صورت حال عمر بھر ستاتی رہی کہ وہ ریگزارِ عرب سے جس سے بلند ہونے والے ذروں نے تاریک دنیا کے گوشوں کو چمکا دیا تھا، اب وہاں

Marfat.com

سے کوئی ایسا ذرہ بلند ہوتا نظر نہیں آتا جو عالم انسانیت کو روشنی مہیا کر سکے۔ تاہم اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مایوسی اور نا اُمیدی کی چونکہ کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لیے وہ اس سرزمین سے خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جیسے ذہین سپہ سالار اور فنونِ حرب کے ماہر پیدا ہونے کی اُمید رکھتے تھے۔ انہیں یہ بھی توقع ہے کہ اسی سرزمین سے ''فاروقیت'' کے برگ و بار بھی وجود میں آئیں گے لیکن مہدی سوڈانی کی روح کی زبان سے سرزمین عرب کے بنجر ہونے کا شکوہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنی پر اُمیدی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم کا عنوان ہے ''حرفے چند با اُمت عربیہ'' اس نظم میں اقبالؒ تاریخ انسانی کے اس عظیم ترین انقلاب کے پس منظر میں عرب قوم کو جھنجھوڑتے ہیں جس نے آدمیت کا بول بالا کر دیا تھا۔ آج بھی دنیائے انسانیت کی قیادت عربوں کے حصے میں آ سکتی ہے اور وہ اس تاریخی کردار کی تکمیل کر سکتے ہیں جو ان کے اسلاف کا مقدر تھا۔ مگر یہ شرط یہ ہے کہ انہیں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام اُمیدوں اور کوششوں کا مرکز قرار دینا ہوگا۔ فرنگی تہذیب اور اس کے فتنوں سے خبردار ہو کر اپنے اندر ''فاروقیت'' کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوگی۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عربوں کی تفریق اور باہم دست و گریباں ہونا بہت ناگوار تھا۔ اسی اختلاف و افتراق کے نتیجے میں وہ اپنوں سے بیگانے اور غیروں کے دیوانے بن گئے ہیں۔ یہ کیفیت روح پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انتہائی رنج والم کا باعث ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عربوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ مردِ صحرا کی حیثیت سے فطرت کی پاسبانی کا منصب انہیں اسی صورت میں عطا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے اپنے قلب و ضمیر کی گہرائیوں سے فطرت کے رازوں کا ادراک کریں۔ فطرت کے رازوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی قوت دین حق کی بنیاد پر قائم ہونے والے اتحاد میں مضمر ہے اور یہ دین حق اخلاص و ایمان اور جذب و شوق کی ایک مجموعی کیفیت ہے جو انسان کو خود شناس اور خود آگاہ بنا دیتی ہے۔ پھر وہ اپنے گرد و پیش کی کائنات کے تمام حقائق سے آگاہی پاتا ہے اور یہ آگاہی ہی دراصل روحِ ''فاروقیت'' کا دوسرا نام ہے۔

☆ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی حکمران بنایا تھا۔ جو عمدہ

Marfat.com

خصائص اور امتیازی خوبیاں ایک حکمران میں ہو سکتی ہیں، وہ سب کی سب ان کی ذات میں بیک وقت مجتمع تھیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کے توسط سے خوئے حکمرانی ملت اسلامیہ کا خاصہ اور پیدائشی سرشت بن چکی ہے اس لئے جہان بانی و عالمگیری مسلمان کا حق ہے۔ جو پہلے سینہ فاروقی رضی اللہ عنہ میں کاشت ہوا، پھر بطور ورثہ ملت اسلامیہ کو منتقل ہوا۔ اسی کے متعلق وہ فاروق شاہ مصر کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جہانگیری بخاک ما سرشتند
امامت در جبیں ما نوشتند
درونِ خویش بنگر آں جہاں را
کہ تخمش در دل فاروقؓ کشتند!

کار خیر کی جانب سبقت اور دین حق کی خدمت کی راہ میں مقابلہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتیاز تھا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرزندان ملت میں یہی اوصاف دیکھنے کے آرزو مند ہیں۔ اس لئے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سبقت الی الخیر اور راہ حق میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوششوں کے مناظر بار بار اُمت کے سامنے لاتے ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان جو مسابقہ و مقابلہ ہوا اس میں فاروقی کردار کو اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں پیش کرتے ہیں:

اک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کر فرطِ طرب سے عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسول امینؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

Marfat.com

پوچھا حضور سرورِ عالم ﷺ نے اے عمر رضی اللہ عنہ!

اے وہ کہ جوشِ حق سے ہے ترے دل کو قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

اقبال رحمۃ اللہ علیہ سیرت فاروقی کے نمایاں ترین پہلو یعنی عدل و انصاف اور رعایا کی خدمت و خبر گیری کا زوردار الفاظ میں ذکر کرتے ہیں اور اس کی اہمیت پر اصرار کرتے ہیں۔

سروری در دین ما خدمت گری است
عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است

(اقبال کے نجومِ ہدایت مصنفہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صفحات ۶۵ تا ۹۶ ملخصاً)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیروں کی نظر میں

آج تک کسی کے ساتھ اتنی والہانہ محبت نہیں کی گئی جتنی محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی۔ اس بات کے مخالف و موافق اور مسلم و غیر مسلم سب قائل ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس عشق صحابہ کی ایسی قدر دانی کی اور وہ عزت افزائی فرمائی کہ جس جس صحابی کی فضیلت بیان فرماتے، باقی سب صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے کمتر نظر آتے۔ خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کا اندازہ ہی عجیب ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد صحابہ تمام دنیا میں پھیل گئے۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے قبضہ میں آئیں۔ لوگوں نے ان کے حالات و کمالات کا مشاہدہ کیا اور بے اختیار بول اُٹھے کہ جس اُستاد کے شاگرد ایسے باکمال اور بے مثال ہیں، اس استاد کے کامل ہونے میں کیا شک ہے؟

☆ مستشرقین (ORIENTALISTS) کی تصنیفات تعصب سے خالی نہیں۔ بہت کم ایسے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کر کے صحت مندانہ استخراج مطالب تک پہنچے ہیں۔ لیکن یہ عظمت نبوی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعجاز ہے کہ متعصب شخص بھی اگر کچھ بھی اس میں صحیح تنقید اور انصاف کا اثر ہو تو ان کی تعریف و توصیف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ انگریزی، فرانسیسی اور عربی میں ایسی بہت سی کتابیں ہیں جو اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزین ہیں۔

Marfat.com

یہاں پر سب کا احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ صرف چند مستشرقین کے حوالے بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

۱- کیمرٹین (CAMERTENE)

''پیروانِ اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے صرف ایک صدی میں ایران، عراق، شام فلسطین، مصر، مراکش، سپین اور سندھ فتح کر لئے تھے۔ اگر نصب العین کی بلندی اور نتائج کی درخشندگی کمال قیادت کا معیار بن سکتی ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی اور کو راہنما کو قطعاً پیش نہیں کیا جا سکتا''۔

۲- تھامس کارئل (THOMASCARLYLE)

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی الٰہی سے مالا مال ہونے کے بعد لوگوں کو سیدھا راستہ بتلانے کے لئے اپنا پیغام پہنچانا شروع کیا۔ آپ کی تعلیم پر تعجب کیا گیا اور نفرت و حقارت کی گئی جیسا کہ کسی نئی تحریک کے ساتھ عام طور پر کیا جاتا ہے۔ روشن دماغ والوں اور دور رس نگاہوں والوں (صحابہ کرم رضی اللہ عنہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنی اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا، اس کو قبول کیا۔ مگر اس کے برعکس جامد دماغ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی''۔

۳- سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR)

یہ امر (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا بڑے زور سے مؤید ہے کہ جن لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے سب سے پہلے اسلام قبل کیا وہ راست باز لوگ تھے۔ وہ آپ کے محرم راز دوست (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان (علی رضی اللہ عنہ) کے لوگ تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرائیویٹ زندگی سے کامل آگاہی رکھتے تھے''۔

۴- نپولین بوناپارٹ (NEPOLEON BONAPART)

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع و گرویدہ بنا لیا اور ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس نے

Marfat.com

چند ہی سال میں اسلام کا غلبہ نصف دنیا میں بلند کر دیا۔

اسلام کے ان پیروؤں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا۔ انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ موسیٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی نشانیاں اتنی منہدم نہ کی تھیں جتنی ان متبعین اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے صرف پندرہ سال میں کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی بہت بڑی تھی"

(ماخوذ کتاب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروں کی نظر میں)

۵- ڈاکٹر برمنگھم (DR. BERMINGHAM)

"مجھ کو کسی وقت بھی یہ خیال نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے۔ نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادہ و بے لوث زندگی، ایفائے عہد، اصحاب اور پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل خدا اور ذاتی جرأت واستقلال سے وابستہ ہے"۔

۶- ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON)

نامور عیسائی مورخ ایڈورڈ گبن تاریخ رومۃ الکبریٰ کی جلد ۷ بات ۵۰ میں رقم طراز ہے "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں بہت سے امر حق کی نصیحتیں اور ان کے افعال بہت سی نیکی کے نمونے ہیں۔ ان کے ازواج واصحاب رضی اللہ عنہ نے ان کی خلوت وجلوت کے مآثر جمیلہ محفوظ کر رکھے ہیں"۔

۷- باسورتھ اسمتھ (BASORTH SMITH'

"جب میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ صفات اور تمام کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار غلاموں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی، کیا کیا کارنامے دکھائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے سب سے بزرگ تر، سب سے برتر اور اپنی نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دکھائی دیتے ہیں"۔

Marfat.com

۸- سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR)

"ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ (معظمہ) ایک ذلیل حالت میں بے جان تھا، مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسی قادرِ مطلق سے بکثرت بشدت دعا مانگتے۔ اسی کی رحمت پر مغفرت کی اُمید رکھتے اور حسنات و خیرات اور پاک دامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہماری حوائج کا بھی خبر گیر ہے۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں، ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنی خلوت جلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر میں اسی کی قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے، خدا کے فضل خاص اور رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے۔ اور اپنے ربا طن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمد ﷺ کو جو ان کی ساری اُمیدوں کے ماخذ تھے، اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو ان کے رتبہ عالی کے لائق تھی ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلا لحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے وہلاکت تھے۔

☆ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا اور گویا ایسا کرنا ان کی مصلحت تھی۔ ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھر چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے اپنا منہ نہ موڑا، اور جب تک یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے، حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ ان میں سے حضرت محمد ﷺ صاحب بھی شامل تھے، اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو ان کی نظر میں تمام روئے زمین سے مقدس تھا، چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے اور یہاں بھی اسی جادو بھری تاثیر نے دو تین برس کے عرصہ میں ایک برادری واسطے

Marfat.com

ان لوگوں کے جو حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی"۔ (لائف آف محمد جلد دوم)

۹- ایک مشہور مورخ انگریز لکھتا ہے کہ "محمد ﷺ کے سچے ہونے کی نشانی یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے شریف، معتبر اور سچے انسان نے آپ کو دل و جان سے قبول کیا۔ کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کے دلی دوست تھے اور نہایت شریف آدمی تھے۔ خود مختار اور خود کفیل تھے۔ اگر محمد ﷺ سچے نہ ہوتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کوئی مجبوری نہیں تھی کہ آپ ﷺ کو مان لیں کیونکہ شریف ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی جھوٹے آدمی کو ہرگز رسول ماننے کو تیار نہ ہوتے۔ نہ کوئی مالی لالچ تھا، نہ کوئی دباؤ تھا، نہ آپ ﷺ کی کوئی حالت ان سے پوشیدہ تھی"۔

۱۰- مہاتما گاندھی (MAHATAMA GHANDHI)

"اگر ہمارے وزراء عالمی وقار چاہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا سر اونچا رہے تو وہ صدیق و عمر رضی اللہ عنہ کا نمونہ اختیار کریں۔ جن کے قدموں میں دنیا کے خزانے ڈالے گئے، ملکوں کی دولتیں آئیں مگر اس کے باوجود نہ ان کے پیوند لگے کپڑے چھوٹے اور نہ جو کی روٹی چھوٹی، نہ زیتون کا تیل چھوٹا"۔

۱۱- کملا دیوی (KAMLA DEVI)

بمبئی کی ہندو قلمکار کملا دیوی کہتی ہے:

"اے عرب کے مہاپرش! آپ وہ ہیں جن کی شکتی (تعلیم) سے موروثی پوجا مٹ گئی اور ایشور (اللہ) کی بھگتی (عبادت) کا دھیان پیدا ہوا۔ بے شک آپ ﷺ نے دم سیوکوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) میں وہ بات پیدا کر دی تھی کہ ایک ہی سمے (وقت) کے اندر وہ جرنیل، کماندار اور چیف جسٹس بھی تھے اور آتما (روح) کے سدھار (درست کرنا) کا کام بھی کرتے تھے۔

(ماخوذ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیروں کی نظر میں)

Marfat.com

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں

۱- ایک دوسرا عیسائی مؤرخ گاڈفری ہگنس (GODFREY HIGGINS)

لکھتا ہے ''باوجودیکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جن میں بالکل اختلاف ہے مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے اول بارہ مریدوں کو ناتربیت یافتہ وکم رتبہ مانا گیا ہے۔ بہ خلاف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اول مریدوں (مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم) کے کہ بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانے میں جو کچھ اُنہوں نے کام کیے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اول درجے کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکہ کھا جاتے''۔

☆ ''گاڈفری'' مزید لکھتا ہے کہ ''عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عقائد نے ان کے پیروؤں میں اس درجہ دینی جوش و جذبہ پیدا کر دیا تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود و بے فائدہ ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی جانب لے جایا گیا تو ان کے پیرو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا دینی جوش و جذبہ رفو چکر ہو گیا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیے۔ برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ان کی حفاظت اور بچاؤ میں اپنی جانوں کو خطر میں ڈال کر تمام دشمنوں پر ان کو غالب کیا''

(اپالوجی فرام محمد APPOLOGY FROM MUHAMMAD LONDON-1829)

۲- مشہور مؤرخ گبن نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

''پہلے چاروں خلیفہ یعنی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی و دل دہی اخلاص کے ساتھ تھی اور

Marfat.com

ثروت واختیار حاصل کر کے بھی اُنہوں نے اپنی عمریں فرائض کی ادائیگی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ ہیں جو محمد ﷺ کے ابتدائی کام کے شریک تھے جو اس سے قبل کہ انہیں اقتدار حاصل ہو، یہ اس کے جانبدار ہو گئے یعنی ایسے وقت میں جب کہ وہ ہجرت کر کے چلے، انہیں دقتوں کا سامنا ہوا۔ ان خلفاء کے اول ہی اول تبدیلی مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کو فتح کر لینے سے ان کی لیاقت کی قوت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے"۔

سر ولیم میور کا بیان:

"جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے، اس میں تکلیفات کو برداشت کرنے اور دنیاوی لالچوں کے قبول نہ کرنے میں دونوں (حضرت مسیح علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ) برابر ہیں۔ لیکن محمد ﷺ کے تیرہ برس کے مواعظ نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی مسیح علیہ السلام کے ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر میں لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسیح علیہ السلام کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے ان پانچ سو آدمیوں کے دل پر جنہوں نے ان کو دیکھا تھا، خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو مگر ظاہر میں اُس کا کچھ نتیجہ دکھائی نہیں دیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہیں چھوڑا اور نہ سینکڑوں مسلمانوں کی طرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی، اور ویسا پر جوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا، جیسا کہ ایک غریب شہر (یثرب) کے نومسلموں نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے میں کیا۔ چاروں خلفاء مجسمہ اخلاق تھے"

(ماخوذ از کتاب اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور حب اصحاب وآل از عبدالستار نجم)

عمر بن خطاب جب فاروق بن کر آ گیا
محفل کفر و شرک پر اک سناٹا چھا گیا
آ گیا ہوں خالق اکبر سے رشتہ جوڑ کر
مصطفیٰ کے حکم سے کفر و شرک چھوڑ کر

جامع مناقب شیخین وعثمان رضی اللہ عنہم:

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک لکڑی سے زمین کھرچ رہے تھے ایک شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول کر آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، میں نے دروازہ کھول کر انہیں جنت کی بشارت دے دی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول کر آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر انہیں جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے والے کو مصیبتوں کی بنا پر جنت کی بشارت دے دو، میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور انہیں بھی جنت کی بشارت دی اور جو کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہہ دیا، حضرت عثمان نے دعا کی اے اللہ! صبر عطا فرما، یا کہا۔ اے اللہ تو ہی مستعان (جس سے مدد طلب کی جائے) ہے"۔

(متفق علیہ)

۲۔ "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل اُحد پر تشریف لے گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کو موجودگی کی وجہ سے پہاڑ (جوش مسرت سے) وجد میں آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا اے اُحد ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کے سوا اور کوئی نہیں"۔

(بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو شمار نہیں کرتے

Marfat.com

تھے۔ پھران کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، پھران کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوان کے بعد ہم باقی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوایک دوسرے پرفضیلت نہیں دیتے تھے''۔

(بخاری شریف، ابوداؤد شریف)

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تو سب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔ (امام بخاری۔ ابوداؤد)

۵- ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اُمت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے معاملے میں سب سے زیادہ شدت والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط عثمان رضی اللہ عنہ ہیں''۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

۶- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گزشتہ رات ایک نیک آدمی کو خواب دکھایا گیا کہ ابوبکر کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور عمر کو ابوبکر کے ساتھ اور عثمان کو عمر کے ساتھ۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے اُٹھے تو ہم نے کہا اس نیک آدمی سے مراد تو خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ رہا بعض کا بعض سے منسلک ہونا تو وہ ان کا اس ذمہ داری کو سنبھالنا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔ (ابوداؤد، احمد، ابن حبان)

۷- حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری کے ایام میں بھی کہا کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے افضل ترین حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

۸- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کے ساتھ مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ ایک گھر میں تھے اور اس گروہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی تھے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنے کفو کی طرف کھڑا ہو جائے اور خود نبی اکرم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑے ہو گئے اور اُنہیں اپنے گلے لگایا اور فرمایا اے عثمان! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ (امام حاکم، ابویعلی)

۹- ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں جبکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی تعداد میں تھے ہم اس طرح شمار کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر خاموش ہو جاتے تھے''۔ (امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابویعلی، طبرانی)

۱۰- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہا یک دن سورج طلوع ہونے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے طرف تشریف لائے اور فرمایا میں نے فجر سے تھوڑا پہلے خواب میں دیکھا گویا مجھے چابیاں اور ترازو عطا کئے گئے۔ مقالید تو یہ چابیاں ہیں اور ترازو وہ ہیں جن کے ساتھ تم وزن کرتے ہو۔ پس مجھے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری اُمت کو دوسرے پلڑے میں پھر میرا وزن کیا گیا تو میرا پلڑا بھاری تھا۔ پھر ابوبکر صدیق کو لایا گیا۔ پس ان کا وزن میری اُمت کے ساتھ کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر عمر کو لایا گیا اور ان کا وزن میری اُمت کے ساتھ کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر عثمان کو لایا گیا اور ان کا وزن میری اُمت کے ساتھ کیا گیا پھر وہ پلڑا اٹھا لیا گیا''۔

(امام احمد، ابن ابی شیبہ)

۱۱- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا قریش میں سے تین افراد ایسے ہیں جو سب سے زیادہ روشن چہرے والے، سب سے زیادہ حسن اخلاق کے حامل اور حیاء کے اعتبار سے سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ اگر وہ تمہارے ساتھ بات کریں تو جھوٹ نہیں بولیں گے اور اگر تم ان کے ساتھ بات کرو گے تو تمہیں نہیں

Marfat.com

جھٹلائیں گے، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (امام طبرانی، ابونعیم)

۱۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور سب سے حیاء دار عثمان بن عفا ہیں اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں (امام ابن عساکر بحوالہ عرفان السنہ۔ کتاب المناقب)

پیر فاروق اعظم حبیب نبی
جن کا تھراتے ہیں نام سن کر شقی
ان کے انصاف کی دھوم عالم میں ہے
ان کی شانِ عدالت کی کیا بات ہے

Marfat.com

مشہور مؤرخ و محقق محمد حسین ہیکل کے تاثرات

مصر کے مشہور مؤرخ اور معروف محقق حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

(ترجمہ) ''دس برس اور چند ماہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی حیثیت سے گزارے۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے لئے وقت تھے۔ اس ضمن میں آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کی بھی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دل، آپ کی عقل و دانش اور آپ کے اعضاء و جوارح اس عظیم بوجھ کو اُٹھانے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، جو قضا و قدر نے ان کے دوش (کندھوں) پر ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ آپ فوج کے سپہ سالار اعظم (کمانڈر انچیف) بھی تھے۔

☆ فقہائے اسلام میں آپ کو فقیہہ اکبر کا درجہ حاصل ہے۔ آپ ایک ایسے مجتہد تھے جن کی رائے کو سند کا درجہ حاصل تھا۔ آپ کا اجتہاد تسلیم کیا جاتا تھا۔ آپ ایسے انصاف پسند اور پاک دامن قاضی چیف جسٹس تھے۔ جو مقدمات کے فیصلوں میں طاقت وروں سے کمزور کو حق دلواتے تھے۔ آپ تمام مسلمانوں کے بڑے سے پہلے چھوٹے، طاقتور سے پہلے کمزور اور مالدار سے پہلے غریب کے شفیق اور مہربان باپ تھے۔ آپ بندہ مومن تھے۔ جنکے اللہ اور اس کے رسول پر سچے ایمان نے ان کی خود اعتمادی میں اضافہ کر دیا تھا۔ اور آپ کی رائے کی قدر و قیمت ان پر اچھی طرح واضح کر دی تھی۔

Marfat.com

آپ ایک تجربہ کار سیاست دان اور مدبر تھے جو اپنے ارادوں کو جانتے تھے اور انہیں اپنی مقدرت سے باہر نکلنے نہیں دیتے تھے اور ان کی مقدرت کے ساتھ ساتھ ان کے ارادے بھی وسیع ہو جاتے تھے۔ آپ ایک صاحب نظر حکمران تھے۔ جن کی عقل وحکمت نے ان کے لئے مختلف النسل، مختلف انسان اور مختلف المذاہب قوموں پر حکومت کرنا آسان بنا دیا تھا۔ آپ رعایا کے معاملات کی تدبیر اس طرح کرتے تھے کہ لوگ ان سے کترائیں نہیں بلکہ قریب تر ہو جائیں۔

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے کوئی عجب نہیں اگر ان کے عہد اور انہی کے دور حکومت میں مسلمانوں کو سچے ایمان نے ابھارا۔

ان کے دلوں میں شہادت فی سبیل اللہ کی تڑپ پیدا کی اور انہوں نے ایران، شام، عراق، مصر اور دوسرے ممالک فتح کر لئے۔ اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ان امتیازات کے پیش نظر کوئی حیرت نہیں اگر مغرب کی انتہائی حدوں سے لے کر مشرق کے انتہائی سروں تک تمام دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔ حالانکہ اسلام سے پہلے وہ ایک خانہ بدوش قوم تھے۔ جو صرف انفرادی اغراض کے لئے چلتی تھی۔ اور اجنبی اقتدار کی محکوم تھی۔

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پر لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الھدیٰ
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذوق شعروسخن

شعر کا ذوق بھی حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خاندان میں موروثی تھا۔ آپ کے والد ماجد خطاب تو خود شاعر تھے۔ مؤرخ الازرقی نے خطاب کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جو قبیلہ بنوسہم کی تعریف میں کہے گئے تھے ان میں سے تین اشعار یہ ہیں

رجال من بنی سهم بن عمرو
الی ابیاتهم یاوی اسطرید
ربیع المعلمین و کل جار
اذا نزلت بهم سنة کود
هم الراس المقدم من قریش
وعند بیو تهم تلقی الوفود

(اخبار مکہ ج ا ص ۴۷۳)

(یہ خاندان بنو سہم کے عظیم لوگ ہیں، جن کے گھر بے یارو مددگار انسان کی پناہ گاہ ثابت ہوئے۔ جب قحط سالی حملہ آور ہوتی ہے تو یہ لوگ اپنے ہمسایوں اور قلاش خاندان کے لئے پیغام خوشحالی بن جاتے ہیں، درحقیقت قریش کے سردار اور سربراہ یہی لوگ ہیں، ان کے دروازوں پر قبائل عرب کے وفود کے تانتے بندھے رہتے ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خود شاعر ہونے کی تو کوئی روایت نہیں ملتی مگر عربی تاریخ وادب کے ماخذ سے پتہ چلتا ہے کہ شعر شناسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ الجاحظ نے تصریح کی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شعر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ الفاظ یہ

Marfat.com

ہیں:

''قال العایشی کا ن عمر بن الخطاب اعلم الناس بالشعر''

(کتاب البیان والتبیین جلد اول ص ۱۶۹)

یہی مصنف، محمد بن سلام الجمحی کے حوالے سے بتاتا ہے، جب کبھی حضرت عمر کو کوئی اہم معاملہ پیش آتا، تو وہ اس کے مناسب بحال کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھتے (ایضا۔ ۱۷۰) عربی شاعری کے ساتھ ان کی دوستی، لڑکپن کے اس دور سے شروع ہوگئی تھی جب وہ بادیہ عرب میں خطاب کے اونٹ چراتے تھے خلافت کے زمانے میں ایک بار انہوں نے معروف عربی شاعر ''نابغہ جعدی'' کو بتایا کہ تمہارا فلاں منظوم کلام، میں نے خطاب کے اونٹ چراتے مدتوں گایا ہے (الفاروق عمر ص ۳۴) جاہلی عرب شاعری کا بڑا حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محفوظ تھا اور وہ متعدد شعراء کے بارے میں اپنی ذاتی تنقیدی رائے رکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ حج کو نکلے تو قافلہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ لوگوں نے حضرت خوات رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار سناؤ۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو اپنے ہی اشعار سنانے دو۔ چنانچہ وہ صبح تک متصل اپنے اشعار پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب بس کرو۔ (اُصابہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بذات خود ہر قسم کے اشعار اس قدر کثیر تعداد میں یاد تھے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اُس پر کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھ دیتے تھے اس کے ساتھ بہت بڑے ناقد فن تھے اور تمام شعراء کے کلام کے بارے میں اس قدر درست رائے رکھتے تھے کہ تمام تر اہلِ ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ ان کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر کوئی شعر کا پرکھنے والا نہ تھا۔ چنانچہ علامہ ابن رشیق القیروانی لکھتے ہیں کہ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے نقاد اور روشناس تھے''۔ (کتاب العمدہ)

حضرت عمر فاروق شاعری کا نہایت عمدہ اور پاکیزہ مذاق رکھتے تھے آپ فرمایا

Marfat.com

کرتے کہ اہل عرب کا بہترین فن شعر گوئی ہے۔ انسان اپنی ضروریات میں شعر سے کام لیتا ہے۔ شعر سخی کو مائل اور بخیل کو مہربان بنا دیتا ہے۔

☆ بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بیٹا، اپنے نسب یاد رکھو تا کہ تمہارے ادب میں اضافہ ہو، کیونکہ جو شخص اپنے نسب سے واقف نہیں، وہ صلہ رحمی نہیں کر سکتا اور جسے اچھے اچھے شعر یاد نہیں وہ کوئی بھی حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ادب حاصل کر سکتا ہے''۔

☆ اہل شام کو آپ نے تحریر فرمایا۔

''فتوحات کی کثرت ہو گئی اور اہل عرب شہروں میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تو پھر روایت شعر کی طرف ''اپنے بچوں کو کتابت، تیراکی، تیر اندازی اور شہ سواری سکھاؤ'' انہیں حکم دو کہ گھوڑوں پر کود کر چڑھیں اور مشہور امثال و اشعار یاد کریں۔

☆ حضرت ابو موسیٰ کو ایک خط میں لکھا اپنے پاس والوں کو شعر سیکھنے کی رغبت دلاؤ کیونکہ شعر بلند اخلاق درست رائے اور معرفت انساب سکھاتا ہے۔

''عفیف شعر اور اچھی باتیں یاد کرو اور انساب کی روایت کرو تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور صلہ رحمی کر سکو کیونکہ بہت سی نا معلوم قرابتیں معلوم ہو گئیں تو پہچان لی گئیں اور یہ صلہ رحمی کی دلیل ہے اس طرح عمدہ اشعار مکارم اخلاق پر دلیل ہیں اور برے اخلاق سے روکتے ہیں''۔

☆ ایک دفعہ آپ کے سامنے نبواوس کی ایک دانا عورت (جس کا نام اوسیہ تھا) کا ذکر ہو رہا تھا جب حاضرین میں سے کسی نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ''اوسیہ'' سے کسی نے پوچھا کہ منظر کون سا حسین تر ہوتا ہے؟ تو اس نے فوراً یہ جواب دیا تھا کہ ''سبز باغات میں سفید محل کا منظر'' تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ عدی بن زید العبادی نے اس خیال کو زیادہ احسن طریقے سے بیان کیا ہے پھر آپ نے اس کا یہ شعر پڑھا۔

کرمی العاج فی المحاریب اوکار
بیض فی الروض زھرۃ مستنیر

Marfat.com

(ترجمہ) ''جیسے محراب میں ہاتھی دانت کے بت دھرے ہوں یا جیسے سفید محلات پھولوں سے لدے ہوئے باغ ہیں''۔

اہل ذوق اندازہ کر سکتے ہیں کہ عدی کی تشبیہات لطیف تر اور کیف آور ہیں۔

(انوار صولت)

☆ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس فن میں خصوصیت کا اعتراف خود آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے کے مشہور شعراء نے کیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حطیہ کو جو مشہور ہجو گو تھا، ہجو گوئی کے جرم میں قید کر دیا تھا لیکن جب اس کو رہا کیا تو فرمایا کہ اب ہجو مقذع نہ کہنا۔ اُس نے کہا، اے امیر المؤمنین ہوج مقذع کیا ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا، یہ کہ تم کسی کو کسی پر ترجیح دو یا ایک شخص کی مدح اور اس کے مقابل میں دوسرے کی ہجو کرو۔ یہ سن کر اس نے کہا، اے امیر المؤمنین! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ شعری اسلوب میں مہارت رکھتے ہیں (کتاب العمدہ بحوالہ سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین شاعروں کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایک امراء القیس، دوسرے زہیر اور تیسرے نابغہ۔ ان تینوں میں زہیر کو ترجیح دیتے تھے۔ اس کو اُنہوں نے ''اشعر الشعراء'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ ایک دن ایک غزوہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ''اشعر الشعراء'' کے اشعار پڑھو۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا وہ کون ہیں''؟ فرمایا زہیر۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وجہ دریافت کی تو فرمایا وہ (زہیر) نامانوس الفاظ کی تلاش میں نہیں رہتا۔ اس کے کلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی۔ اور اسی مضمون کو باندھتا ہے، جس سے واقف ہے جب کسی کی مدح کرتا ہے تو ان ہی اوصاف کا ذکر کرتا ہے جو واقعی اس میں ہوتے ہیں۔

(کتاب العمدہ باب تعرض الشعراص ۱۲)

☆ الفاروق کے مؤلف کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذوق سخن کا یہ حال تھا کہ اچھا شعر سنتے تھے، تو بار بار مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ ایک محفل میں زہیر کے اشعار سن رہے تھے۔ اس شعر کی حسن تقسیم پر بہت محظوظ ہوئے۔

Marfat.com

وان الحق مقطعہ، ثلاث
یمینٌ اور نفارٌ اور جلاءٌ

دیر تک اس شعر کے متعلق سوچتے رہے اور اسے بار بار پڑھتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیگر اصلاحات کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی اصلاحات کیں۔ اور شاعری کے بہت سے عیوب مٹا ڈالے تھے۔ قبل ازیں شعراء علانیہ شریف عورتوں کے اسمائے گرامی اپنے اشعار میں استعمال کرتے تھے اور ان سے اپنے عشق کا برملا اظہار کرتے تھے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے قانونا جرم قرار دیا۔ اور اس کے لئے سخت سزا مقرر کی۔ اس جرم کی پاداش میں حطیہ ایسے شاعر نے قید تنہائی کاٹی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کو جب کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ نے لکھا تھا ''اپنے شہر کے شعراء سے وہ شعر سنو جو انہوں نے اسلامی دور میں کہے ہیں''۔ غرضیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند خیالی کے مداح تھے۔ شعر کی لطافت اور نازک خیالی سے آشنا تھے اور بے ساختہ اس شعر کی داد دیتے تھے جو سچائی کا علمبردار ہو۔

Marfat.com

واقعہ ایلاء اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ازواجِ مطہرات کی جانب سے سے توسیع نفقہ کے مطالبہ پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج سے علیحدگی اور نہ ملنے کا ایک طرح سے عہد کرلیا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازواج کی طرف سے ایزادنفقہ کی یہ فرمائش منصب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزری تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اقدام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور ایک حد تک ازواج کے لواحقین کو پریشان کردیا تھا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک یوں بھی خبر پہنچی تھی کہ شاید حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ ان واقعات کی تفصیلات اور جزئیات کیسی ہوں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے حد رنج اور افسوس ہوا تھا۔ اس کے باوجود کوئی شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس اقدام کے حوالے سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

اس سارے پس منظر اور وقتی طور پر علیحدگی کے حوالے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاضرِ خدمت ہونا چاہا اور بالا خانے تک گئے، (جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے) غلام سے کہا، اندر جا کر اجازت مانگیے مگر اُس نے واپس آکر بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر مایوس ہو کر اپنے ساتھیوں میں آکر بیٹھ گئے آنکھیں بہتی رہی، دل سلگتا رہا اچانک پھر غلبہ حال ہوا، دوڑ کر غلام کے پاس گئے اور اجازت مانگنے کے لئے اندر بھیجا۔

اس دفعہ بھی جواب عطا نہ ہوا، پھر آکر بیٹھ گئے بے قراری حد سے بڑھ گئی ذہنی صدمہ نے جسم وروح کو دھنک کے رکھ دیا تیسری دفعہ ہمت کر کے پھر اٹھے غلام کو اندر بھیجا اور اونچی آواز میں عرض کی۔

Marfat.com

یارسول اللہ ﷺ! میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کرنے نہیں آیا اگر حکم ہو تو اس کا سر اتار کر لے آؤں میں تو فقط باریابی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت مل گئی۔ آہستہ آہستہ ادب سے قدم اُٹھاتے ہوئے اندر (بالا خانے) پہنچے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے، بارگاہِ محبت وناز میں بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

بڑی دھیمی آواز سے عرض کیا۔

میرے آقا! ازواج پاک کو طلاق دے دی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نہیں''۔

یہ روح پرور خوشخبری آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دنیا و جہان کی نعمتوں سے بڑھ کر تھی، خوشی سے بے قابو ہو گئے اور بے ساختہ منہ سے نکل گیا، اللہ اکبر! قارئین محترم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سرور کائنات ﷺ سے دلی محبت اور عشق تھا۔ اور اس واقعہ میں عشق رسول ﷺ ہی بار بار آقا ﷺ کے در اقدس کی طرف لا رہا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کی یہ وقتی خفگی (ناراضگی) کئی حوالوں سے باعث اصلاح ہوئی، کیونکہ اس سے لوگ ایلاء کی قسم کو چار مہینوں کی علیحدگی سمجھتے تھے اور پھر رجوع نہ کرنے کی صورت میں طلاق تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ لیکن محبوب رب العالمین ﷺ نے صرف انیس (۱۹) دن ہی اس ایک طرح کی علیحدگی میں گزارے تھے کہ ارشاد ربانی ہو گیا تھا ''اے نبی کہہ دو اپنی ازواج کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچا دوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح رخصت کرنا اور اگر تم چاہتی ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اور پچھلے گھر کو (آخرت کو) تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے ان کے لئے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب'' (سورۃ الاحزاب آیات ۲۹-۲۸) گویا پہلی صورت میں ازواج سے علیحدگی کا حکم ہے اور دوسری شکل میں ان کے لئے من جانب اللہ اجر عظیم ہے۔

Marfat.com

واقعہ قرطاس اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے دوران مختلف حوالوں سے قرطاس وقلم کے واقعے کو بھی کئی طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ بعض روایتوں میں اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقدام کو اس قدر زیب داستان بنا کر طوالت دی گئی ہے کہ اس میں ظن اور گستاخی کا پہلو بھی نکالا جانے لگا۔ واقعہ کچھ یوں ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے دوران میں وہ خاصے کمزور اور نحیف ہو گئے تھے۔ اُٹھنے اور بیٹھنے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دقت محسوس کرتے تھے...... جمعرات کا دن تھا اور ربیع الاول شریف کی آٹھ تاریخ (یعنی وصال سے تین چار روز پیشتر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض پر خطر صورت اختیار کر چکا تھا اس موقع پر شاید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ افراد اُمت کو ایک تحریر دے جائیں ”تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اختلافات پیدا نہ ہوں“

(ترجمہ حدیث) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو دولت خانہ نبوی میں لوگ جمع تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور نے فرمایا کہ آؤ تم کو ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے اور قرآن ہمارے واسطے کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف کیا بعض کہتے تھے کہ سامانِ کتابت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

پاس رکھ دو تا کہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے اور بعض وہی بات کہتے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی بس جب ان کا اختلاف زیادہ ہوا اور باتیں بڑھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے اُٹھ جاؤ''۔

(بخاری شریف)

دوسری روایت یہ ہے

''سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جمعرات کا دن اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد زیادہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا (سامان کتابت) میرے پاس لاؤ تا کہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے پس حاضرین نے اختلاف کیا اور کسی پیغمبر کے پاس تنازع مناسب نہیں پس بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کیا ہے کیا جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے آپ سے دریافت تو کر لو پس وہ معاملہ کتابت کو آپ پر دوبارہ پیش کرنے لگے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت میں ہوں (مراقبہ حق میں) وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

۱۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ ۲۔ وفود کو اسی طرح انعام دیا کرو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ ۳۔ تیسری بات سے سعید ابن جبیر چپ رہے یا ابنِ جبیر نے تو بیان کر دی اور میں اس کو بھول گیا''۔ (بخاری جلد دوم و مسلم)

☆ تیسری وصیت جس کو راوی حدیث بھول گئے ہیں وہ موطا امام مالک بلکہ بخاری مصری جلد ۳ صفحہ ۶۶ سے معلوم ہو جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

(ترجمہ) ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی پاک میں سب سے آخری کلام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو قتل کرے انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی

Marfat.com

قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے''۔

تو جب وہ امور خود حضور اکرم ﷺ نے زبانی ارشاد فرما دیئے تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کیسے قائم ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی ضروری بات نہیں لکھی جو اُمت کو گمراہی سے بچاتی۔

☆ پس جب واقعہ قرطاس کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ جن امور کے لکھوانے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دوات قلم طلب فرمایا تھا وہی امور آپ نے زبانی فرما دیئے۔ تو ایسی صورت میں جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کسی طعن کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانا چاہتے تھے حالانکہ اس کی تصریح کسی صحیح و معتبر روایت میں نہیں ملتی۔ لہٰذا یہ محض ان کا ایک دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہے۔ البتہ بخاری و مسلم کی حدیثوں سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیوں کہ مجھے خوف ہے کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے (کہ میں خلافت کا مستحق ہوں) اور اللہ تعالیٰ اور مومنین دونوں انکار کرتے ہیں۔ ابو بکر کے سوا کسی دوسرے شخص کی خلافت سے''۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب المناقب ابو بکر)

☆ حضرت علامہ سیّد مولانا محمد احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ ''وحی خداوندی یا اجتہاد نبی ﷺ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ ''اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تحریر لکھوانے کا ارادہ وحی خداوندی کے ماتحت فرمایا تھا یا اپنے اجتہاد کے ماتحت۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہی ہے کہ حضور ﷺ نے تحریر لکھوانے کا ارادہ اپنے اجتہاد کے ماتحت فرمایا تھا کیونکہ اگر آپ کا یہ ارادہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تو تحریر

Marfat.com

لکھوانا آپ کا فرض نبوت قرار پاتا اور نبی اپنے فرضِ نبوت میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ حکم الٰہی کے ماتحت بہر صورت تحریر لکھواتے رہے حاضرین یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو صاف صاف فرما سکتے تھے کہ میری علالت اس تحریر کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی تم میری ناسازگی طبع کا خیال کر کے تحریر نہ لکھوانے کا مشورہ دے رہے ہو مگر یہ تحریر تو حکم خداوندی ہے۔

یہ بہر صورت لکھوائی جائے گی لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریر نہ لکھوائی۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمانا اجتہاد پر مبنی تھا اور پھر اس کو ملتوی فرما دینا بھی اجتہاد پر مبنی تھا۔

Marfat.com

اہلِ ایمان کی شانِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

اللہ جل وعلا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفات حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت وبرادری قائم ہے ان میں غمخواری ومحبت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی والفت پیدا کر دی گئی ہے۔ باہمی ولایت ودوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی اور مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ رافت وشفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خویشاوندی ویگانگت کے لباس سے مزین ہیں۔ غمخواری وغمگساری کے خوگر ہیں۔ پاسداری اور پاس خاطر کے عادی ہیں۔ خیرخواہی اور ہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ حق شناسی وقدردانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی اور خوشخوئی ان کا کام ہے۔

۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ.................. تُرْحَمُوْنَ ۔ (الحجرات۔ آیت۔۱۰)

ترجمہ: ''بات یہی ہے کہ (سب) اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سوتم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمان والوں میں اخوت وبرادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتہ خویشگی میں دواماً اصلاح رہنی چاہیے۔ یہ سب خشیت الٰہی کی وجہ سے ہو، تا کہ رحمت خداوندی شامل حال رہے۔

دین کا رشتہ سب سے قوی رشتہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی

Marfat.com

اخوت کو بہت زیادہ اہمیت دی گی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مومن مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو طاقت پہنچاتا ہے۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
بتان رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی ، نہ ایرانی ، نہ افغانی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ.......... تَهْتَدُوْنَ ۔ (آل عمران۔آیت 103)

ترجمہ: ''اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچالیا، یوں ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ''۔

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اوس وخزرج کے ماضی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے درمیان کیسی دشمنی تھی، لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوطی سے تھامنی چاہیے اور اس احسان خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے الفت میں بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرمادی ہے۔ اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے۔ ارحم

Marfat.com

الراحمین نے اس سے بچالیا۔

اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور ان کے متعلق ہی خدائے بصیر و خبیر فرمارہا ہے کہ میں نے ان کے دل جوڑ دیئے۔ انھیں بھائی بھائی بنا دیا۔ اُن کو دوزخ سے نکال لیا۔ اب جو لوگ ان نفوش قدسیہ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں وہ خود ہی ذرا انصاف کریں اور بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیر و شکر کیا تھا۔ وہ کون تھے جن کو دوزخ کے کنارے سے ہٹا کر جنت میں پہنچایا تھا۔ حقیقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرنا ان پر اعتراض نہیں بلکہ قرآن پر، اسلام پر اور پیغمبر اسلام پر براہ راست اعتراض ہے اور جن کے ذہن فتنہ زا نے ان شکوک کو جنم دیا تھا اُن کے پیش نظر صحابہ کو مطعون کرنا نہیں تھا بلکہ چابکدستی سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت کو داغدار کرنا تھا کہ یہ ہیں تمہارے اس نبی کے اولین شاگرد جس کی قصیدہ خوانی سے تم رات دن آسمان سر پر اُٹھائے رکھتے ہو۔ ان اعتراضات کرنے والوں پر تو ہمیں حیرت نہیں، افسوس ہمیں ان مسلمانوں پر ہے جو دشمن کے اس دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان مقدس ہستیوں کے متعلق بے باکی کی جرأت کرتے ہیں جن کے دفتر حیات کی ہر سطر آفتاب و مہتاب سے تابندہ تر ہے۔

عاشقاں او ز خوباں خوب تر
خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

(ضیاء القرآن جلد اول ص ۲۵۹-۲۶۰ از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

۳- هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ .... عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورۃ الانفال۔ آیات 62 تا 63)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہل ایمان کے ذریعے طاقت بخشی۔ اور (اسی نے) ان (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرمادی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کرڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل سے) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ

Marfat.com

کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت پیدا فرمادی۔ بے شک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے"۔

☆ اسلام سے پہلے عربوں کا حال یہ تھا کہ ایک دوسرے سے دشمنی کے جذبات رکھتے تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ہر مادی قوت سے ان کے درمیان الفت ومحبت پیدا نہیں کی جاسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے ذریعہ اوراپنی توفیق سے ان کے دلوں کو جوڑ دیا اور آنحضرت ﷺ کے طفیل اتفاق والے اور دوست بن گئے۔

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب غزوہ حنین کے اموال غنیمت کی تقسیم کے وقت ان کے سامنے تقریر کی تو فرمایا کہ کیا تم لوگ گمراہ نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی۔ اور کیا تم محتاج نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں مالدار بنا دیا، اور کیا تم ٹولیوں میں بٹے ہوئے نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہارے درمیان الفت پیدا کر دی؟ رسول کریم ﷺ کی ہر بات کے جواب میں انصار کہتے تھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔

؎ اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رُومی فنا ہوا، حبشی کو دَوام ہے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

عام مومنوں کے بعد اب ذرا اس دائرے کو خاص کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید ونصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ اُلفت اور رأفت وشفقت پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ مالک کریم ﷺ نے اپنے غلبۂ قدرت اور حکمت بالغہ کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

دُعائے محمد ﷺ عطائے خدا ہے
صحابہ رضی اللہ عنہم کا سردار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

جلالت کا پیکر ہے خوددار و غازی

علی رضی اللہ عنہ پاک کا یار فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

۴- اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا .... اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط (الانفال۔ آیت ۷۲)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں''۔

معرکہ بدر سے متعلق حالات اور واقعات کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس دور کے مسلمانوں کو دینی مراتب کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک تو جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ذریعہ جہاد کیا، اور دوسرے انصار مدینہ جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین کو پناہ دی ان دونوں قسموں کے مسلمانوں کو اللہ کی نگاہ میں بہت اُونچا مقام ہے، ان کے بارے میں اللہ نے کہا کہ یہ لوگ مدد، دوستی اور وراثت میں ایک دوسرے کے حقدار ہیں بعد میں ''وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ'' کے ذریعہ وراثت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

مومن جو مہاجر ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، اپنی جان و مال راہ خدا میں لگا دینے والے ہیں۔ اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانہ دینے والے ہیں اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں یہ سب ایک دوسرے کے دوست دار، کارساز اور رفیق زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالات و مساوات اور غمخواری کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرما دی ہے۔

۵- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ .... اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (سورۃ الفتح۔ آیت 29)

(ترجمہ) ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ اُنہیں کثرت سے

Marfat.com

رکوع کرتے ہوئے۔ سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورت نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں وہ (صحابہ ہمارے محبوب مکرم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز وشاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے"۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں رہنے والے پاکباز ومقدس لوگوں کی جماعت ہے۔

(۱)۔ خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں، ان سے دبنے والے نہیں ہیں۔

(۲)۔ باہم مہربان اور نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ رکھنے والے نہیں ہیں۔

(۳)۔ عبادت خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض اور شہرت کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف رضائے الٰہی اور خوشنودئ حق ان کا مقصود ومطلوب ہے۔

عزیزان گرامی قدر! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پہلی دو صفات اپنے اور پرائے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے۔ یعنی بڑے پرہیز گار اور باخدا لوگ ہیں۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بری باتوں سے متہم کرنا بڑی بدباطنی کی دلیل ہے۔ اور آیت قرآنی کی تکذیب ہے۔

Marfat.com

اُن صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم الماس پارے ہیں سب
آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں سب

(۴)۔ چوتھی صفت (سِيْمَاهُمْ ...... الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریا کاروں اور بد باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفات کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب تورات وانجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں پھر بطور تمثیل بیان فرمایا کہ دین اسلام کی ترقی اور اہل دین کا غلبہ اور ارتقاء بتدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر رہ سکے گی۔ اور اسلام کا ارتقائی دور وقت کے اعتبار سے متصل بالزماں ہوگا۔ اس میں انفصال وانقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور ممثل لۂ مطابقت وموافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہورہے ہیں۔

آیہ ھذا کے آخری حصہ (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... الخ) میں اس جماعت کے حُسنِ مآل اور نیک انجام کا ذکر ہے اس طرح کہ پہلے اس دینا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اخروی انعامات اور آخرت کی کامیابی کو بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مؤمنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو بھی جائے گی تو مغفرت کردی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا۔ گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا اجمالی نقشہ آیت ہذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمال ایمان کا بیان ہے پھر ان کی کمال عبادت کا ذکر ہے پھر ان کی اخلاص نیت بتائی گئی ہے پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی اور حسن عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کردیا ہے۔

(ملخص از تفاسیر متعددہ)

Marfat.com

مفسرین کرام کی آراء

مفسرین کرام اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

☆ ۱- خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرین اسلام پر بڑے سخت ہیں اور یہ نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ وقتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں۔ اور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ ایمان داروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک بازو (حصے) کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کیے ہوئے ہوتا ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

☆ ۲- مفسرین کرام لکھتے ہیں حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے دور میں مومن لوگ کفار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو

Marfat.com

ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

☆ ۳- مفسرین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ صفت (کہ کفار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اس لئے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفا کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف شدت وغلظت مطلقاً پائی جاتی ہے اس لئے وہم کو دور کرنے کی خاطر دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرائے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں شفیق ہیں۔ اس طرح ان اوصاف فاضلہ کی تکمیل ہوگئی۔

☆ ۴- نیز مفسرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفین دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک رکھیں۔

☆ ۵- تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک والذین معہ سے صرف اہل حدیبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

عزیزانِ من! سرورِ دوعالم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ جماعت باہمی وصف رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس ارحم الراحمین جل وعلا شانہ، نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سراپا رحمت دوعالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو، ان کے خاص خدام کو، ان کے جاں نثاروں کو، ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفت رحمت وشفقت اور الفت ومحبت کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں باہم شفیق ہیں ایک دوسرے کے دوست اور محب ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی:

پھر یہ صفت رحمت صرف چند ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔ اور وہ مدت العمر تک اس خصوصی صفت پر قائم ودائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ سخت اور شدید رہے ہیں اور رکوع وسجود دائماً کرتے رہے ہیں۔ رُکعًا سجدًا کی صفت ان سے زائل نہیں ہوتی۔ اور دیگر ایمانی صفات

Marfat.com

صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص نیت وغیرہ میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوتی بلکہ ان صفات حمیدہ وخصائل برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت ورحمت کی صفت پر بھی اُن کا عمل درآمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ:(ترجمہ)

"اور انہیں کلمہ تقوی پر مستحکم فرمادیا اور وہ اسی کے زیادہ مستحق تھے اور اس کے اہل (بھی) تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

(سورۃ الفتح۔آیت 26)

عمرؓ ہے محبت کا ماہِ حسین بھی
فدائے جمال شہِ مرسلینؐ بھی
امیرِ امیراں امامِ زمانہ
ہے سطوت کا مینار فاروقِ اعظمؓ رضی اللہ عنہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا تو آنجناب نے جہاں اور مختلف وصایا ونصائح اقارب واجانب کو فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجہ کی۔اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی کرتے ہوئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تجویز فرما کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا ہے کیا وہ منظور ہے؟ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمادیا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ وامیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔چنانچہ اُسی وقت ظاہر کردیا گیا کہ مسلمانوں کے لئے امیر وخلیفہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہی تجویز کردیے

Marfat.com

گئے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضا مند ہو گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

اس واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعد (تذکرہ ابی بکر رضی اللہ عنہ) میں ذرا اجمالاً بیان کیا گیا ہے اور ابن اثیر الجزری نے ایک سند کے ساتھ اُسدُ الغابۃ تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں واضح درج کیا ہے اور ''ریاض النضرہ'' میں محب الطبری نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر کے حوالہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الخلفاء'' (فصل مرض الوفات ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ) میں اور ابن حجر ہیثمی المکی نے ابن عساکر کے حوالہ سے الصواعق المحرقہ (الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ لعمر رضی اللہ عنہ فی مرض موتہ) میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

☆ ۱- خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک تحریر سربمہر کر کے (صدیق رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ سے) باہر لائے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور اُسید القرظی ساتھ تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کہا کہ اس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہو چکی ہے کیا اس کے حق میں بیعت کرنے کے لئے آپ تیار ہیں؟ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے اور ہم بیعت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا (کہنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے) وہ شخص ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب لوگوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس پر رضا مند ہو گئے اور سب نے بیعت کر لی''۔

☆ ۲- اس واقعہ کو ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی لکھا ہے۔

(ترجمہ): حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب ہوا ہے تو گھر کے دریچہ سے (لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے) جھانکا اور فرمایا کہ (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضا مند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اس بات پر راضی ہیں! اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہنے

Marfat.com

لگے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بغیر (اس معاملہ میں) ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہوں گے"۔

☆ (i)۔ اُسدُ الغابہ لعز الدین ابی الحسن علی بن محمد المعروف بابن اثیر الجزری۔ تذکرہ عمر بن الخطاب جلد ۴، ص ۷۰۔

☆ (ii)۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل العاشر فی خلافتہ جلد ۲، ص ۸۸۔

☆ (iii)۔ تاریخ الخلفاء سیوطی، فصل فی مرضہ ووفاتہ ووصیتہ ص ۱۴۱ طبع دہلی۔

☆ (iv)۔ الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی الہیتمی الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر لعمر، ص ۵۴ طبع مصر۔

روایات مندرجہ بالا کے فوائد ونتائج

☆ ۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلافت کے مسئلہ میں جو انتخاب ہوا تھا اس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور اس صدیقی تجویز پر راضی تھے۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر غور وفکر کرنے کے بعد رضا مند ہوئے تھے اور بیعت کر لی تھی۔

۳۔ نیز واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلافتِ فاروقی کے جنگی معاملات میں بھی شریک کار رہتے تھے اور مالِ غنیمت وغیرہ کی آمدنی سے اپنا حصہ لیتے تھے۔

۴۔ اور ان مرتضوی بیانات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اور تمام مسلمانوں نے بخوشی اور برضاء رغبت بیعت کی تھی اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغیر جبر واکراہ کے بخوشی بیعت کی تھی۔

۵۔ نیز ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نہایت معتمد علیہ اور لائق خلافت بزرگ تھے۔ اسی بناء پر چھ افراد کی مجوزہ کمیٹی میں ان کو نمبر اول میں لیا گیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک راست کار، صحیح العمل، حق پسند وحق پرست خلیفہ تھے کہ انہوں نے منتخب کمیٹی میں شامل ہونا بخوشی

Marfat.com

پسند کیا اور ان کے ساتھ عہد و پیمانؑ کو تمام کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو برضامندی قبول کیا۔

مندرجہ بالا روایات و واقعات بہ بانگ دہل بتلا رہے ہیں کہ یہ بزرگان دین آپس میں متفق العقیدہ تھے۔ متحد العمل تھے، باہم شفیق و رفیق تھے، ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و بغاوت نہ تھی اور لوگوں نے نزاعات واختلافات کے جو افسانے ان کے مابین پھیلا رکھے ہیں وہ سب بے اصل و بے بنیاد ہیں۔

کیوں نہ اصحاب رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریں ہدایت کے نجوم
ضوفگن ہے مہر تابان شہنشاہ عرب

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۱- بابرکت آدمی

فاضل شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو لوگ دوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت کے لئے پہنچے۔ اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "(اس مسئلہ میں) جلدی نہ کرو کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بڑے بابرکت آدمی تھے۔ اُنہوں نے ایک مجلس شوریٰ بنا کر وصیت کی تھی (یعنی مسئلہ خلافت کو جلدی سے طے نہیں کیا تھا) پس تم بھی مہلت سے کام لو۔ اور لوگ جمع ہو کر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں"۔

(تاریخ ابن جریر کامل، جلد ۵ ص ۱۵۶، طبع مصر قدیم تحت سنۃ ۳۵ھ۔ بحوالہ رحماء بینھم جلد دوم ص ۶۰۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب)

۲- نجیب اُمت

عبداللہ بن ملیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات عدد نجیب (یعنی مخلص و شریف) افراد عطا کئے گئے اور حضور علیہ السلام کی ذات گرامی کو اپنی امت سے چودہ عدد نجباء (یعنی شرفاء و مخلصین) عنایت فرمائے گئے ہیں ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں"۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲- ترمذی شریف باب مناقب اہل بیت ص ۵۴۱- حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۸، ابونعیم اصفہانی)

Marfat.com

۳- فاروق رضی اللہ عنہ، حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے

''نزال بن سبرۃ الہلالی کہتا ہے کہ ایک روز ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت خوشی و مسرت کی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ حال بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) رکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ! عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما''۔

(تاریخ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ طبع مصر، ریاض النضرہ محب الطبری ج ۱ ص طبع مصر ۲۴۶)

خلیل و صدیق، مخلص و ناصح

''ابو معاویہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چادر تھی جس کو آپ رضی اللہ عنہ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ آپ کو عرض کیا گیا (کیا مصلحت ہے؟) آپ اس چادر کو بہت دفعہ استعمال فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے مخلص و مہربان خصوصی دوست عمر بن الخطاب نے مجھے پہنائی تھی۔ بے شک عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (المصنف ابن ابی شیبہ ج ۴، قلمی۔ پیر جھنڈا۔ سندھ ص ۱۷۹ بحوالہ رحماء بینھم جلد دوم ص 61 حضرت مولانا محمد نافع)

القوی الامین کا خطاب

''ابوبکر عبسی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوا (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی پہنچے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھ گئے، اونٹوں کے کوائف اور تعداد تحریر کرنی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خود اونٹوں کے پاس جا کر دھوپ اور سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اوپر سیاہی مائل دو چادریں کی ہوئی تھیں۔ ایک کی تہہ باندھ رکھی تھی۔ دوسری چادر سے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ صدقہ کے اونٹوں کا شمار کر کے ان کے رنگ اور ان کی عمر بیان کرتے جاتے

Marfat.com

تھے ادھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھوا دیتے تھے (اس دوران میں) میں نے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ (اے باپ اس شخص کو اجرت پر رکھ لیں جن کو آپ اجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہترین یہ شخص قوی اور امین ہے)۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی ہے"۔ (تاریخ ابن جریر طبری ج ۵ ص ۱۸، التاریخ الکامل ابن اثیر الجزری ج ۳- ص ۲۹، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۸۷ از محب الطبری)

۶- امام ہدایت، راشد، مرشد۔ مصلح، منجح:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں سوال کیا گیا جواب میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات رشد و ہدایت کے امام تھے (قوم کے) رہنما اور مصلح تھے (امت کو) کامیاب کرنے والے تھے۔ اس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت میں رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا"۔ (طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۱۴۹ تذکرہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سیرت عمر ابن جوزی ص ۳۱، طبع مصر) (مندرجات بالا کے فوائد)

مندرجات بالا کے فوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

گوناگوں فضائل و مناقب کی اہلیت رکھتے تھے۔

کئی قسم کی عظمتوں کے مستحق تھے۔

بے حد تعریفوں کے لائق تھے۔

لاتعداد فضیلتوں کے مالک تھے۔

ان گنت خوبیوں کے حامل تھے۔

بے شمار مدائح و محامد میں کامل تھے۔

یہ تمام چیزیں ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کی بین علامات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

Marfat.com

تاریخ کے اوراق پر درخشندہ وتابندہ رہیں گی۔

تو غازیِ ملت ہے درس بقا دے
مسلماں کو مرمر کے جینا سکھا دے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ترغیب کمال تقویٰ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کمال تقویٰ کی ترغیب دی ہے۔اور سابق خلیفہ کی پیروی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

"ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ترغیب وتلقین کرتے ہوئے) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگر آپ اپنے دونوں سابق رفقاء کے ساتھ (تقویٰ کے اعتبار سے) ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیض کو پیوند لگایئے اپنی چادر اُٹھا رکھیے اور اپنے جوتے وموزے کو پیوند لگایئے (دُنیاوی) اُمیدیں کم کر دیجیے اور سیر ہو کر کھانا نہ کھایئے"۔

(کتاب الخراج۔امام ابی یوسف ص۔۱۵ طبع مصر، کنز العمال بحوالہ بیہقی ج ۸ ص ۲۱۹ طبع اول دکن)

فوائد حوالہ ھذا

۱۔پہلی چیز یہ ثابت ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس کی توثیق ہوئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تارک الدنیا اور متقی بزرگ تھے۔

۲۔دوسری چیز یہ واضح ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ اول قابل تقلید بزرگ تھے۔

۳۔تیسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ خیر خواہانہ کلام کیا ہے جو ان کے باہمی روابط وتعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

(رحماء بینھم ص 65 جلد دوم فاروقی از حضرت مولانا محمد نافع صاحب)

☆ (خلافت فاروقی کے دوران) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہو کر دوڑائے جا رہے ہیں دریافت کرنے لگے۔اے امیر المومنین کہا

Marfat.com

ں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (بیت المال کے اموال میں سے) صدقہ کا ایک اُونٹ فرار ہوگیا ہے اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں (یہ سنکر) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ ''آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلت اور مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! (یہ چیز) قابل ملامت نہیں ہے، اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت ونبوت عطا کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے روز اس کی بھی عمر رضی اللہ عنہ سے باز پرس ہوگی''۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ابن جوزی ص ۱۴۰ طبع مصر، البدایہ ابن کثیر ج ۷، ص ۱۳۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تصدیق وتوثیق ہو رہی ہے کہ بیت المال کے اموال وصدقات کے مویشیوں تک کی نگرانی بعض دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود کیا کرتے تھے اور اس میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمال دیانتداری کو قوم کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نشر کیا ہے۔

یہ باہمی دوستانہ کلام اور خیر خواہانہ گفتگو ایک دوسرے کے ساتھ روابط پر دلالت کرتی ہے۔

سیرت مرتضوی سیرت فاروقی کے موافق تھی

امت کے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انتظامی کاروبار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرح جاری تھا اور ان دونوں بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے مشابہ تھی۔ یحییٰ بن آدم القرشی المتوفی 203ھ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ

(ترجمہ) ''یعنی شریک نے زبید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت سے مشابہ تھی (ان کی خلافت کا

Marfat.com

کاروبار فاروقی خلافت کے انتظام کے مطابق چلتا تھا)

"(علکتاب الخراج یحیٰی بن آدم ص ۲۴ طبع مصر)

مزید برآں اس سلسلہ میں یہ چیز بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت فرمایا کہ جن چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سربستہ کر دیا ہے میں ان کی کشائش نہیں کروں گا۔ چنانچہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

مطلب یہ ہے کہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمر رضی اللہ عنہ نے لگا دی میں اس کو نہیں کھولوں گا (یعنی جو کام عمر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے ہیں ان میں میں تبدیلی نہیں کروں گا)"۔ (کتاب الخراج ص ۲۴، کتاب الاموال ص ۲۳۲ از ابی عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ المصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳ - ج ۱۲)

☆ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک رشید الامر تھے یعنی صحیح الرای تھے

حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی عملی زندگی میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف بالکل نہیں کیا۔ یہ چیز ان کے باہمی متحد العمل ہونے کی بڑی عمدہ تصدیق وتوثیق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معاملات خلافت میں پختگی اور امور انتظامیہ میں درستگی کے پیش نظر "رشید الامر" کا خطاب دیا ہے۔

"عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمر رضی اللہ عنہ نے کر دیے ہیں ان کو میں تبدیل نہیں کروں گا"۔

(تاریخ کبیر بخاری ج ۴ ص ۱۴۵ کتاب الخراج یحیٰی ابن آدم ص ۲۳ طبع مصر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف آوری

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۲ رجب ۳۶ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ محل (یعنی قصر شاہی) میں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام

Marfat.com

کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (ایسے) محلات میں قیام رکھنے کو ناپسند کرتے تھے ولیکن میں ایک عام چبوترہ پر اتروں گا۔ پھر آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔

(اخبار الطوال ابی حنیفہ دینوری م ۲۸۲ھ ص ۱۵۲ طبع جدید)

مندرجات بالا کے فوائد

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے موافق تھی۔ دونوں بزرگ باعتبار کردار کے متحد و متفق تھے۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ دستور العمل جاری وساری رکھا۔ اسی کو قابل عمل سمجھا اس میں کوئی تغیر وتبدل روا نہیں رکھا۔

۳- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے دوران ''رشید الامر'' کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے۔ کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاروقی خلافت کا کاروبار و کارکردگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بالکل صحیح اور قابل عمل ولائق تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ اخوت کا نمایاں درخشندہ پہلو ہے۔ جو ہر دور میں ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔

۱- عبد الرحمٰن بن عوف نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہر دو خلفاء کی سیرت پر ضرور عمل کریں گے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اپنے وسعتِ علم کے مطابق حتی المقدور ان پر عمل کروں گا''۔ (تاریخ ابن جریر ج ۵ ص ۳۷ طبع مصر)

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر فرما کر کہا کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور کردار کے موافق عمل درآمد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی اسی حالت پر وفات ہوئی۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو

Marfat.com

اُنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ الصدیق دونوں کی سیرت کے موافق خلافت کے امور سرانجام دیئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت پر اپنی طرف بلالیا۔

☆ عزیزانِ گرامی قدر! جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے کردار اور طرز زندگی کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ومطابق تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیسے کیا ہوگا؟

(ماخوذ از رحماء بینھم جلد دوم فاروقی از حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ)

☆ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ نازل ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت کی حمایت کا جذبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اکمل طریقہ سے عطا فرمایا تھا۔ حق بات کہنا، حق کی تائید کرنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "ان اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر رضی اللہ عنہ وقلبہ" یعنی اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور قلب پر حق بات کو رکھ دیا ہے اور راست چیز کو جاری فرمایا ہے (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عمر بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان پر (قدرت کی طرف سے) سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر (غیب کی طرف سے) تسلی القا کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے وہ ہر معاملہ میں امر حق کی ہی تائید کرتے تھے اور حق بات کے خلاف کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بہت سے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے:۔

۱۔ مصنف عبدالرزاق۔ ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ۳۔ حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی۔ ۴۔ مجمع الزوائد الہیثمی۔ الطبرانی۔ ۶۔ دلائل النبوۃ۔ البیہقی۔ ۷۔ تاریخ الخلفاء السیوطی رحمۃ اللہ۔ ۸۔ ریاض النضرۃ۔ محب الطبری۔ ۹۔ کنز العمال۔ ۱۰۔ ابن عساکر۔

Marfat.com

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بطریق اولی ذکر خیر کے قابل ہیں۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس بات میں کچھ شک نہیں کیا کرتے تھے۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ جاری ہوتی ہے (یعنی ایسی چیز جاری ہوتی ہے جس سے نفسوں کو تسکین اور قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور (قدرت کی طرف سے) حق بات کا ان کی زبان پر القاء ہوتا ہے"۔

اس مسئلہ کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"رحم اللہ عمر رضی اللہ عنہ یقول الحق وان کان مرًّا ترکہ الحق ومالہ من صدیقٍ"۔

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ رحم فرمائے کہ حق بات ہی کہتے ہیں اگرچہ (لوگوں کے لئے) تلخ معلوم ہو۔ اس حق گوئی نے ان کو اس حالت میں کر دیا ہے کہ ان کا (دنیاوی) کوئی دوست نہیں رہا"۔ (اسد الغابہ لابن اثیر جزری ج ۴ ص تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

مذکورہ مرویات کے فوائد

۱- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت وحقانیت کی گواہی زبان نبوت اور زبان امامت نے دی ہے۔

۲- مزید یہ واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی اور صدق بیانی کے قائل تھے اور اس کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔

۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کے قلب مبارک پر قدرت کی جانب سے القا ہوتا تھا اس کو "سکینہ" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴- مندرجاتِ ہذا سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے قدر دان، عزت شناس اور باہمی احترام واکرام ملحوظ رکھنے والے تھے

(ماخوذ رحماء بینھم جلد دوم فاروقی۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ)

Marfat.com

فراستِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

(فکرِ جدید کے تناظر میں)

PERCEPTION OF FARUQ-E-AZAM (R.A)
IN VIEW OF MODERN THINKING

اسلام میں عمر کی ہے اک شان امتیاز
یہ حاصل دعائے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صدیوں افلاک گردش میں رہتے ہیں، تب خاک کے پردے سے ان کا ظہور ہوتا ہے...... وہ بلاشبہ تاریخ ساز شخصیت تھے۔ موجودہ کئی نظریے اور رویے دراصل ان کے عہد سے مستعار ہیں۔

WELEFARE , PARLIAMENT , STANDING ARMY
LAND SETTLEMENT, GOVERNMENT TREASURY,

STATE وغیرہ۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے انہیں اختیار نہ کیا اور غیر ممالک میں اس تتبع کے باعث کس قدر عروج کی منزلیں طے ہو چکی ہیں۔ (یہ لمحہ فکریہ ہے!)۔

فراست کے بارے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مومن کی فراست سے ڈرتے رہو...... کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے! حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمتی کے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کے علمی جزو میں تشبیہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سچی فراست اس کو مرحمت فرما دیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی تشریح یہ کی ہے ''فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس سے آدمی حالیہ اور مقالیہ قرائن کی مدد سے سچے اور منافق میں تمیز کر کے مخلص و خائن، پست ہمت و

Marfat.com

بلند ہمت کا صحیح صحیح اندازہ ہر اعتبار سے کر لیتا ہے...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مومنانہ فراست اس معیار پر ہر اعتبار سے پوری اترتی ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(یہ مومن کے عناصر اربعہ ہیں)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تاریخ اسلام کا سب سے درخشاں باب ہے۔ حکومتِ اسلامیہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیل گئی۔ شام، مصر، عراق، عرب، جزیرہ، خوزستان، عراق، عجم، آرمینیہ، آذر بائیجان، فارس، مکران (جس میں بلو چستان کا کچھ حصہ شامل تھا) اسلامی حکومت کے زیر نگیں آ گئے۔ بیت المقدس بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

عرب کے صحرانشینوں اور بادیہ نوردوں نے دس سال کے مختصر عرصہ میں دیکھتے ہی دیکھتے جس طرح روم و فارس کی شہنشاہتوں کو خاک میں ملایا۔ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ درحقیقت اس عالم اسباب میں اس کا سب سے بڑا سبب، مشیت ایزدی کے ساتھ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے تمام جنگی واقعات کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑا سپہ سالار دور سے اپنی فوجوں کو لڑا رہا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے اشاروں پر ہوتا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات میں وہ تمام فضائل و کمالات جمع ہو گئے تھے جن کا ایک شخص کی ذات میں جمع ہونا اَمرِ محال نظر آتا ہے۔ جب ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

Marfat.com

"لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب"

(اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ صلح نامہ دراصل امان نامہ ہے جو قانون بین الممالک (INTERNATIONAL LAW) کی ایک بے نظیر دستاویز ہے جو ایک عرب کے بادیہ نشین نے عیسائی اقلیتوں کے ساتھ کی۔ آج ہر طرف اقلیتوں کے خلاف اکثریت کے ظلم کی داستانیں عام ہیں خاص کر کوسوہ (KOSOVO) کے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک نام نہاد مہذب ملک یوگوسلاویہ کے حکمرانوں کے ہاتھوں روا رکھا جا رہا ہے اس تناظر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امان نامہ کی اہمیت اور اُجاگر ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک وملت کو باعزت و باعظمت نظام دیا جو مسلمانوں کی تمام حکومتوں کے لئے اب بھی ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آج کل بھی دنیا کی تمام کامیاب دیانت دار حکومتوں نے حتی الامکان خاموشی سے ان کے نظام حکومت کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ بقول حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

قارئین محترم! ایک جدید فکر و خیال کے حامل شخص کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ دور دراز ریگستانی ویرانے میں آباد کوئی شخص چودہ سو سال پہلے اس قدر محیر العقول فراست کا حامل تھا جس کا عشر عشیر بھی آج کے دور میں اعلیٰ تعلیم یافتہ قائدین میں موجود نہیں۔ آج کل کے حکمران کو بیشتر سائنسی، اقتصادی، معاشی، سماجی اور دیگر مشیروں کی خدمات حاصل ہیں تاہم ان کی پالیسیوں اور انتظامیہ میں وہ واقعیت پسند (REALISM) نہیں جھلکتی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں نمایاں نظر آتی ہے۔

اس کی ایک واضح مثال ہمارے ملک پاکستان میں حکومت کے کالا باغ ڈیم کے مسئلہ سے نمٹنے کے طریقہ کار میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو فتوحات کو وسعت دی اور دوسری طرف بلا کسی

Marfat.com

مثال اور نمونہ کے ایک خالص اسلامی جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی۔ جمہوری حکومت کا ایک بڑا اصول یہ ہے کہ قانون کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے اور ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت کا پورا اختیار اور موقع دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہر شخص کو نہایت آزادی کے ساتھ یہ موقع حاصل تھا اور لوگ اپنے حقوق کا اظہار نہایت بے باکی سے کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مکمل عدالتی نظام قائم کیا اور خلافت کے تھوڑے ہی دنوں بعد عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر کے ایک ممتاز اور خود مختار حیثیت بخشی۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی مقدمہ ہوتا تو وہ خود بھی عدالت میں ایک عام آدمی کی طرح پیش ہوتے۔ دنیا کی تاریخ عدل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ چنانچہ سیّد جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب (HISTORTY OF SARACENS) میں ''وان ہمیر'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اسلام میں عدلیہ اپنی ابتداء ہی سے انتظامیہ سے علیحدہ، آزاد اور خود مختار ہے''۔ اور یہ ''خلافت علی منہاج نبوت'' کی اعلیٰ مثال ہے۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

خلافت بر مقام ما گواہی است
حرام است آنکہ برما بادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ
خلافت حفظ ناموس الٰہی است

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے باوجود کلی طور پر ان کا قد کاٹھ اور سوجھ بوجھ لوگوں میں ان کے رعب داب کی ضمانت تھے۔ ان کے فقر اور درویشی میں وہ عظمت اور شان تھی کہ کروفر کے حاصل سلطانوں اور بادشاہوں کو نصیب نہ ہو۔ بقول حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے!

Marfat.com

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فراست کی چند جھلکیاں

۱۔ فوق البشر (SUPER HUMAN)

ونسٹن چرچل (WINSTIN CHURCHILL) نے دوسری جنگ عظیم کے واقعات پر مبنی اپنی کتاب میں ان احکامات کا تذکرہ کیا ہے جو وہ برطانیہ کے جرنیلوں کو میدان جنگ میں بھیجا کرتے تھے اس کتاب کو پڑھ کر لوگ خیال کرتے ہیں کہ چرچل اپنی دیگر انتظامی اور جنگی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ میدان جنگ کی صورت حال سے بھی واقف رہتے تھے۔ اس طرح وہ اس کی صلاحیتوں کے بڑے مداح معلوم ہوتے ہیں۔

☆ قارئینِ ذی وقار! چرچل سے چودہ سو سال پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے اپنے سپہ سالاروں کو بڑی تفصیل سے جنگی میدان میں ہدایات دیتے اور نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ مثلاً انہوں نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معذول کر کے شام کے میدان جنگ میں حضرت ابوعبیدہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا تو انہیں لکھا کہ مالِ غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا، نہ انہیں کسی ایسی جگہ ٹھہرانا جہاں کے حالات کا تمہیں پوری طرح علم نہ ہو، فوج کا دستہ نہ بھیجنا جب تک سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد اس میں شامل نہ ہو وغیرہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی ذہانت اور دور اندیشی سے وہ کارنامے کر گزرے جو آج کوئی شخص سرانجام دیتا تو اس کو چرچل کی طرح فوق البشر (SUPER HUMAN) گردانا جاتا۔

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی!
دیا ہے میں نے انہیں ذوق آتشِ آشامی

فوجی اور جنگی معاملات میں راہنمائی

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا!
خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں!

Marfat.com

یوں تو آج بھی بہت سے ملکوں کے صدر اپنے ملکوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہیں مگر ان میں سے شاید ہی کوئی جنگی چالوں اور جنگی منصوبہ بندی میں حصہ لیتے تھے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں یہ بات تھی کہ وہ فوجی اور جنگی معاملات میں بھی اپنی قوم کی راہ نمائی کرتے تھے اور اگر ان کے کمانڈران کی رائے پر عمل نہیں کرتے تھے تو وہ نقصان اُٹھاتے تھے جیسا کہ ابوعبیدہ نے ان کی رائے پر عمل نہ کر کے عراق میں معرکہ جسر میں شکست کھائی۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے (تفصیل پہلے گزر چکی ہے) کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سالار معرکہ جسر کو نصیحت کی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ان کے ساتھ ہیں ان سے مشورہ کرتے رہیں اور ان کو اپنے کاموں میں شریک رکھیں۔ جری اور تجربہ کار سپاہی سلیط بن قیس کی بات پر عمل کرنے کی خاص ہدایت کی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لڑائی میں (جب تک کوئی خاص ہنگامی صورت نہ ہو) جلد بازی گوارا نہ تھی۔ جسر کے معرکہ میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نصیحتوں پر عمل نہ کیا اور بُری طرح سے شکست کھائی۔ جس میں وہ خود بھی شہید ہو گئے اور دیگر بے شمار لوگوں کو شہید کرایا جن میں سلیط بن قیس بھی شامل تھے۔

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ از ہیکل ص 200)

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی!
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوجی جرنیلوں سے ہم آہنگی

دنیا میں بے شمار ایسے حاکم یا قائد گزرے ہیں جو اپنی فوجوں کو لڑائی کے دوران ہدایت دیتے رہے ہیں۔ دورِ جدید میں ماؤزے تنگ (MAOSETUNG) لینن، ڈیگال، اسٹالن اور چرچل وغیرہ شامل ہیں چرچل جو دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کے وزیر اعظم تھے اپنے جرنیلوں میں سے ''اوکنلیک'' (AUCHNLECK) کو جو شمالی افریقہ کے محاذ جنگ پر جرمن جرنیل رومل کے مقابلہ پر تھا جنگی حکمت عملی میں بے وجہ اختلاف پیدا کر کے ہٹا دیا۔ اسی طرح جنرل ویول (WAVEL) کو اٹلی والوں سے کسی

Marfat.com

معمولی جنگ میں ناکامی پر بُری طرح تنقید کا نشانہ بنایا، مگر جب لیبر پارٹی کی حکومت برطانیہ میں آئی تو اس نے جنرل ویول کو ہندوستان کا وائسرائے بنا دیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے کسی فوجی جنرل کی حکمت عملی کے مقابلہ میں اپنے جرنیلوں سے اچھی ہم آہنگی پیدا کر رکھی تھی۔ دوسرے انہوں نے اپنے کسی فوجی افسر کو کسی ناکامی کے لئے الزام نہیں دیا اور کہا بطور خلیفہ کے ذمہ داری ان کی ہے۔

انہوں نے جسر کے معرکہ کی ناکامی کی ذمہ داری خود لے لی تھی اور فوجیوں کو برا بھلا نہ کہنے دیا۔ ڈاکٹر سیّد حامد علی شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ: مجھے ایک پاکستانی فوجی افسر نے بتایا کہ ہندوستان سے 1965ء کی لڑائی میں ہمارے فیلڈ مارشل ایوب خان (مرحوم) نے یہ حرکت کی کہ کسی نجی محفل میں ایک جنرل پر 1965ء کی لڑائی شروع کرنے کا غیر سرکاری الزام لگا دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی ان ہدایتوں میں جو وہ اپنے سپہ سالاروں کو بھیجتے تھے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد رکھتے تھے اور ان کا خیال تھا (اور بالکل صحیح تھا) کہ اگر مسلمان جنگیں ہار گئے تو وہ دین جس کے لئے وہ لڑ رہے ہیں اس کی ترویج واشاعت رک سکتی ہے۔ لہٰذا بطور امیر المومنین ان کا فرض تھا کہ وہ یہ جنگیں جیتیں تاکہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ پروان چڑھے۔

(فراست فاروقِ اعظمؓ (فکرِ جدید کے تناظر میں) ص 62)

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے!
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ!

مملکت اسلامیہ کی توسیع اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فراست

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کو اتنی وسعت دینا چاہتے تھے کہ اس میں یہ دین اچھی طرح سما سکے اس کے اور اپنا نظام قائم کر سکے اور فروغ پا سکے۔ اسی وجہ سے وہ پورے تن من اور ذہن سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں لگے رہے۔ ان کی اسی کاوش، فراست اور سیاست کا نتیجہ ہے کہ آج اٹھاون (58) سے زیادہ ممالک اسلام کے دائرہ میں ہیں اور دنیا کے بہت بڑے رقبے میں مسلمان آباد ہیں، اس کے تمام مرکزی

Marfat.com

علاقہ پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا ہی اسلام پھیلایا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا؟
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(اقبالؒ)

روز نامہ اخبار ڈان (DAWN) (مورخہ 8۔اپریل 1997ء) میں اسپین کے ایک نوبل انعام یافتہ عالم کی پیش گوئی ہے کہ دو ہزار سال کے بعد دنیا میں صرف چار زبانیں باقی اور رائج رہ جائیں گی یعنی عربی، ہسپانوی، انگریزی اور چینی۔ باقی زبانوں کی حیثیت صرف علاقائی بولی (DIALECTS) کی رہ جائے گی۔ یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی محنت اور فراست سے ایک اتنے وسیع علاقے پر عربوں کا مستحکم تسلط قائم کر دیا کہ اسلام دشمن طاقتیں اس علاقہ کو ختم کرنے کی کتنی ہی کوشش کریں وہ نہ صرف قائم ہی رہے گا بلکہ اور سر بلند ہوگا، اور یہاں عربی (زبان) قائم و دائم!

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا!

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سادگی اور اعلیٰ فہم و دانش

اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

(اقبالؒ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو احساس تھا کہ نعمت اور آسودگی میں ایک فتنہ (آزمائش) ہے جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوگ آسودگی کو ایک اعلیٰ نصب العین قرار دے کر اپنی تمام قوتیں اور ساری صلاحیتیں اس کی راہ میں صرف کر دیتے ہیں۔
اس طرح انسانیت کے اس بلند مفہوم سے ہٹ جاتے ہیں جو ہمارے دل و دماغ کو انتہائی بلندی پر لے جا کر ہمیں اللہ کا قرب عطا کرتا ہے اور اس کے صدقے میں ہم مشاہدہ حق کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اس مندرجہ بالا احساس کے زیر اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق اور مدائن کے علاقہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا قیمتی مالِ غنیمت اپنے سے دور رکھا کہ کہیں اللہ نے یہ آزمائش کے لئے عطا نہ کیا ہو۔ اُنہوں نے اس بیش بہا مالِ غنیمت کو فوراً لوگوں میں تقسیم کر ڈالا۔

قارئینِ محتشم! آج کل کے دور میں بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ دولت کی طمع اور ہوس آدمی کو ذلیل کراتی ہے۔ فلپائن کے صدر مارکوس جو اپنی بدکاری، رشوت ستانی اور لوٹ مار کی وجہ سے نہ صرف صدر کے عہدے سے معزول ہوا بلکہ ملک سے بھاگ کر دیارِ غیر میں مرا۔ یہی حال کم وبیش شاہِ ایران (محمد رضا شاہ پہلوی) اور صدر ایوب کا ہوا۔ اس کے برعکس قوم کے وہ خادم جو دولت کی ہوس نہیں رکھتے تھے زندگی میں بھی سرفراز رہے اور مرنے کے بعد بھی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ چرچل اور ہزاروں لوگوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں.......... لال بہادر شاستری تو ایک مست قلندر انسان تھے، ہندوستان جیسے بڑے ملک کے وزیراعظم بنتے وقت حلف کی تقریب میں شیروانی بھی کسی اور ہی نے مہیا کی تھی۔ یہی حال دنیا کے امیر ترین ملک سعودیہ کے فرمانروا شاہ فیصل کا تھا جو سادگی کا مجسمہ تھے۔

(ڈاکٹر سید حامد علی شاہ)

ہمارے یہاں وزیراعظم محمد خاں جونیجو (مرحوم) کا یہی عالم تھا کہ کسی قسم کا لالچ طبیعت میں نہ تھا۔ اس جائزے سے یہ امر واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مردانِ حق آگاہ کی سیرت اس شعر کا آئینہ ہے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

قارئین ذی وقار! اس دور میں بھی "SIMPLE LIVING HIGH THINKING" عظیم ہستیوں کا مقولہ MOTTO ہوتا ہے اور وہ عدیم المثال فہم ودانش کے حامل ہوتے ہیں، دنیاوی مال وجاہ کی بجائے ایک اعلیٰ نصب العین کو اپنا مقصدِ حیات بنائے رکھتے ہیں۔

Marfat.com

؎ یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی!

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور قانون کی بالادستی

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ معاشرہ صحیح نہیں ہوسکتا جب تک بڑے سے بڑے آدمی کو بھی قانون کے تحت نہ لایا جائے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھی اس سلسلہ میں نہیں بخشا۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے آج مسلمان سرخرو ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صدیوں بعد آج کل کی مہذب دنیا نے اپنے لوگوں کو قانون شکنی پر نہ بخشا۔ جیسے انگریز نے کلائیو کو، ہر چند کہ اس نے برطانوی سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں رکھی تھی۔ امریکہ نے اپنے دوسری جنگ عظیم کے ہیرو جنرل میکارتھر کو حکم عدولی پر معزول کر دیا۔ کوریا نے حال ہی میں اپنے دو صدر کو ان کی غلط کاریوں پر جیل بھیج دیا ہے۔ ہندوستان نے بھی اپنے ایک سابق وزیر اعظم نرسمہا راؤ اور دیگر وزراء پر مقدمہ چلا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑا آدمی اس کے یہاں قانون سے بالاتر نہیں ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا
(اقبالؔ)

۷۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور انصاف کی فراہمی

ایک صاحب خرد حکمران فوراً اس بات کو محسوس کرے گا کہ معاشرے میں برائیوں کی روک تھام سستا، اچھا اور جلدی انصاف فراہم کر کے ہی کی جاسکتی ہے جس کے لئے فرض شناس قاضی یا جج فراہم کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ 1997ء میں پاکستان میں انصاف فراہم کرنے والے مشینری کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ پاکستانیوں کی گردن شرم سے نیچی کرتا ہے خیال ہے کہ احتساب سے بچنے کے لئے حکمرانوں نے پاکستان کی عدالت عالیہ کو ہی مجروح کر دیا اور یہ کام جس طرح کیا وہ اور بھی دردناک ہے۔ دیگر ایشائی اور افریقی

Marfat.com

ممالک میں بھی اچھے جج نہیں ملتے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران تمام علاقہ میں اچھے قاضی فراہم کیے اور ان کو صحیح انصاف کرنے کے لئے مکمل اختیارات دیے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک نڈر، سخت اور ایماندار قاضی جرائم روکنے میں بڑا معاون ثابت ہوتا ہے۔ انگلینڈ کے ججوں کی موجودہ دور میں بڑی تعریف کی جاتی ہے۔ پچاس کی دہائی میں برطانیہ کے سابق وزیراعظم ''سرونسٹن چرچل'' کی بیٹی ''سارہ چرچل'' کو غلط کام کرنے پر چھوٹے درجے کا جج بھی سزا دینے میں نہ چوکا۔ ججوں کے سخت رویہ اور انصاف پرور طرزِ عمل کی وجہ سے ہی برطانیہ میں جرائم کم ہوتے ہیں۔

☆ قارئین باتمکین! اس نکتہ کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ وہ اچھے جج مقرر کرتے تھے۔ وہ خود بھی جب تک مدینہ کے قاضی رہے لوگ ان کی عدالت سے گھبراتے تھے اور یوں ان کی عدالت میں کوئی مقدمہ نہ آیا۔ خلیفہ ہونے پر بھی انہوں نے بغیر رُو رعایت کے فیصلے کیے جو آج تک مشہور ہیں۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی!
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

جس ملک وقوم میں انصاف کا بول بالا ہو اس ملک پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی اور جہاں کے قاضی خراب ہو جائیں وہاں اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک اچھے مردم شناس

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ!
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ

(اقبالؒ)

ایک فہم و فراست رکھنے والا آدمی قدرتی طور پر بڑا اچھا مردم شناس ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ امریکہ کو صدر ''ایڈورڈ جان کینیڈی'' (EDWARD JOHN KENEDY) ایک ہوشیار آدمی تھا اس نے اپنے چاروں طرف بڑے ذہین لوگ جمع کیے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ بدقسمتی سے وہ جلدی قتل کر دیا گیا اور وہ امریکہ اور دنیا کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا تھا نہ کرسکا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی ایک اچھے مردم شناس تھے۔ دوسرے وہ اچھے آدمی کی قدر کرنا جانتے تھے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر گھوڑا خریدا اور بطور آزمائش اس پر سوار ہوئے۔ گھوڑا چوٹ کھا کر داغی ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا۔ مالک نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی کو ثالث بنالو۔ گھوڑے کے مالک نے کہا کہ ''شریح عراقی'' کو ثالث بنالیا جائے۔ وہ دونوں شریح عراقی کے پاس گئے۔ شریح نے دونوں کے دلائل سن کر کہا کہ امیر المومنین یا تو گھوڑا خرید لیں یا جیسا لیا تھا ویسا واپس کیجئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحیح فیصلہ یہی ہے انہوں نے شریح عراقی کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ جہاں وہ 60 ساٹھ برس تک اس منصب پر فائز رہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قاضیوں کو فیصلہ کا طریقہ کار بھی بتاتے رہتے تھے اور نڈر ہو کر فیصلہ نافذ کرنے کو بھی کہتے تھے۔ اُنہیں اس بات کا پورا ادراک تھا کہ انصاف سے غریب کو امان ملتی ہے اور معاشرہ سُدھرتا ہے' اسی واسطے وہ پرکھ کر کسی کو قاضی مقرر کرتے تھے۔

قارئین محترم! جج کے غلط فیصلے سے ملک میں بڑے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ جسٹس منیر کے مولوی تمیز الدین کے مقدمہ کے فیصلہ سے ہوا کہ اس کی پیدا کی ہوئی خرابی آج تک پاکستان بھگت رہا ہے۔

یا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کے حقوق کے بہترین محافظ

ڈاکٹر سیّد حامد علی شاہ رقمطراز ہیں کہ یہ 1964ء کا ذکر ہے ڈاکٹر کرفشنکو (DR.KRAVCHENKO) پاکستان کی آئل اینڈ گیس ڈیویلپمنٹ کارپوریشن میں روسی چیف جیالوجسٹ تھا اور میں اس کارپوریشن میں بطور سپرانٹنڈنگ جیالوجسٹ کام کررہا تھا۔ ہم دونوں بلوچستان میں کوہِ سلیمان کے سروے پر تھے۔ ایک رات ضلع

Marfat.com

لورالائی کی تحصیل کوہلو میں ہم ایک ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے تھے جس میں ہمارے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا ڈاکٹر کرفشنکو کیا تم اپنے اشترا کی نظام (COMMUNIST SYSTEM) سے واقعی خوش ہو؟ اس نے کہا ہاں بڑی حد تک کیوں کہ اگر آج میرا انتقال کسی جرم کے ارتکاب کے علاوہ کسی اور حالت میں ہو جائے تو میری بیوی اور بچوں کے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور درس وتدریس اور دیگر ساری ضروریات کی کفیل حکومت اُسی طرح ہوگی جس طرح میری عین حیات میں ہے پھر اس نے کہا کہ اس قسم کی ضمانت سے ہر فرد بے فکر ہو کر ملک وقوم کے لئے اپنی پوری صلاحیتوں سے کام کرتا ہے۔

آج کل برطانیہ اور کچھ دیگر مما لک میں فلاحی مملکتیں (WELFARE STATE) قائم ہیں۔ جہاں حکومت اپنے باشندوں کی ہر طرح کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ جاپان میں تو آج کل یہ بھی ہونے لگا ہے کہ ہر کمپنی اپنے ملازمین کی اور ان کی فیملی کی ہر طرح نگہداشت کرتی ہے تا کہ اس کے ملازمین اپنی پوری توجہ اپنے کام پر لگائیں اور کمپنی کو خوب فائدہ پہنچائیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی زمانہ میں اس نکتہ کو پا لیا تھا جو مندرجہ ذیل تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

(اقتباس از حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تصنیف محمد حسین ہیکل)

مسلمان امیر المؤمنین کو اپنے اور ان کے اہل وعیال کے حقوق کا بہترین ضامن سمجھتے تھے جنہیں گھروں میں وہ پیچھے چھوڑ جاتے تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرتے اور ان کی ضرورت کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت پر مقدم رکھتے ہیں۔ ان حالات میں ان سب کا اپنے مستقبل اور اپنی اولاد واقارب کے انجام کی طرف سے مطمئن ہو کر جنگ کے میدانوں میں کود جانا ایک لازمی امر تھا۔ ان میں سے ایک بھی اللہ اور اسلامی سلطنت کی راہ میں مارے جانے سے نہ گھبراتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر وہ شہید ہو گیا تو اس کی اولاد کو اس سے بہتر معاوضہ ملے گا جو اس نے زندہ رہ جانے کی صورت میں اسے ملتا ہے وہ اس پر ایمان رکھتا تھا کہ جو کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جان

Marfat.com

دے گا اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی

۱۰۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور قومی اتحاد

ایک ذہین اور صاحبِ فراست لیڈر اور حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم کو ایک فردِ واحد کی طرح بنا دے جیسا کہ چرچل (CHURCHILL) نے اپنی قوم کو دوسری جنگِ عظیم کے دوران بنا دیا تھا۔ ہم اس زمرہ میں ماوزے تنگ (MAOSETUNG) اور لینن (LENIN) وغیرہ کو اس لئے شامل نہیں کرتے کہ انہوں نے اپنی قوم کو متحد کرنے میں جبر سے کام لیا تھا۔ اور پھر بھی پوری طرح متحد نہ رکھ سکے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس قومی اتحاد کے لئے تمام قبائلی نعرے ختم کر دیئے اور معاشرے کو تندرست اور توانا بنا دیا۔ وہ دین کے اصول وقواعد کو تمام مسلمانوں کے لئے ناگزیر سمجھتے تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان اُصولوں کے قیام اور ان قواعد کے استحکام کے ذرائع کیا ہیں! اس لئے وہ اسلامی معاشرے کو ان تمام جاہلی فروعات سے پاک کر دینا چاہتے تھے جنہیں اسلام برداشت نہیں کرتا۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

۱۱۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک

بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش تقسیم سے پہلے برصغیر ہندوستان کا حصہ تھے۔ وہاں کے سمجھدار اور جہاں دیدہ لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریزوں نے اتنی بڑی سلطنت جس میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا بڑی کامیابی سے اس وجہ سے قائم کرلی کہ وہ ایک سمجھدار قوم ہے اور قانون اور انصاف کی پاسداری کرتی ہے۔ ناروا مظالم روا نہیں رکھتی۔ اب اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ انگریزوں نے یہ بات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سیکھی ہے انگریزوں نے دُنیا بھر کی اچھی باتیں اپنی قوم میں داخل کی ہیں اور عین ممکن ہے یہ سمجھ بوجھ اُنہوں نے

Marfat.com

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی حاصل کی ہو۔

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروّت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

مگر میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ انگریزوں نے بلاشبہ اسلامی تعلیمات کے نظام حیات سے خوشہ چینی کی ہے لیکن ہوسِ ملک گیری کے طلسم میں انگریزوں نے اسلام کی روح پر ہمیشہ مادیت کو ترجیح دی ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بڑی احتیاط، پابندی اور درگزر کے ساتھ خلافت کی ہے۔ رعایا کے ساتھ ان کا حسن سلوک بڑے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر دشمن کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے تو وہ مانوس ہو جاتا ہے۔

؎ تھا جو نا خوب، تبدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

۱۲۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور شورائی نظام حکومت

امریکہ کا نظام حکومت صدارتی ہے برطانیہ کے یہاں پارلیمانی یا ہر دو نظاموں سے ماخوذ طرزِ حکومت رائج ہے۔ آج کل کے روشن خیال جمہوری اہل رائے کہتے ہیں کہ حکومتی نظام آمرانہ اور جابرانہ نہ ہو اس میں لوگوں کی مشاورت ضروری ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا ادراک تھا اور اس زمانے میں تھا جب ان کے چاروں طرف شخصی حکومتیں قائم تھیں۔ انہوں نے بغیر کسی مثال اور نمونے کے جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی اور ان کی حکومت مشاروتی ہونے کی وجہ سے جمہوری روح لئے ہوئے تھی۔ لوگوں کو اتنی آزادی تھی کہ غلط بات پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پیروی میں ان کے احکام خوشدلی سے بجالاتے تھے۔ مجلس شوریٰ کا انعقاد اور اہل الرائے کی مشاورت استحصال یا تفریح کے بطور ہرگز نہ تھی جیسا کہ آج کل بہت سے ملکوں کا عالم ہے بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اظہار فرمایا تھا کہ مشورہ کے بغیر خلافت سرے سے جائز ہی نہیں۔ یہ انہوں نے چودہ سوسال

Marfat.com

پہلے فرمایا تھا جو ایک قابل غور رویہ ہے۔ مجلس شوریٰ کے علاوہ خاص معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ استصواب رائے (REFERUNDUM) کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جمہوریت ڈکٹیٹر شپ سے زیادہ مفید اور طاقتور نظام حکومت ہے۔ جمہوریت نے یورپ سے ڈکٹیٹر شپ کو ختم کرکے رکھ دیا ہے۔ اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جمہوریت کی موجودہ تعریف کو اسلامی نظام جمہور سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسلامی نظام جمہور میں اقتدار اعلیٰ ذات باری تعالیٰ ہے اسلام میں مشاورت کے دائرہ کار کی مرکزی قوت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۱۳۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مساوات

سابقہ اور موجودہ ہر دور میں یہی امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ اسی حاکم کو عوام میں زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جو خود کو عام آدمی کے ساتھ حتی الامکان مساوی درجے پر رکھتا ہے۔ ڈاکٹر سیّد حامد علی شاہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اس معاملہ میں کرنل قذافی (لیبیا) کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ وہ عام آدمی سے زیادہ فاصلہ نہیں رکھتا ہے اور اس کی اس خوبی کو اس کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں (اگرچہ مغربی طاقتیں مسلسل اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مشغول ہیں) وہ اپنے بیمار باپ کو کاندھے پر اُٹھا کر ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے مریضوں کی قطار میں کھڑے رہ کر اپنی باری کا انتظار کیا کرتا تھا۔ پس اس خوبی کے حاکم کو لوگوں نے اپنے دلوں میں بجا طور پر جگہ دی ہے۔ شاہ فیصل مرحوم (سعودی عرب) دنیا کے ایک تیل پیدا کرنے والے مالدار ملک کے بادشاہ تھے مگر وہ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے اور معمولی آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ دنیا میں ان کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی اصول کے تحت بڑی پابندی کے ساتھ اپنے حقوق عام آدمیوں کے حقوق کے برابر رکھے اور لوگوں کو کبھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ (1968ء کی

Marfat.com

بات ہے) حقوق کی برابری کی مثال دیتے ہوئے ہمارے بزرگ سیاستدان نواب زادہ نصر اللہ خان (مرحوم) نے بتایا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب برطانیہ میں راشن بندی کی گئی تو وزیراعظم چرچل ایک عام آدمی کی طرح راشن لیتا تھا۔ ہمیں بڑی خوشی ہوتی اگر وہ کم ازکم چرچل کے ساتھ ہی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام بھی لے دیتے جنہوں نے چودہ سو سال پہلے ایک بڑی سلطنت کے حاکم ہوتے ہوئے اپنے حقوق عام آدمی کے حقوق کے مساوی رکھے تھے۔ سبحان اللہ!

دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی!

۱۴- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عدلیہ کی آزادی

انگریزوں نے ہندوستان میں قریب ڈیڑھ سو سال حکومت کی اور اب پاکستان کے قیام کو بھی قریب ساٹھ سال سے زیادہ ہو گئے ہیں مگر یہاں جوڈیشل (JUDACIAL) اور ایگزیکٹو (EXECUTIVE) اختیارات اب تک ملے جلے ہیں۔ ایسی صورت میں صحیح انصاف کی توقع خیال خام ہے۔ آج کل کی مہذب دنیا میں اس قسم کے نظام عدل کو انصاف کے منافی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اندازہ چودہ سو سال پہلے اپنے دور میں لگا لیا تھا جبکہ دُنیا کے دوسرے حاکموں کو اس حقیقت کا بالکل شعور نہ تھا۔ انہوں نے ''جوڈیشری'' اور ''ایگزیکٹو'' کو علیحدہ کر دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمدن کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے دور میں مخلوط محکموں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا اور ایک نہایت اچھے نظام حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۱۵- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عمال کا انتخاب

آدمی چاہے تاجر ہو یا صنعت کار ہو یا حاکم وہ کامیاب تب ہی ہو گا جب اپنے عمال کی

Marfat.com

صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کر سکے۔ اگر عمال مناسب جگہ پر متعین نہ ہوں گے تو وہ بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث بنیں گے۔ تیسری دنیا کے ممالک غلط کار عمال کی وجہ سے غرق ہو رہے ہیں۔ آج کل امریکہ میں یہ دستور ہے کہ ہر نیا صدر منتخب ہونے پر اپنی جوہر شناسی کو کام میں لاتے ہوئے بڑی بڑی آسامیوں کے لئے اپنی پسند کا عملہ ساتھ لاتا ہے۔ دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی عمال کے انتخاب کے لئے بڑی احتیاط اور جوہر شناسی سے کام لیتے تھے۔ وہ اس کام کے لئے مجلس شوریٰ کو بھی استعمال کرتے تھے۔ ملازمین کو بھی تنخواہ بھی اچھی دیتے تھے اور ان کا محاسبہ بھی کرتے رہتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جوہر شناسی نے یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے جس شخص کو جہاں لگایا وہ وہاں کے لئے بہترین ثابت ہوا۔ اگر کسی کو کسی وجہ سے کسی جگہ لگایا اور وہ وہاں کامیاب نہ ہوا تو اس کو بلا تاخیر ہٹا دیا۔ وہ اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھتے تھے اور اغماض سے کام نہ لیتے تھے۔

۱۶۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ...... صاحب دانش و بینش۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گو خود بڑے مردم شناس تھے، صاحب دانش و بینش تھے اور آدمی کو جلد اچھی طرح پہچان لیتے تھے تاہم وہ خود کو عقل کل نہ سمجھتے تھے۔ بعض افراد اپنے آپ کو ہمہ داں خیال کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے فیصلوں اور انتخاب میں دوسروں کی صائب رائے مان لیتے تھے بلکہ افسران کے انتخاب کے لئے انہوں نے مجلسِ شوریٰ (PUBLIC SERVICE COMMISSION) قائم کر رکھی تھی۔ ان کو احساس تھا کہ کسی بھی آدمی کا دماغ سارے کام پر حاوی نہیں ہو سکتا یعنی کہ وہ عقل کل نہیں ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

۱۷۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سادگی اور عوام سے میل جول

محترم ڈاکٹر سید حامد علی شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ مجھے یورپ، امریکہ، کینیڈا، روس، چین، عرب ممالک اور افریقہ کے بہت سے افسران سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ عرب

Marfat.com

ممالک اور بادشاہ اور صدر وغیرہ تو خاصے سادہ لوگ ہیں، دیگر کئی ممالک کے حکام بھی نمود و نمائش کی بجائے عام لوگوں کی طرح ہی بود و باش رکھتے ہیں۔ جنوبی ایشیا کے ممالک کے افسروں بالخصوص انتظامیہ کے نگران حکام میں بہت زیادہ اکڑ اور دکھاوا ہے۔ اس کی وجہ سے عوام ان کو اکثر ناپسند کرتے ہیں۔ ایسے حالات کا قلع قمع ضروری ہے۔ افسران کی ذہنی بے راہ روی (PERVERSION) کی وجہ سے عوام انتظامیہ سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت ان دیکھے طور پر ملک کو نقصان پہنچاتی ہے۔ قوم پر ان برے اثرات کو 1965ء میں مجھے بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) میں ضلع چٹاگانگ کے ایک انتظامی افسر نے بتایا جو بڑے پائے کا فہم و فراست کا حامل (INTELLECTLUAL) تھا۔ ہم اس وقت بندربن کے قصبہ میں تھے یہ بات فراست فاروقی رضی اللہ عنہ پر چودہ سو سال پہلے آشکارا تھی۔ وہ اپنے عمال سے سادہ اور عام آدمی کی سی زندگی بسر کرنے کا عہد لیتے تھے وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گے، باریک کپڑے نہ پہنیں گے، چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں گے، دروازہ پر دربان نہ رکھیں، اہل حاجت کے لئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا یہ شرطیں اکثر پروانہ تقرری میں درج کی جاتی تھیں اور ان کو مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے حاکم اور عوام میں کتنی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہوگی۔

سادگی اور عوام کے ساتھ میل جول سے کسی کی صلاحیتوں پر کوئی برا اثر نہیں ہوتا بلکہ کہاوت ہے "سادہ زندگی اور بلند فکری PLAIN LIVING AND HIGHKING میں (ڈاکٹر سید حامد علی شاہ صاحب) نے یہ بات لیبیا کے کرنل قذافی اور الجیریا کے کرنل بومدین میں قریب سے دیکھی، ان ملکوں کے حکام اور وزیر مشیر بھی ان کا تتبع کرتے تھے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ!

۱۹- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عرب حاکموں اور عرب عوام میں مساوات

• انگریز حکام اور انگریزوں کے تربیت یافتہ پاکستانی افسران خاص کر ضلعی منتظم آج تک لوگوں سے ملاقات کرنے سے پہلے دانستہ گھنٹوں انتظار کراتے ہیں میں (ڈاکٹر سید حامد علی

Marfat.com

شاہ) جب 1955ء لندن گیا تو میں نے انگریزوں میں وہاں یہ بات نہیں دیکھی۔ انگریز افسران کو سادہ، مساوات پسند اور کواپریٹو پایا۔ ایشائی وہاں کہا کرتے تھے کہ انگریز کا دماغ مشرق کی طرف جاتے ہوئے سویز کینال (SUEZ CANAL) پار کرتے ہی بدل جاتا ہے، انگلینڈ میں وہ اپنے لوگوں میں رہتے ہوئے، ٹھیک رہتے ہیں۔ اب پتہ چلا کہ یہ بات بھی انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فراست سے حاصل کی ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرب حاکم اور عرب عوام میں تو کوئی فرق گوارانہ کرتے تھے مگر حالات کے تحت عربوں اور دوسرے لوگوں خاص طور سے غیر مسلوں میں فرق وہ حکومت کے دائرہ کار میں گوارا کر لیتے تھے بالکل غیر جانبدارانہ تحقیقی کاروائی کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں بڑے ساز وسامان اور آن بان سے رہتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خدم وحشم کو دیکھ کر اس قدر کہا ''کسرانیہ'' یعنی یہ نوشیروانی جاہ وجلال کیسا؟ مگر جب انہوں نے جواب دیا کہ یہاں رومیوں سے سابقہ رہتا ہے اور ان کی نظر میں اس کے بغیر سلطنت کا رعب ودبدبہ قائم رکھنا محال ہے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی دلیل مان لی (ہر چند مثال استثنیٰ کی ہے) انگریز بھی اپنے ملک اور لوگوں سے باہر یہی طریقہ کار اپنائے ہوئے تھا۔

۱۸- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور قابضین زمین کا برقرار رکھنا

ایتھوپیا کے بادشاہ ہیل سلاسی کا شمار دنیا کے سمجھدار حکمرانوں میں ہوتا تھا۔ اس کے ملک پر اٹلی نے قبضہ کر لیا اور اس نے مزاحمت ترک نہ کی۔ آخر کار دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ایتھوپیا آزاد ہو گیا۔ اس نے اطالویوں کو جو اس کے ملک میں کاروبار کر رہے تھے اپنا کاروبار کرنے دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا کر کے اس نے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا کیونکہ اٹلی والے ایتھوپیا سے اچھے کاروباری تھے اور ان کو ہٹانے نکالنے سے ملک کے کاروبار پر برا اثر پڑتا جس کا اندازہ اس نے لگا لیا تھا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ اصول قائم کر لیا تھا۔ کہ پچھلے قابضین کو زمینوں سے بے دخل نہیں کیا تا کہ ان مقامی باشندوں کو جو صدیوں کا تجربہ ہے اس سے پورا پورا فائدہ

Marfat.com

اُٹھایا جائے اور لوگوں میں بھی اطمینان اور تحفظ کا احساس رہے تا کہ وہ دل سے کام کریں اس فراخدلانہ سلوک سے مفتوحین اچھی رعایا بنے بلکہ آخیر کار انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی!
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی!

۲۰۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ

اسلام سے پہلے اور اس کے بعد بھی بلکہ بہت سے ملکوں میں آج تک یہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ زمین جرنیلوں، اعلیٰ عہدیداروں اور دیگر بڑے لوگوں کو انعام میں جاگیر وغیرہ کے طور پر دے دی جاتی تھی اور ان کو کاشت کرنے والے کسانوں کی حالت غلاموں سے بدتر تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بااثر لوگوں کی شدید مخالفت کے باوجود اس لعنت کو ختم کر کے دم لیا۔ لوگ کہتے تھے کہ جو زمینیں ہم نے فتح کی ہیں وہ ہمیں دی جائیں، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمینیں حکومت کی ملکیت ہوں گی تا کہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کا فائدہ پہنچے اور آخر کار اپنے استدلال سے انہوں نے لوگوں کو راضی کرلیا کہ زمین سرکاری مملوکہ قرار دے دی جائیں۔ عربوں کو زمینداری اور کاشتکاری سے دور رکھا جائے تا کہ وہ بدستور سپاہ گری کے جوہر دکھاتے رہیں۔ جب تک زمینداری میں نہیں پڑے وہ برابر فتوحات سے سلطنت اسلامیہ کو وسعت دیتے رہے اور اسلام پھیلایا۔ زمین اس کے جوتنے والے کے پاس رہنے سے کسان کی حالت بھی سدھر گئی اور کاشتکاری کی ترقی سے محاصل کی آمدنی بھی بڑھ گئی اور ملک کو خوب فائدہ پہنچا۔

انگریزوں کی سلطنت اتنی وسیع تھی کہ اس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا مگر وہ ممالک جہاں لوگ پہلے سے اچھی طرح آباد تھے انگریز حکمران نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح وہاں کی زمین پر بدستور مقامی باشندوں کا قبضہ رہنے دیا۔ زمبابوے (روڈیشیا) اور جنوبی افریقہ میں کچھ انگریز زمینوں پر قابض ہوئے مگر وہ بعد میں ذلیل کر کے نکال دیئے گئے اور زمین چھوڑ گئے۔ یہی حال فرانسیسیوں کا الجیریا میں ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اندازہ اچھی طرح اپنے زمانے میں لگالیا تھا۔

Marfat.com

1940ء کی دہائی میں ہندوستان میں تحریک آزادی بڑے زوروں پر تھی، ہندوستان کے سوشلسٹ تقریریں کرتے تھے کہ ہندوستان کو آزاد کرا کر زمینداری اور جاگیرداری ختم کر دیں گے۔ پاکستان میں تو جاگیردار اور وڈیرے اب تک ختم نہ ہوئے مگر ہندوستان نے آزادی کے ساتھ ہی ان کا خاتمہ کر دیا، زمین کسانوں کو دے دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کاشتکار اپنے کام میں پوری پوری دلچسپی لینے لگا اور پیداوار بڑھ گئی۔ خوراک کا مسئلہ حل ہو گیا اور ملک خود کفیل بن گیا۔ پس دیکھا جائے کہ جو فراست کے کام دنیا آج کر رہی ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ چودہ سو سال پہلے کر گئے تھے۔ سبحان اللہ!

۲۱- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور جلاوطنی کی سزا کا دینا

یورپ والے بالخصوص انگریز جلاوطنی کی سزا بھی دیتے تھے انگلینڈ سے مجرموں کو آسٹریلیا، ہندوستان سے مجروں کو ''انڈے مین'' اور ''نکوبار'' کے جزائر میں جلاوطن کرتے تھے۔ کہا یہ جاتا تھا کہ بُرے لوگوں کو معاشرہ سے علیحدہ کر دو تو ان کے بُرے اثر سے معاشرہ بچ جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نکتہ کو بخوبی سمجھ لیا تھا لہٰذا انہوں نے جلاوطنی کی سزا ایجاد کی اور ابومحجن ثقفی کو بار بار شراب پینے کے جرم میں جلاوطن کر کے ایک جزیرہ میں بھیج دیا تھا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرب دنیا میں جیل خانے بھی پہلی مرتبہ بنائے تھے۔

۲۲- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ماہرین فن کی عزت افزائی

آج کل ترقی یافتہ دنیا میں یہ ہو رہا ہے کہ ذہین ماہرین کہیں سے بھی ملتے ہیں تو ان کو اپنے یہاں لے لیا جاتا ہے بے شمار یورپین امریکہ میں، بے شمار انگریز اور دیگر مغربی ماہرین جاپان میں کام کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ایک جگہ کی صنعت گری (TECHNIQUE) دوسری جگہ کام آ رہی ہے۔ صنعت گری کے حصول میں نہ مذہب نہ نسل کا خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان معاملوں میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ برتا اور ہر جگہ سے اچھی مہارت حاصل کی۔ اُنہوں نے شام کے عیسائیوں سے مذہبی اختلاف کے باوجود خزانہ اور دفتر کے جدا جدا محکمے قائم کرنے کی مثال اپنے

Marfat.com

یہاں لے لی اور جدا جدا دفتر بنائے۔ اسی طرح انہوں نے ''روزبہ'' نامی پارسی معمار کو جو مشہور زمانہ اُستاد تھا کوفہ سے مدنیہ میں بلا کر کام لیا اور اس کی بڑی قدردانی اور عزت افزائی کی۔

؎ حکمت کو اک گم شدہ لعل سمجھو
جہاں دیکھو اپنا اسے مال سمجھو

۲۳۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مفتوحہ ممالک کے لوگوں سے حسن سلوک:

فرانس نے الجیریا پر قبضہ کیا تو زبردستی وہاں کے باشندوں کی سرکاری زبان فرانسیسی کر دی۔ انگریزوں نے بھی اپنی نوآبادیات میں یہی کیا مگر دل نہ جیت سکے، اور ان کے خلاف مقامی لوگوں کی جدوجہد جاری رہی تا آنکہ ان کو نوآبادیات چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مسلمان جو ملک فتح کرے وہاں پر اسلام کی تبلیغ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے اچھے اعمال سے بھی کرتے اور مفتوحہ لوگوں کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کرتے کہ وہ خود بخود ان کے گرویدہ ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے۔

چہرہ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کا

چونکہ ان لوگوں نے دل سے اسلام قبول کیا لہٰذا آج تک اس پر قائم ہیں۔ بعض مرتبہ تو یہ بھی ہوا کہ مقامی نومسلموں نے اسلام کے لئے بڑی جدوجہد کی اور اسلام کو نہ صرف اپنے ملک میں برقرار رکھا بلکہ اور آگے پھیلایا۔

ہے عیاں فتنہ تارتار کے افسانے سے
پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

۲۴۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور واقفیت عامہ میں مہارت:

نائیجیریا کا فوج جنرل گوون جب چین گیا اور ماؤزے تنگ سے ملا تو اس کو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ ماؤ دنیا کے تمام ملکوں کے متعلق خاصی معلومات حاصل کئے ہوئے

Marfat.com

ہے۔ نائجیریا کے متعلق بھی کافی کچھ جانتا ہے۔ آج کل کے دوسرے اچھے لیڈروں کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اچھی حکومت (GOOD GOVERANCE) کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیگر ملکوں اور سلطنتوں کے حالات و انتظامات سے واقفیت ہو۔ وہ اس کے لئے معلومات حاصل کرتے تھے اور جو چیز ان کو پسند آتی تھی اس کو اپنے یہاں لے لیتے تھے۔ بہت سے معاملات مثلاً خراج، دفتر، رسد وغیرہ میں ایران اور شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔ ان قواعد میں جہاں کہیں نقص پایا اس کی اصلاح بھی کی۔ باہر کے آدمیوں کو بطور مشیر خاص کے بھی اپنے یہاں رکھتے تھے۔ یورپ کی قوموں خاص طور سے برطانیہ کے یہاں دیکھا جائے تو بہت سی باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت جیسی ملیں گی۔ جب انتظامیہ کے متعلق آج کل کوئی تحقیقی مقالہ (THESIS) لکھا جاتا ہے تو پچھلے انتظامی امور کا کافی جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ مقالہ نگار یا منتظم کا تخیل (CONCEPT) صحیح بیٹھ سکے۔ یہی طریقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اختیار کرتے تھے اور یہی وجہ ہے ان کے انتظام کا طریقہ کار آج بھی مثالی ہے۔

۲۵- پیکر فراست و حکمت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اپنی فراست اور اس کی بدولت انجام پانے والے کارنامے ایسے پائے کے تھے کہ مغربی ممالک کے تاریخ دانوں نے بھی ان کو تحسین کی نظر سے دیکھا۔ مہاتما گاندھی بھی دیگر بہت سے دانشوروں کی طرح ان کی خوبیوں کے مداح تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۸ء B.B.C (بی۔ بی۔ سی) کے پروگرام 'میزان (MEZAN) میں شرکت کرتے ہوئے ایک کٹر ہندو جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے دانشور نے کہا کہ حکومت کرنے اور پالیسی بنانے میں ہم اپنے پیشواؤں کی ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فراست اور دانائی کی بھی پیروی کریں گے۔

اغیار داد دیتے ہیں تیرے شعار کی
ایسی کہاں ہے مدح کسی تاجدار کی

Marfat.com

حال ہی امریکہ سے شائع ہونے والی ایک کتاب ''دنیا کی سو بڑی شخصیات'' میں مصنف نے ان کو دنیا کے سو آدمیوں میں سے ۵۱ نمبر (حالانکہ بات اس سے کہیں زیادہ اولیت کی حامل ہے) پر رکھا ہے اور ان کے کارناموں کو بڑا سراہا ہے۔ جس میں ان کا حضور ﷺ کی جان نشینی کا معاملہ طے کرنا بھی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دانشمندی، سوچ اور ہمت کا بڑوں بڑوں پر رعب تھا۔ لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ صاحب تدبّر لوگ بھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک مسئلہ بنے رہے، ان کے سامنے گردن جھکائے رہتے تھے۔

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی، کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری!

(اقبالؒ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اگر دس سال اور حکومت کر لیتے تو عین ممکن تھا آج دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اسلامی فتوحات کو تیزی دے گئے تھے وہ حقیقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی کئی سالوں تک جاری رہی اور سلطنت اسلامیہ مزید پھیل گئی مگر ایسا بھی لگتا کہ ان کے آخری دور میں اسلام دشمن قوتیں امت اسلامیہ کو اندر سے گھن لگا کر کمزور کرنے میں متحرک ہونے لگی تھیں۔

علمائے دین ان کے فقہ اور اجتہاد کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں فوجی ماہرین ان کی جنگی منصوبہ بندی دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ حقوق انسانی کے وہ بہت بڑے علم بردار تھے۔ آدمی تو کیا کتے کو بھی زندگی کا تحفظ دینا وہ اپنی ذمہ داری خیال کرتے تھے۔ انہوں نے یتیموں، بیواؤں اور لاوارثوں کے لئے جو کیا آج کی ترقی یافتہ اور مہذب دنیا اس کی مثال کم ہی فراہم کر سکے گی۔ یہ سب کچھ انہوں نے جس سادگی اور صاف ستھرے طور پر اپنا بھی کڑا محاسبہ کرتے ہوئے کیا۔ اس کی مثال تو مشکل سے ہی ملے گی۔ ایک مسلمان کو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سارے کارنامے، فتوحات اور اچھی حکومت

Marfat.com

سب کے سب اسلام کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے ایک سائنسی انداز سے انجام پائے۔ انہوں نے کبھی ایک قدم بھی اسلام کے دائرے سے باہر نہ نکلنے دیا۔ اسلام کو اس خوبی سے پھیلایا کہ ان کے ناقدین بھی اس معاملہ میں ان پر کوئی انگلی نہیں اُٹھا پاتے۔ سبحان اللہ!

ے تیرا جلال و جمال، مرد خدا کی دلیل!
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اچھے قد آور توانا آدمی تھے۔ دل اور دماغ اعلیٰ درجہ کے پائے تھے۔ واقفیت پسند اور ذہین آدمی تھے۔ اپنے زمانے کے اعتبار سے اچھے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کی خدمت کے لئے مرکوز کر دیا تھا اور وہ بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام کر گئے۔ انہوں نے عربوں کو اچھا لیڈر دیا۔ جس نے ان کی نفسیات اور سرشت کو پوری طرح سمجھتے ہوئے ان پر ایک نہایت موزوں طریقہ سے حکومت کی اور ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان سے ملک کی خوب خدمت کرائی۔ ان کا دور عربوں کے لئے اچھی حکومت کا دور تھا جو آج کل کی حکومتوں کے لئے بھی ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آج کل کی مغربی دنیا نے خاموشی سے ان کی بہت سی باتوں کو اپنا لیا ہے۔

ے زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

قارئین محترم! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اتنے بلند پایہ کارنامے کیسے انجام دیئے اور عربوں کو اتنی اچھی حکومت کیسے فراہم کی اس بات پر ہر ذی فہم کو غور کرنا پڑتا ہے۔ آج کل کے دور کے لیڈر مثلاً برطانیہ کے وزیر اعظم سر ونسٹن چرچل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مصنف بھی تھا، مفکر بھی تھا، مصور بھی تھا، مقرر بھی تھا، مدبر بھی تھا وغیرہ وغیرہ۔ ان خوبیوں کے لئے چرچل کی بڑی تعریف کی جاتی ہے اور انگریز قوم ان پر فخر کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اس طرح کی بے شمار خوبیاں تھیں گو کہ وہ چرچل جیسے تعلیم یافتہ نہ تھے

Marfat.com

اور ایک بنجر ریگستانی علاقہ سے اونٹ چراتے ہوئے زندگی کی ابتدا کی تھی۔ جس کے متعلق بہت سی کتابوں میں درج ہے جیسے کہ محمد حسین ہیکل کی کتاب "حضرت سیّدنا عمر فاروق" میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو دیکھ کر یہ سوال بھی ذہن میں اُٹھتا ہے کہ ایک شخص نے ایک ریگستانی علاقے میں رہتے ہوئے اس دور میں اتنے بڑے کام کیسے انجام دیئے ضرور ان میں سے کچھ فوق البشریٰ فراست اور سائنسی سوچ (SUPER HUMAN INTELLECT AND SCIENTIFIC THINKING) تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر وقت اپنی خلافت کی ذمہ داریوں میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ محو رہتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے دس سال کے عرصہ میں وہ کام انجام دیئے کہ عام حالات میں عام آدمی بیسیوں برس میں بھی اتنا کام نہیں کر سکتا دوسری بات یہ ہے کہ وہ ملت اسلامیہ اور بنی نوع انسان کی خدمت میں انتہائی درجہ کے مخلص تھے اور اس کے لئے اپنے خاندان اور اپنی ذات کو بھی پیچھے ڈالے ہوئے تھے۔ تیسری بات جو ان کے متعلق پڑھ کر محقق کے ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ پر بڑی سوچ بچار کرتے تھے، ان کے ذہن کے تمام خلئے غور وخوص کے ساتھ کام کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور ان کی فراست کو کئی گنا ابھار دیتے تھے۔ اس سے صحیح، عمدہ اور اعلیٰ فیصلے کرنے کی بہترین صلاحیت اور استعداد حاصل ہوتی تھی۔ وہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت میں غرق ہو کر رہ گئے تھے اور اسی وجہ سے وہ ایسے کام کر گئے جو ایک فوق البشر ہی کر سکتا ہے۔ ان کی فراست نے نہ صرف زندگی کے ہر شعبہ میں عمدہ کام کیا بلکہ دینی ڈھانچہ کو بھی اتنا مضبوط کر دیا کہ وہ تمام وقتی تغیرات اور مشکلات سے سر اوپر اٹھائے کامیابی سے گزرتا چلا جا رہا ہے۔

قارئین باتمکین! ان کی زندگی اور کارناموں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کی نظر میں اپنے دور میں ہی کھٹکنے لگے تھے۔ اسلامی مملکت ان کے زمانے میں جیسا کہ آج کل امریکہ ہے، اس عروج اور قوت کو پہنچ گئی تھی کہ کسی باہر کے دشمن کو اسے

Marfat.com

زیر کرنے کی طاقت اور ہمت نہ تھی، لہٰذا اسلام دشمن ٹولے اندرونی سازش کر کے اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے تھے۔ان کی شہادت اور مسلمانوں میں بعد کی افراتفری اور سازشیں اس بات کی جھلک فراہم کرتی ہیں۔مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا،فرقے پیدا کرنا، آپس میں لڑوانا، اسی سازش کا تسلسل آج تک چلا آرہا ہے۔

قارئین محترم! اسلام کے اس مایہ ناز قائد کو جس کا ہر ہر کام اسلام کے لئے تھا اور جس نے مسلمانوں کے لئے ہمت، محنت، خلوص، اور فراست سے اتنا کچھ کیا کہ ان کو تمام مسلمانوں سے وہ داد نہیں ملتی جن کے یہ مستحق ہیں۔اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے دشمن اس درخشاں ستارے کو پوری طرح چمکنے کا موقع نہیں دینا چاہتے۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(اقبالؒ)

(ماخوذ از ''فراستِ فاروقِ اعظمؓ (فکرِ جدید کے تناظر میں) ڈاکٹر سید حامد علی شاہ صاحب)

Marfat.com

سرورِ کائنات ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد

تمام اُمّت سے بہترین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں

ا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمدؒ بن حنفیہ نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہترین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اُن کے بعد کون شخص ہے بہترین اُمت ہے تو جواب دیا۔ کہ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے میں نے ازخود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہترین ہیں؟ تو (بطور تواضع) فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔

(صحیح بخاری ج اوّل ص ۵۱۸ باب مناقب ابی بکر۔ طبع دہلی۔ ابوداؤد جلد ثانی، ص ۲۸۸ طبع دہلی)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ محمد بن حنفیہ کی یہ روایت اہل السُّنّۃ کی کتابوں سے پیش کی گئی ہے۔ جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو فرمان دیتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کلمات خیر کے ساتھ یاد کیا کرو۔ ان کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو۔

(شیعہ روایات کے موافق) اس مرتضوی فرمان کا موقعہ اس طرح ہے کہ صفین کے مقام پر بروز چہارم کارزار (جنگ) جاری ہے۔ عبیداللہ بن عمر بن الخطاب محمد بن حنفیہ کے مقابلہ میں نکلا ہے تو ابن حنفیہ عبیداللہ کو اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سخت برے الفاظ کہنے لگے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن لیا۔ آپ نے ابن حنفیہ کو خطاب کر کے فرمایا:

Marfat.com

''اس کے باپ کو بُرائی کے کلمات سے مت یاد کرو اور صرف کلمات خیر ہی اُن کے حق میں کہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی بروایت نصر بن مزاحم۔ ج ۱ ص ۲۴۴۔طبع بیروت۔ تحت عنوان فی بعض شمائلہ وادعیتہ عند الحرب)۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بہتر کلمات اور ترحم وشفقت کے الفاظ کے حقدار ہیں۔ کسی مذمت و برائی کے الفاظ سے یاد کرنے کے قابل نہیں ہیں قوم کے بہترین بزرگ ہیں۔ دعائیہ الفاظ ہی ان کی شان کے مناسب ہیں۔

۲۔عبد خیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریمؐ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد سب سے بہتر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ جلد ۷ ص ۱۹۹ تذکرہ شعبہ بن حجاج الاستیعاب ابن عبد البرؒ ، تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج ۲، ص ۴۵۶۔ معہ اصابہ ابن حجر۔ طبع مصر)

۳۔حکم بن حجل کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا۔ میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا (جو اسّی (۸۰) درے ہوتی ہے)

(i. کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۱ (بحوالہ ابن ابی عاصم وخیثمہ فی فضائل الصحابہ۔ طبع اول دکن۔ ii۔ الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ، ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)

مندرجہ بالا روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے پر وعید شدید کی ہے اور سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ مندرجہ بالا تمام واقعات اور روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ ان بزرگان دین (ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ وغیرہم) کے درمیان باہمی مودّت ومحبت ہے، دوستی و آشنائی ہے۔ ہم آہنگی وہم نوائی ہے۔

شیخین حضرات رضی اللہ عنہما کا جنت میں سب سے پہلے داخلہ

۱۔حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس اُمت میں اوّل اوّل جنت میں داخل ہونے والے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ سے بھی

Marfat.com

قبل یہ حضرات جنت میں جائیں گے۔ (داخل ہوں گے)؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا ہے۔ اور رُوح کو تخلیق کیا ہے یقیناً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۶ھ بحوالہ ابی القاسم جلد اول ص ۶۸، ۲۶۷۔ طبع اول قدیم بریلی۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابن الجوزی القرشی، م ۵۹۷ھ باب الحادی والعشرون طبع مصر کتاب الکنیٰ والاسماء شیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی م ۳۱۰ھ طبع دکن)

۲- دوسری یہ چیز ہے۔

کہ یہ دونوں بزرگ (اُمت کے) پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ "عن علي بن الحسين عن علي رضی اللہ عنہ بن ابی طالب قال کنت مع رسول اللہ اذطلع ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا ن سیّدا کهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الا النبیّن والمرسلین یا عَلیّ لا تخبرهما"۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۲۶- باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ طبع لکھنؤ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مرفوعاً مندرجہ ذیل علماء حدیث نے اپنی اپنی سند کے ساتھ درج کی ہے۔ ۲- مسند امام احمد ج اول ص ۳۸۰- سنن ابن ماجہ۔ باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

۳- کتاب الکنیٰ جلد ثانی دولابی۔ ۴- مسند ابی یعلی۔ مسندات حضرت علی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۷۵- قلمی نسخہ درگاہ شریف پیر گوٹھ (سندھ) بخوف طوالت صرف حوالہ جات پر اکتفا

بحوالہ رحماء بینھم جلد دوم فاروقی ص ۹۵ تا ۹۷ از حضرت مولانا محمد نافع صاحب)

خلاصہ روایات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں سامنے سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام

Marfat.com

پختہ عمر کے جنتیوں کے یہ دونوں سردار ہوں گے (فی الحال) ان کو اس کی اطلاع نہ کرنا۔

معلوم ہوا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی شیخین رضی اللہ عنہما تمام اہل جنت کے (بغیر انبیاء کے) سردار ہوں گے۔

اور ان کی جنت میں دخول بھی تمام لوگوں سے پہلے ہوگا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات ہیں۔ حق وانصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی قدردانی کی جائے اور ان کو بہ دل وجان تسلیم کیا جائے۔ (ایضاً۔ ص ۹۷)

فاروقی وظیفہ کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مشورہ۔

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ المسلمین وامیر المؤمنین مقرر ہوئے تو ان کا سابقہ تجارت کا شغل متروک ہوگیا۔ ان کے وظیفہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشورہ ہوا۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

(ترجمہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ (وظیفہ) کے لئے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گذران تجارت کے ذریعہ تھی۔ تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔ اب بیت المال سے میرے لئے کیا کچھ لینا جائز ہے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچوں کے مصارف لے سکتے ہیں اور بس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ منظور کرلیا گیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے خرچہ خوراک ملتا تھا اور لباس کے لئے دو جوڑے، ایک گرمیوں کے لئے ایک سردیوں کے لئے ملتے تھے، سفری ضرورت کے لئے ایک اُونٹنی ان کے لئے مہیا کی جاتی تھی اور ایک خادم ان کو دیا جاتا تھا۔

Marfat.com

پس یہ کل منفعت تھی جو خلیفہ اسلام کو مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔

(طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، سیرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابن جوزی)

۲- اسلامی تاریخ (سنہ ہجری) کے متعلق مشورہ

۳- مفتوحہ زمین عراق کے متعلق ایک مشورہ

۴- شام کے مفتوحہ علاقہ "الجزیرہ" کے لوگوں پر جزیہ سے متعلق مشورہ

۵- علاقہ نہاوند کے لئے ایک مشورہ۔ ۶- غزوہ روم کے متعلق مشورہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہم مشوروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک کار رکھتے تھے، یہ باہمی اخلاص واعتماد کی روشن دلیل ہے۔

خلافت کا خدائی وعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا صادق ہونا عہد فاروقی میں بیان فرمایا ہے اور اپنی ذات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جماعت میں داخل کر کے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ ان کی یگانگت واتحاد کا نمونہ ہے۔ (ایضاً ص 153)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفاقت کے چند مزید واقعات

۱- بے تکلفی کا واقعہ: ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قیس بن عبادہ مدینہ میں حصول علم واخلاق کے لئے پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں ملبوس ہے۔ سر پر زلفیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب ہیں!

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ج ا ص ۱۲- ذکر علی بن ابی طالب۔ طبع حیدر آباد دکن)

تنویر مساجد پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعا دینا: علماء نے لکھا ہے کہ سن چودہ 14 ہجری میں حضرت سیدنا امیر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں تراویح کو ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز کیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ خلیفہ ابن خیاط نے ۱۴ھ کے تحت درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عشاء کے وقت مسجد پہنچے، دیکھا کہ روشنی کا

Marfat.com

انتظام ہے (لوگ مجتمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں) قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے۔
اس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ:
''اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن و منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو (قرآن کی رونق سے) روشن فرما دیا۔

(کتاب قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر۔ شیخ ابی عبداللہ محمد بن نصر المروزی، سیرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ابن جوزی ص۔۵۴-۵۵ ریاض النضرہ۔ محب الطبری ج اص ۲۷۰ تاریخ الخلفاء۔ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ابن عساکر۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۳۴-شرح نہج البلاغہ)

☆ ناظرین باتمکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح کی جماعت باقاعدگی سے 14ء سے شروع ہوئی ہے۔ پھر تمام اہل دین اور اہل اسلام نے اس کو ہمیشہ ہر سال جاری رکھا ہے۔ فاروقی اور عثمانی خلافت میں بھی یہ جماعت جاری رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی تراویح کی یہ جماعت جاری رہی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو پسند فرما کر جاری رکھا ہے۔ بند نہیں فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو دین کا کام دواماً جاری فرمایا تھا وہ دین تھا بدعت نہیں تھا وہ درست و صحیح تھا غلط نہیں تھا تب ہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے اس کو پسند فرمایا۔ اس کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دین کے اس کار خیر کو اپنے زمانہ اقتدار میں، اپنے دور حکومت میں، اپنی سلطنت میں جاری و ساری رکھا۔ ایسے کام جو خلفاء ثلاثہ (حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ) کے دور میں متفقاً و مجتمعاً جو مجتمعاً ہوتے رہے ہوں ان کو بدعت کہنا اور خلاف دین کہنا خود دین کے خلاف ہونا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت ان بزرگوں پر بدعات کے ارتکاب کی تہمت لگانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے غلط نظریات سے محفوظ فرمائے اور ان تمام بزرگوں کے ساتھ صحیح عقیدت اور اطاعت نصیب فرمائے۔ اور انہی کی طرح متفق و متحد رہنے کی توفیق بخشے۔

(رحماء بینہم۔ جلد دو فاروقی۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب ص 167-168)

Marfat.com

☆ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں اور اللہ کی قسم میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

۔ (کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۱) المستدرک۔ حاکم ج ۳ ص ۱۵۵)

☆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب وعشاء کے درمیان فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ (ان کی وفات پر) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ یہ سب حضرات تشریف لائے۔ جب نماز کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ پیش قدمی فرمائیں۔ آپ خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ تب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کیا گیا۔

(کنز العمال علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ ج ۶ ص 318۔ باب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم)

اُمّ کلثوم بنت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح

لوگوں میں یہ امر مسلّم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری کا قائم ہونا ایک آدمی کا لڑکی کا رشتہ دینا دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا ہے اور آپس میں رشتہ کر لینے کے بعد یہ برادرانہ رابطہ مضبوط تر ہو جایا کرتا ہے۔

اس تمدنی ونفسیاتی اصول کے تحت حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بخیر وخوبی اور رضامندی سے اپنی عزیزہ کا نکاح کر دیا۔ جبر واکراہ اور قہر وتشدد کی کوئی صورت نہیں پیش آئی۔

Marfat.com

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سردارِ دوعالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ فرمان بیان کیا جو انہوں نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا تھا۔ یعنی فرمان نبوت ہے کہ ''قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے مگر صرف میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری دلی آرزو ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلے کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

قارئین محترم! یہ مسئلہ حدیث، روایات اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے اور محدثین اور مورخین نے اس کو درج کیا ہے اس کے علاوہ یہ واقعہ علماء انساب و تراجم نے بھی اس رشتہ کو بالتفصیل و بالوضاحت تحریر کیا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''رحماء بینھم'' جلد دوم فاروقی از حضرت مولانا محمد نافع صاحب)

علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ بابرکت نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں منعقد ہوا تھا۔ اور اس کا مہر چالیس 40 ہزار درہم مقرر ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا متولد ہوا۔ ان کا نام زید تھا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام رقیہ تھا۔ جوان ہونے کے بعد ابراہیم بن نعیم النحام عدوی سے اس کی تزویج ہوئی۔ اور بعض مورخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی بھی ذکر کی ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہے۔

☆ زید بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جواں سال ہوئے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی عدی کے درمیان اتفاقاً لڑائی جھگڑا برپا ہوا رات کا وقت تھا زید بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما صلح و مصالحت کے قصد پر دونوں فریقوں کے درمیان عین لڑائی کے وقت چلے گئے۔ شب کی ظلمت وسیاہی میں غلطی سے ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ سر میں سخت زخم آیا جس سے جان بر نہ ہو سکے۔ چند یوم صاحب فراش رہے اور ان کی والدہ محترمہ (اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما) بھی اس دوران بیمار ہو گئیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ماں بیٹے دونوں کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس کی وفات پہلے ہوئی ہے اور کس کی بعد میں ہوئی۔

Marfat.com

علماء فرماتے ہیں کہ یہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کہ ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا جا سکتا۔

پھر یہ دونوں جنازے بہ یک وقت اُٹھائے گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان جنازوں کی امامت کے فرائض عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے سرانجام دیئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص اموی امیر مدینہ تھے اُنہوں کے امامت کرائی۔ حسنین شریفین رضی اللہ عنہما اس وقت مقتدیوں کی صف میں موجود تھے۔ اور زید بن عمر رضی اللہ عنہما کے جنازہ کو امام نماز کے قریب رکھا گیا۔ اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے جنازہ کو امام سے دور کعبہ کی جانب رکھا گیا۔ اس کیفیت کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی۔ مورخ اسلام علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد سوم تذکرہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے آخر میں، ج ۳، ص ۳۴۰ پر لکھا ہے کہ:

ترجمہ: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں یہ واقعہ پیش آیا''۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۸۰ ج دوم تحت احوال مساجد)

حضرت علامہ مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں...... رشتہ ہذا کی صحت اور درستگی میں کچھ شبہ واشتباہ نہیں رہا۔ اہل السنۃ والجماعت کی روایات کے اعتبار سے مسلم ہے۔ شیعہ احباب کی مرویات سے تصدیق شدہ ہے تاریخ اسلامی کی بیان کردہ ایک حقیقت ہے۔ علماء انساب وتراجم کا یک مسلمہ مسئلہ ہے۔

اندریں حالات سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان نسبی روابط کے اعتبار سے مندرجہ ذیل نسبتیں قائم ہیں۔ یعنی

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کے داماد ہیں۔

۲- اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خُسر ہیں۔

۳- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خوشدامن (ساس) ہیں۔

۴- اور سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ وسیّدنا حسین رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے برادر نسبتی

Marfat.com

ہیں۔

۵- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے بہنوئی ہیں۔

۶- اور زینب دختر علی رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خواہر نسبتی ہیں۔

۷- زید پسر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور رقیہ دختر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔

۸- امام حسن و امام حسین و امام محمد بن حنفیہ (صاحبزادگان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے لیے زید ورقیہ بھانجے ہیں۔

۹- اور حسنین شریفین رضی اللہ عنہما زید بن عمر رضی اللہ عنہما اور رقیہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے ماموں ہیں۔

۱۰- سردار دو عالم آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنت البنت (یعنی نواسی) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

اسلامی روایات و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین اس رشتہ داری کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر اپنی خواہر اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور باہمی کوئی انقباض اور نفرت نہ تھی۔

چنانچہ کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس نوعیت کا واقعہ درج ہے۔

(ترجمہ) ''یعنی محمد بن حنفیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے اور میں اپنی بہن اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے (شفقت سے) مجھے گلے لگا لیا۔ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمانے لگے اے اُمّ کلثوم! اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا''۔

(کنز العمال بحوالہ (ابن عساکر) ج ۷ ص ۸۸ طبع اول دکن)

Marfat.com

فاروقی انتقال کی پیشگوئی خواب کی صورت میں:

علامہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے اپنی مسند حُمیدی اور امام احمد نے مسند امام احمد میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ اس میں ایک فاروقی خواب کا ذکر ہے جس کی تعبیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس نے بیان کی کہ یہ موت کی طرف اشارہ ہے اور ایک عجمی شخص ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔

(ترجمہ عبارت) ''حاصل یہ ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد وثنا کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرمایا۔ پھر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب آ گئی ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک سرخ مرغا ہے اس نے میرے شکم میں دو تین بار اپنی چونچ سے ٹھونگے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسماء بنت عمیس (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ عجم کا ایک آدمی تجھے قتل کر دے گا..........

''روایت کنندہ کہتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہارشنبہ یعنی بدھ کو ان پر یہ مصیبت پہنچی''۔

(مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۵ ۔ مطبوعہ مصر۔ مسند حمیدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۷ ۔ طبع مجلس علمی کراچی)

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام و ہجرت و خلافت و دیانتداری کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت

جب خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر مغیرہ بن شعبہ کے عجمی و مجوسی غلام (ابولؤلؤ فیروز نامی) نے ذوالحجہ ۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں قاتلانہ حملہ کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مسجد سے اُٹھا کر ان کے مکان پر لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ تین روز زندہ رہے ہیں پھر یکم محرم ۲۴ھ کو انتقال ہوا۔

Marfat.com

اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مختلف اوقات میں اپنے خلیفہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فکر آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے حق میں پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور ان کی تسلی و تشفی کے لئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا بیان ذکر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔

(ترجمہ عبارت) ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جبکہ ان پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور کہنے لگے کہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (مسلمانوں کے لئے) باعث عزت ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سراسر عدل تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب و ہم نشین تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے رضا مندی کی حالت میں انتقال فرمایا۔ پھر آپ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے وہ بھی رضا مند ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے رخصت ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ستائے۔ پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ہم اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ (آپ توقف و تردّد نہ کریں)''۔

ناظرین کرام کو معلوم رہے کہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آخری اوقات میں جا کر جنت کی خوشخبری سنانے کے اس واقعہ کو (بہ تفاوت الفاظ) علامہ الزجاجی نے میمون بن مہران کے ذریعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (کتاب الامالی، ص ۱۰۵ لابی القاسم عبدالرحمن بن اسحق الزجاجی المتوفی ۳۴۰ھ، طبع اول مصری)

یہاں پر واضح ہو کہ جس طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر

Marfat.com

رضا مندی کو گواہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دی ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رضا مند ہونے کی گواہی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ومندرج ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

(ترجمہ) ''یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا درآں حالیکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راضی وخوش تھے''۔

(بخاری شریف ج ا ص ۵۲۵- مناقب علی رضی اللہ عنہ۔ طبع نور محمدی دہلی)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کمال اظہار ہمدردی

(ترجمہ عبارت) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام باقر علیہ الرحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبر شریف کے درمیان بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھا کرتے تھے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو اُنہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضا مند ہو؟ یا تمہاری رضا مندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ وغیر صحابہ پر گریہ طاری ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز نہیں! ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو زندگی دے دی جائے اور ان کی حیات دراز ہو''۔

(حلیۃ الاولیاء۔ ابی نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۹۹- تذکرہ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔ طبع مصر المصنف۔ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۱-۵۲ ج ۶ طبع بیروت اور ص ۳۵۷ ج ۱۰)

فاروق اعظم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنت کی بشارت دینا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تائید کرنا

ترجمہ: ابو مطر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجوسی غلام ابولؤلؤ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا تھا تو میں عمر بن

Marfat.com

الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رو رہے تھے میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟ اس وجہ سے روتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شمار دفعہ سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ، آپ اس بشارت کے گواہ ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں گواہ ہوں اور اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔

(کنز العمال (بحوالہ ابن عساکر) ج ۶ ص 364۔ باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ طبع قدیم۔ دکن)

مجلس شوریٰ کا انتخاب اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شرکت

جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات آ گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو آپ نے متعدد وصایا فرمائے اور اقارب واجانب کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس موقع کی ایک مشہور وصیت ہے جو سُنّی و شیعہ سب علماء نے اپنے اپنے موقع پر درج کی ہے وہ اسلام کی خلافت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے تجویز فرمائی تھی۔

یعنی اہل اسلام کے اکابر حضرات میں سے چھ 6 نفر کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ ان چھ 6 بزرگوں (حضرت عثمان[1] بن عفان، حضرت علی[2] ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، الزبیر رضی اللہ عنہ[3]، طلحہ رضی اللہ عنہ[4]، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ[5] بن عوف، سعد بن[6] ابی وقاص) میں سے جس ہستی پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المؤمنین تسلیم کر لیا جائے اور یہ فیصلہ تین روز کے اندر مکمل کیا جائے۔

اور ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب کی مصلحت وحکمت خود ہی ساتھ بیان فرما دی کہ ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم سے رضا مند ہو کر رخصت

Marfat.com

ہوئے تھے اس وجہ سے ان کو باقی لوگوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔
اس شش گانہ انتخاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شامل وشریک رکھا گیا جیسا کہ تمام حوالہ جات میں تصریح موجود ہے۔
(ترجمہ عبارت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
''خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان چھ نفر کے سپرد کر دیا ہے اور ان کے حق میں وصیت کر دی ہے جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انتقال کے وقت راضی وخوش تھے۔ ان میں سے جس پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے وہ عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں''۔
(مسند حمیدی، بخاری شریف، مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، مسند ابی یعلیٰ (قلمی) السنن الکبریٰ، انساب الاشراف للبلاذری، البدایہ والنہایہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تفصیل دحوالہ رحماء بینہم جلد دوم فاروقی از حضرت علامہ مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ ص 280 لاہور)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا انتظام کرنا

طبقات ابن سعد باب عمر رضی اللہ عنہ میں جہاں وصایا عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہیں وہاں لکھا ہے:
(ترجمہ) ''یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر خصوصی وصیت کی اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ (خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک) لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۴۶)
اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری وصایا جہاں فرمائی ہیں وہاں ان چھ حضرات کو قسم دلا کر تقویٰ کی اور عدل وانصاف کرنے کی تاکید کی''۔ (بلاذری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حق میں قدردانی کے کلمات

(ترجمہ عبارت) ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (انتقال فاروقی کے بعد) میں لوگوں میں موجود تھا۔ لوگ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گرد

Marfat.com

اظہار تاسف کے لئے جمع تھے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو چار پائی پر رکھا گیا تھا اس وقت میری پشت کی طرف سے آ کر میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں اُمید اور توقع رکھتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے کے دونوں ساتھیوں (نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اور معیت میں کر دے گا اور ان سے ملا دے گا۔ اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السلام سے سنتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اس طرح کام کیا اور میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما خارج ہوئے، میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما چل پڑے''۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، کنز العمال بحوالہ رحماء بینہم جلد دوم فاروقی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اعمالنامے پر اظہار رشک کرنا

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، نماز جنازہ کے لئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی میت مبارک کو لا کر رکھا گیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام اہل اسلام کے سامنے صفوں کے روبرو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان واسلام کی گواہی دی اور رشک کا اظہار فرمایا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دیانت وصداقت کے حق میں ایسی قیمتی شہادت اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں جیسی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پیش کی۔

گویا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام زندگی پاکدامنی اور بے عیبی کو ایک مختصر جملہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنی کمال عقیدت کا اظہار کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو ''مسجی'' والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بہت سے محدثین وفقہاء ومورخین سنی وشیعہ نے اس روایت کو اپنے اپنے اسانید کے ساتھ درج کیا ہے۔

Marfat.com

کتاب الاثار امام ابویوسف میں مذکور ہے: (ترجمہ)

''امام محمد و امام ابویوسف نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نعش پر حاضر ہو کر فرمایا کہ اس کفن پوش سے بہترین میرے نزدیک کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں جیسا کہ اس کا اعمالنامہ ہے میرا بھی اعمال نامہ ویسا ہی ہو''۔

(کتاب الاثار، امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۱۵ رقم ۹۵۲ طبع مصر۔ کتاب الاثار امام محمد، ص ۱۴۶۔ باب فضائل الصحابہ۔ طبع لکھنو بحوالہ تفصیل رحماء بینھم جلد دوم فاروقی ص 285)

دفن فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شامل وشریک ہونا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے بعد دفن کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بمع دیگر احباب کے قبر میں اُتارنے کے لئے قبر میں خود اُترے ہیں اور اپنے دیرینہ دوست کے حق میں دوستی کا حق آخری دم تک ادا کیا۔ یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں شامل وشریک کار رہے۔

(صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے حسب وصیت فاروقی جنازہ پڑھایا) اس کے بعد (روضہ نبوی میں) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قبر میں اُتارنے کے لئے اہل الشوریٰ حضرات عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ و عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک عمل ہوئے سوا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے وہ اس وقت غائب تھے (مدینہ میں موجود نہ تھے) (ابن جریر طبری، ابن اثیر جزری، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ایضا)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابوحفص (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) پر اللہ رحم فرمائے اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے۔ یتیموں کے ماویٰ اور جائے پناہ تھے۔ احسان کرنے میں

Marfat.com

انتہا کو پہنچے والے تھے ایمان کے مرکز تھے ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔ راست کار وراست باز لوگوں کے لئے جائے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لئے قائم رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی۔ جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو"۔

(مروج الذھب، المسعودی۔ ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں مخالفت نہ تھی

محب الطبری نے "ریاض النضرہ" میں ابن السمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

(ترجمہ) "حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کبھی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کسی کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تبدیلی کر دی ہو"۔ (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۸۵ ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ج ا ص ۱۰۷ بحوالہ رحماء بینہم جلد دوم فاروقی ص ۳۲۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محمد بن حنفیہ کا سوال پھر ان کا جواب

(ترجمہ) "محمد بن حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین امت کون شخص ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں! میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون بہترین ہے؟ فرمایا پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ذکر کریں میں نے کہا کہ پھر آپ سب سے بہتر ہیں؟ جواباً فرمایا کہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان

Marfat.com

ہوں..........الخ“۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۸ ج ۲ ص ۴۸۸) ابوداؤد شریف،
حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی ج ۵ ص ۷۸، کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۶،۳۷۰)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عمل سے اولاد علی رضی اللہ عنہ کا مسائل فقہی میں استدلال کرنا

ابن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب ”المعارف“ باب خلافت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں واقعہ ھذا نقل کیا ہے: (ترجمہ) ابومحمد عبداللہ محض بن حسن مثنی بن امام حسن رضی اللہ عنہ بہترین بزرگ تھے ایک دفعہ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ ہاں مسح کرتا ہوں اور (استدلالا) کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسح کرتے تھے اور جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دلیل بنایا اُس نے مضبوط سند اختیار کی“۔

(المعارف لابن قتیبہ دینوری ص ۹۳۔ باب خلافۃ علی المرتضی رضی اللہ عنہ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف میں مرفوع روایت منقول ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فرمایا تیرا غضب دینی حمیت ہے اور تیرا رضامند ہونا پسندیدہ حکم ہے“۔ (اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی ص ۹۷ ج اطبع لیدن یورپ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قدر نزدیک تھے جس قدر اب قریب ہیں

مسند امام احمد مسندات ذی الیدین جلد چہارم میں مروی ہے کہ (ترجمہ) ”ایک شخص نے زین العابدین رضی اللہ عنہ (علی رضی اللہ عنہ بن الحسین رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات ان کو یہی تقرب نصیب تھا۔ (مسند امام احمد ص ۷۷ ج ۴، سیرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابن جوزی ص ۳۳/۳۴، تہذیب

Marfat.com

التہذیب ابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۳۰۶ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف اور ان پر طعن کرنے والوں کو رد

حضرت مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں کہ اہل علم کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ''حلیۃ الاولیا'' ابونعیم اصفہانی جلد ثالث تذکرہ زین العابدین میں زین العابدین سے ایک مفصل روایت مروی ہے اس میں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں عراقی معترضین وطاعنین کا قرآنی آیات سے استدلال کر کے خوب رد کیا ہے اور اس بات کی شہادت اور گواہی دی ہے کہ تم ایسے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں ہو جن کے حق میں قرآن مجید تعلیم دیتا ہے کہ خدا سے ان کی مغفرت طلب کی جائے (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ......الخ)

آخر کلام میں ان کے لئے بددعا کی اور اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیا''۔

قال اخرجوا فعل اللہ بکم

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۷ تذکرہ علی بن حسین طبع مصر)

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن بکار کے حوالہ سے عراقی معترضین کے حق میں زین العابدین کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں (ترجمہ)

یعنی زین العابدین نے عراقی طاعنین کو حکم دیا کہ ہمارے ہاں سے اٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہ دیں اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہل اسلام سے نہیں ہو (البدایہ، جلد ۹ ص ۱۰۷۔ تحت تذکرہ علی بن الحسین)

☆ اس کے بعد زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی لڑکے اور محمد باقر کے حقیقی بھائی امام زید بن زین العابدین کا بیان لکھا جاتا ہے (ترجمہ) ''یعنی یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت وعملی زندگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا''۔ (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۷۵)

Marfat.com

اسی وجہ سے حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ مذکور فرمایا کرتے تھے کہ (ترجمہ) ''ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے تبری و برائت کرنا بعینہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیزاری اختیار کرنا ہے''۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ابن جوزی ص ۳۲-۳۳ طبع مصری۔ ریاض النضرہ ج ا ص ۵۸)

جو شخص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سنتِ نبوی سے جاہل ہے

''حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (ترجمہ) ''جو شخص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہے''۔ (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی ج ۳ ص ۱۸۵- ریاض النضرہ ج ا ص ۵۷)

سیّدنا محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں۔ کے ساتھ محبت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

''جابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ...... تم اہل بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موا ا ات اور محبت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں''۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۶ طبع لیدن یورپ)

جو لوگ شیخین رضی اللہ عنہما (ابو بکر الصدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بیزاری و تبری اختیار کریں ان سے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ بے زار ہیں

ا- شعبہ خیاط کہتا ہے کہ جب میں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرنے گیا تو آپ نے (مجھے بطور وصیت) فرمایا کہ میری طرف سے اہل کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ سے بیزاری کرتا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۸۵- ریاض النضرۃ۔ ج ا ص ۵۸)

Marfat.com

۲- حضرت محمد باقر نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کمی بیشی (اور طعن و تشنیع) کرتے ہیں۔ (مزید برآں) یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ میں ان سے بری و بیزار ہوں۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خونریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر و عمر کے لئے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحم و دعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں (کے مقام) سے غافل ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء اصفہانی ج ۳ ص ۱۷۸ تذکرہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ۔ ریاض النضرہ۔ ج ۱ ص ۵۸ باب ۵)

۳- یعنی دار قطنی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تخریج کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابو جعفر امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ترحم کے کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ یہ سن کر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے تبری و بیزاری کیا کرتے ہیں۔ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) رب کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیّدنا باقر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تزویج ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی دختر اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہل عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔

(الصواعق المحرقہ ص ۲۸ فصل ۵ المناقب الامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ج ۲ ص ۱۶۵، المناقب للکردی ص ۱۱ ج ۲)

Marfat.com

جو شیخین رضی اللہ عنہما (ابوبکر وعمر) کے ساتھ تولّی ودوستی نہ کرے اس کو شفاعۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ نصیب ہو

''یعنی سالم کہتا ہے کہ سیدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے (جد اور نانا ہیں) کوئی شخص اپنے اجداد کو گالی دیتا ہے؟ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ سے تولی اور دوستی نہ رکھوں اور میں اُن کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کروں''۔ (سیرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ 'ابن جوزی ص ۳۲ کتاب السنۃ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۷)

حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہ امام عادل تھے۔حق پرست تھے تازیست حق پر قائم رہے، قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو

''ایک شخص نے جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ (تمام اہل اسلام) کے امام تھے، عدل و انصاف کرنے والے تھے، حق بات پر قائم رہے، حق پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ (کتاب ''احقاق الحق'' قاضی نور اللہ شوستری شیعی ج ۱ ص ۱۲ طبع مصر قدیم وص ۷ جلد اول طبع جدید طہرانی معہ تعلیقات نجفی)

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تولی ودوستی رکھتے تھے، ان کی قبر پر جا کر سلام مسنون کہتے تھے

''جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے جس وقت سید الاولین والآخرین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر صلوۃ وسلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے''۔

(کتاب الشافی، ص ۲۳۸، طبع قدیم مع تلخیص الشافی از سید مرتضیٰ الشیعی۔شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ج ۴ ص ۱۴۰)

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں

مشہور شیعہ مؤرخ ابن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفی ۲۵۸ھ یا ۲۵۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارھویں نمبر پر عمر بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

''وکان له من الولد الذکور اربعة عشرا ذکرًا الحسن والحسین و محسن مات صغیر اً اُمھم فاطمه بنت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم و عمر اُمُّهٗ ام حبیب بنت ربیعه البکریة......الخ

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۳۔ تحت حالات علی المرتضیٰ طبع جدید بیروت)

۲۔ شیعہ کے مسلّم مجتہد علامہ ''الشیخ المفید (محمد بن محمد بن النعمان) متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف ''الارشاد'' ''باب ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ کی مذکر و مونث اولاد ستائیس عدد نام بنام درج کی ہے۔ الحسن والحسین ...... اور چھٹے و ساتویں نمبر پر عمر اور اس کی بہنیں رقیہ کو جو اس کی توام ہے (یعنی جڑواں پیدا ہوئی ہے) لکھا ہے: وعمر ورقیة کانا توامین...... الخ طہرانی۔ باب ذکر اولاد علی علیہ السلام)

(ارشاد شیخ مفید ص ۱۶۸۔۱۶۷ طبع جدید)

۳۔ شیعہ کے مشہور و معروف منقبت گو و تراجم نویس فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب ''کشف الغمہ فی معرفة الائمہ'' (جو ۶۸۷ ہجری کی تصنیف ہے) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد شریف کے ذکر میں ۱۴ عدد صاحبزادے اور انیس عدد لڑکیاں تحریر کی ہیں وہاں شمار میں تیرہویں نمبر عمر بن علی رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔

(کشف الغمہ فی معرفة الائمہ، جلد اول ص ۵۹۰ مع ترجمہ، المناقب فارسی، طبع جدید تبریز طہران)

تمام مندرجہ بالا حوالہ جات کا خلاصہ و حاصل یہ ہے کہ

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ایک صاحبزادہ کا نام عمر ہے۔

Marfat.com

۲- اس کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کا لقب الاطرف ہے۔

۳- یہ اپنی حقیقی بہن رقیہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ توام (یعنی جڑاواں) پیدا ہوا تھا۔

۴- ان دونوں (عمر و رقیہ) کی ماں کا نام الصہباء الثعلبیہ البکریہ ہے جو صدیقی خلافت میں قبیلہ بنی تغلب کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ اس کی کنیت ام حبیب بنت ربیعہ ہے (یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطیہ تھا۔)

۵- صاحبزادہ عمر بن علی بڑا فصیح اللسان اور طبعاً سخی مرد تھا۔

۶- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے صاحبزادوں میں سب سے آخر میں اس کی وفات ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں

۱- شیعہ کے معتبر مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوبی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حسن کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور تیسرے لڑکے کا نام عمر ہے۔ (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۸)

۲- شیخ مفید نے اور اس طرح شیعہ فاضل اربلی نے ''کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن کے حالات کے لئے الگ فصل قائم کیا ہے۔ وہاں امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن درج کیا ہے اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی لکھا ہے۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۱۷۶ باب ذکر ولد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ۔ کشف الغمہ ج ۲، ص ۱۵۸ طبع ایرانی)

حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی امام زین العابدین علی بن الحسین کی اولاد میں جاری ہے

۱- اصول کافی کتاب الحجہ باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ میں محمد بن یعقوب کلینی رازی نے ایک تعزیت کا واقعہ درج کیا ہے۔ اس میں عمر بن علی

Marfat.com

بن الحسین کا ذکر موجود ہے۔

(ترجمہ عبارت) یعنی عبد اللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی دوہتے (نواسے) کی تعزیت کرنے کے لئے آئے خدیجہ کے پاس عبد اللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے۔ اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں بیٹھی تھیں اُس وقت ہم نے تعزیت کی...... الخ

(اصول کافی کتاب الحجہ ص ۲۲۵۔ طبع لکھنو نول کشور)

۲۔ چودھویں صدی کے مشہور و معروف شیعی مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی معتبر و مستند کتاب "منتہی الآمال" جلد دوم باب ۶ فصل ۷ میں امام زین العابدین کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ

"...... زید و عمر از ام ولد دیگر...... الخ"۔

یعنی زین العابدین کے دو بیٹے زید و عمر ام ولد سے تھے...... الخ۔

(کتاب "منتہی الآمال" ج ۲ ص ۴۳، ۴۵، ۴۶ ذکر اولاد زین العابدین)

ولا کی ہے تو شان جان وفا ہے
تو فردوس والوں کا روشن دیا ہے
ترے سارے دشمن ہیں لاریب ارذل
ہیں سب قابل ناز فاروق اعظم

Marfat.com

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور فقہ کی خدمت

عملی زندگی میں زیادہ تر فقہ سے کام پڑتا ہے، خصوصاً فاروقی عہد میں اسلامی تمدن کی ترقی سے صدہا نئے مسائل پیدا ہوئے، اس لئے اس زمانہ میں علم فقہ کی بڑی ترقی و اشاعت ہوئی، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ فقہ کی تکمیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ خود لوگوں کو فقہی مسائل بتاتے تھے، خطبوں اور تقریروں میں بیان کرتے تھے، فقہی مسائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں پیش کر کے طے کراتے تھے، اضلاع کے حکام اور افسروں کو فقہی احکام لکھ کر بھیجتے تھے، یہ احکام آج بھی تاریخوں میں موجود ہیں۔ اسلامی حکام انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مذہبی معلم بھی ہوتے تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے تقرر میں تفقہ کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''میں نے افسروں کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو مسائل اور احکام بتائیں۔

(کتاب الخراج ص۔ ۶۷، بحوالہ تاریخ اسلام)

عمال اور حکام کے علاوہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے لئے تمام ممالک محروسہ میں مستقل فقہاء اور معلم مقرر کئے، صرف بصرہ میں دس صحابہ کو اس کام کے لئے بھیجا تھا۔

(اسد الغابہ ترجمہ عبدالرحمٰن بن معقل)

''ابن جوزی'' کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء کی تنخواہیں بھی مقرر تھیں، غرض فاروقی عہد میں تعلیم کا نہایت مکمل انتظام تھا۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ ''فاروق اعظم کا فقہی اجتہاد'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ ''ہمارے

Marfat.com

ہاں خصوصاً انگریزی داں طبقے میں (بے خبری بے اعتنائی اور غیروں کے نظام و نصاب تعلیم کے غلبے کی وجہ سے) اسلامی فقہ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں لیکن جن لوگوں نے اس موضوع پر غائر نظر ڈال کر دیانت دارانہ مطالعہ و تجزیہ کی کوشش کی ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ فقہ مسلمانوں کی اجتہادی اور قانونی غور و فکر کا عظیم الشان سرمایہ اور کارنامہ ہے۔

☆ بعض لوگ اسے ''رومن لا'' سے ماخوذ بتا کر اپنی بے بصیرتی کا ثبوت دیتے ہیں۔ حالانکہ بالکل ظاہر ہے کہ اسلامی فقہ کا مزاج ایک دوسرے سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اگر ایک غیر مساواتی (امراء اشراف اور ان کے غلاموں میں فرق کرنے والا) ہے تو دوسرا حد درجہ مساواتی عادلانہ اور انسان دوست تمیز بندہ و آقا سے بلند، عرب و عجم کے لئے یکساں اور زمان و مکان ارضی کی قید سے آزاد ہے اصلی وجہ یہ ہے کہ جہاں ایک کی بنیاد انسانوں نے رکھی ہے وہاں دوسرا اصلاً الٰہی قانون ہے۔

☆ جدید دور کے بعض مغربی ماہرین نے اس کی توثیق کی ہے کہ اسلام کا قانون (فقہ) مستقل بالذات مختص النوع اور اپنے مخصوص مزاج پر قائم ہے۔ اس کے ماخذ الہامی ہیں۔ کتاب و سنت اس کے اولین تعمیری و ترکیبی عناصر ہیں اور فقہی مذاہب اربعہ کی بنیاد انہیں اصولوں پر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جن برگزیدہ شخصیتوں نے فقہ اسلامی کی اصولی اجتہادی بنیادیں قائم کیں اور بدلتے ہوئے حالات میں قرآن و سنت کے اصولی احکام سے استنباط و استخراج کر کے مہتم بالشان فیصلے کئے ان میں حضرت عمر فاروق کا درجہ نہایت بلند ہے، حقیقت یہ ہے کہ آج تک دنیا میں (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد) ان سے بڑا قانونی ماہر و مفکر کوئی پیدا نہیں ہوا۔

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق گو اور مصیب (یعنی اصابت رائے والا) کا خطاب دیا تھا۔ کیونکہ ان کی متعدد آراء کی وحی الٰہی کے ذریعے تائید ہوئی جس کے

Marfat.com

معنی یہ ہیں کہ یہ نورِ شمع نبوت سے حاصل ہوا اور یہ قرآن اور سرورِ کائنات ﷺ ہی کا سرچشمہ تھا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت فیض یاب ہوئی اور یہ شرف فاروق اعظمؓ ہی کو حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں ''صائب الرائی'' کا خطاب عطا کیا۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کی شان یہ ہے کہ وہ قیاس کرتے وقت احکام سابقہ کے ظاہر کو نہ دیکھتے تھے بلکہ انکی علت اور غایت اور چھپی ہوئی حکمت تک پہنچتے تھے ...... یہ ان کی فقہی بصیرت تھی کہ وہ مصالح عامہ میں انسانوں کے مابین عدل کے ظاہری تقاضوں کی بجا آوری کے علاوہ نفس انسانی کے چھپے ہوئے دواعی کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ان کی نظر میں قانون طبقات آنام میں تعدیل و مساوات پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ضرورتوں اور حاجتوں کا کفیل ہوتا ہے۔ تنگی کے بجائے آسانی پیدا کرتا ہے۔ اور اس تکلیف سے انسان کو بچاتا ہے جو مالا یطاق ہو۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کی فہرست طویل ہے۔ یہاں ایک مثال کافی ہوگی ان کے بعض فیصلے اس اصول پر ہوئے کہ انسانی مجبوری و اضطرار کی حالت میں بعض احکام ساقط کئے جاسکتے ہیں۔

☆ عام الرمادہ میں یعنی شدید قحط کے ایک سال میں جب لوگ بھوک سے مر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا موقوف کردی تھی کیونکہ اس وقت چوری کا ارتکاب بامر مجبوری ہو رہا تھا۔ اسی ایک فیصلے سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی حکمت شناسی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اجتہاد یہ تھا کہ عراق اور مصر کی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کی مخالفت فرمادی۔ اس سلسلے میں مجاہدین کا موقف نصوص کے ظاہری مفہوم کے مطابق تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں فتوحات کے نتیجے میں حاصل شدہ املاک کسی ایک شخص یا ایک گروہ مجاہدین کے لئے مخصوص کرنے کے بجائے ان کا ملت کے اجتماعی مقاصد کے لئے وقف ہونا مناسب تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسے فئی (نہ کہ مالِ

Marfat.com

غنیمت) قرار دے کر ان اراضی کا مالک بیت المال کو قرار دے دیا اور ان سے پوری ملت نے فائدہ اٹھایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجتماعی مقاصد انفرادی یا گروہی مقاصد پر ہر طرح افضلیت رکھتے تھے۔ فتح عراق کے بعد اراضی کی تقسیم کے سلسلے میں بہت سے صحابہ کے برعکس ان کا الگ موقف اسی اصول کی تائید کرتا ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور معرکہ آراء اور دور رس اجتہاد وہ تھا جو آپ نے مؤلفۃ القلوب کے سلسلے میں کیا۔ اُنہوں نے بیت المال سے ان کا مخصوص حصہ بند کر دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب تک اسلام کی اشاعت عام نہ ہوئی تھی۔ اور اس کا سلسلہ قوی نہ ہوا تھا۔ اسی قسم کی امداد میں مصلحت تھی۔ لیکن جب اسلام پھیل گیا اور ایک قوت بن گیا تو تالیف قلب کے اس طریقے کو جاری کرنے کا مطلب بجز اس کے کیا ہو سکتا تھا کہ قبول اسلام کو دوامی طور سے ایسی ترغیبوں سے وابستہ کر دیا جائے جن میں مال کی محبت کا شائبہ نکلتا ہو۔ اصول اس سلسلے میں یہ تھا کہ حالات کے بدلنے سے بعض احکام کی صورتیں بدل جاتی ہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر کے دنیا کے سامنے ایک ایسی مثال پیش کی جس کی حکمت کا آج برملا ہر جگہ اعتراف کیا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء پر مبنی وہ فقہی مسلک قائم ہوا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زیر اثر عراق میں اہل القیاس کے نام سے رائج ہوا۔ لیکن اس سے یہ رائے قائم نہیں کرنی چاہیے کہ وہ قرآن و سنت سے کسی طور انحراف کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں قرآن و سنت کا صحیح فہم و ادراک حاصل تھا اور انہیں ان کے اسرار و غوامض کے بارے میں اتنی خداداد بصیرت حاصل تھی جس تک دوسرے ذرا دیر سے پہنچ جاتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کے مطابق (جو ابن القیم نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا

Marfat.com

جائے اور ساری دنیا کا دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم وزن میں زیادہ ہوگا۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہت سے فیصلے (قانونی اور شرعی نقطہ نظر سے) ایسے ہیں جو بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان سے قانون شریعت کی بعض بنیادیں قائم ہوئیں مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت یحییٰ مازنی کی اراضی قریب قریب تھی۔ حضرت مازنی کے باغیچے میں سے حضرت عبدالرحمٰن کی اراضی میں پانی کی نالی پہنچتی تھی۔ مگر مازنی رضی اللہ عنہ کے دادا نے روک دیا۔ جب یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس اصول پر کہ جس کام میں کسی کا ضرر نہ ہو اس میں رکاوٹ ظلم ہے فیصلہ حضرت عبدالرحمٰن کے حق میں دے دیا۔ یہ محض ایک مثال ہے۔ بیسیوں اجتہادی فیصلے ایسے ہیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے شرع کے بہت سے احکام آگے چل کر متفرع ہوئے۔

(دیکھئے شاہ ولی اللہ دہلوی، رسالہ دور مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) (ضیائے حرم۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نمبر لاہور)

کیا ہے کفر و دین میں فرق ایسا
لقب ان کو ملا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

فقہ عمر رضی اللہ عنہ

امیر المومنین جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (وحی خفی) کے ذریعے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "حق گو" اور مصیب کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع الی اللہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں اصابت (مصیب ہونا) اس حد کمال تک ہے کہ ائمہ اربعہ کی پوری فقہ آپ ہی کے متون اجتہاد کی شرح ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس مقام میں "مجتہد مطلق" کے درجہ پر فائز ہیں۔

ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن

Marfat.com

حنبل رحمۃ اللہ علیہ) ایسے مجتہد منتسب ہیں جو درجہ اجتہادت میں ''مجتہد مطلق''[1] ہونے کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیضان سے بہرہ مند ہیں۔

شریعت کے دلائل اربعہ۔ ۱- کتاب اللہ ۲- سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳- اجماع۔ ۴ قیاس حضرت عمر فاروق کے نزدیک حجت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقرر کردہ قاضی حضرت شریح (بن حارث الکوفی) کی طرف اپنے ایک فرمان میں لکھا کہ اے شریح! (۱) فصل مقدمات میں کتاب اللہ کو مقدم رکھئے اور اس کے مقابلے میں کسی اور طرف التفات نہ کیجئے۔ (۲) کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیش آمدہ مقدمے کا فیصلہ مل سکے تو اس کے ہوتے ہوئے ادھر اُدھر نگاہ نہ کیجئے۔ (۳) قرآن وحدیث دونوں اگر کسی معاملے میں رہبری نہ فرما سکیں تو زیرِ تفتیش معاملے پر اکابر اہل علم کے متفقہ اجماع کے مطابق حکم دیجئے اور (۴) اگر کتاب وسنت اور اجماع اکابر سب کے سب پیش آمدہ قضیہ میں خاموش ہیں، تو مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک پر کاربند رہیے۔

(الف) صرف اپنے اجتہاد سے رہبری حاصل کیجئے بشرطیکہ اس مسئلہ میں آپ سے قبل کسی اور نے پیش آمدہ مسئلہ میں کچھ نہ کہا ہو (ورنہ اپنے سے کسی قبل صاحب اجتہاد کے فتویٰ پر عمل کیجئے)۔

---

[1] ''مجتہد مطلق'' اور ''مجتہد منتسب'' ہر دو کے مفہوم میں من وجہ تفاوت ہے۔ اول الذکر یعنی ''مجتہد مطلق'' اصل ہے اور ثانی اس کی فرع ہے۔ مجتہد مطلق اپنا خاص مسلک رکھتا ہے جیسے ائمہ اربعہ! مگر ''مجتہد منتسب'' باوجود قدرت اجتہاد کے اپنے مسلک خاص کی بجائے انہی ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ) میں سے کسی ایک کا مقلد بھی ہے اور بذاتہ صاحب اجتہاد بھی ہے، جیسے ائمہ احناف میں جناب امام محمد، قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو قدرت اجتہاد کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد بھی ہیں۔ بدیں سبب یہ حضرات مجتہد مطلق نہیں، بلکہ مجتہد منتسب ہیں۔ یہی منزلت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آپ بذاتہ مجتہد مطلق ہیں اور چونکہ ائمہ اربعہ اپنے مجتہدات میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تابع ہیں، بدیں سبب یہ چاروں ائمہ مجتہد منتسب ہیں۔ ورنہ اپنے اپنے مقام پر ہر چہار امام (رحمہم اللہ) مجتہد مطلق ہی ہیں۔ (ابو یحیٰی امام خان نوشہروی)

Marfat.com

(ب) اپنے سے بہتر اہل علم کو اپنا ہادی سمجھئے۔ بشرطیکہ ان لوگوں کے پیش نظر بھی ایسے حضرات کا اجتہاد ہو، جو آنحضرت ﷺ کے رفقاء و اصحاب سے براہِ راست فیضان میں کامیاب ہوئے۔

(ج) مذکورہ صدر اصحاب کے بعد وہ حضرات بہتر ہیں جو آپ کے معاصر ہیں، ان دونوں قسموں میں جو اصحاب آپ کے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہوں، ان کی ترجیح کا مدار آپ کی رائے پر ہے۔

اے شریح! اگر آپ نے اس طرح مقدمات کا فیصلہ کیا تو آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔ (بروایت سنن دارمی بحوالہ فقہ عمر رضی اللہ عنہ ص۔۲۶)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''(اے لوگو!) وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی آیات متشابہات میں خلط مبحث کر کے تمہیں غلجان میں ڈالیں گے، تمہیں چاہئے کہ ایسے مواقع پر قرآن کی وضاحت اور تفسیر سنت کی مدد سے کرو۔ اور یاد رکھو کہ کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو سنت رسول مقبول ﷺ سے آگاہ ہیں''۔ (سنن دارمی)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ''امیر المومنین نے ہمیں تاکید فرمائی کہ ہم ''ثقہ''[1] راوی کے بغیر کسی کی روایت قبول نہ کریں''۔ (بیہقی)

☆ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مقام) جابیہ (بیت المقدس کے باہر ایک مقام) پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں (اجماع اُمت پر) یہ حدیث پڑھی

(ترجمہ) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی کو جنت کے وسط میں رہنا پسند ہو، اسے جماعت کے ساتھ مل کر رہنا چاہئے'' (بروایت امام

---

[1] لفظ ''ثقہ'' محدثین کی اصطلاح میں لغوی معنوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ یعنی ثقہ راوی وہ ہے جو دین دار ہو، مرد نکو ہو، پارسائی کا نمونہ اور قوت حافظہ میں ممتاز ہو، وغیرہ پھر ان صفات کے ساتھ ان کی شہرت بھی عام ہو، کبھی کذب کا اس کی ذات سے انتساب نہ کیا گیا ہو، اور وہ تقویٰ، حفظ اور دیانت و امانت میں ممتاز اقران ہو، تب اسے ''ثقہ'' کہا جائے گا۔ (ابو یحییٰ امام خان نوشہروی)

Marfat.com

شافعی رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے ''اجماع'' پر استدلال فرمایا۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (عامل بصرہ) کی طرف یہ تحریری فرمان بھیجا

(ترجمہ) ''اے ابوموسیٰ! جس معاملے کی تحقیق مدنظر ہو، اولاً اسے کتاب اللہ میں دیکھئے اگر اس میں نہ ملے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تلاش کیجئے۔ اسمیں بھی نہ ملے، تو اس واقعہ کے ہم شکل واقعات کو دریافت کیجئے۔ پھر ان پر قیاس کر کے جو چیز آپ کے نزدیک عنداللہ زیادہ قریب اور مشابہ ہو، اس پر اعتماد کیجئے۔ (دار قطنی) (بحوالہ فقہ عمر رضی اللہ عنہ (اردو)۔ص۔۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وقت آنے سے قبل مسائل کی کرید مت کرو۔ اگر تم اس سلیقے کے ساتھ رہو گے تو مسلمانوں میں کوئی نہ کوئی شخص ایسا نکل آئے گا، کہ وہ وقت پڑنے پر غیب سے مدد حاصل کر سکے (یعنی اپنے اجتہاد و قیاس میں بصورتِ اصابت) اور اگر تم عجلت کرو گے، تو تمہاری رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں گی اور تم ادھر اُدھر بکھر جاؤ گے۔ آپ نے یہ بات دائیں بائیں اشارہ کر کے فرمائی''۔

(سنن دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جن مسائل کی ضرورت پیش آنے والی ہے، قرآن نے وہ تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ متبادر ہو سکتا ہے کہ کتاب و سنت اجمالاً تمام احکام پر مشتمل ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں یہ اشارہ فرمایا ہے۔

ابن محیرز فرماتے ہیں، ہم لوگوں نے کبھی فرضی مسائل پر گفتگو نہیں کی، کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ جب تک قرآن کی مزاولت رہے گی، علم کا ارتفاع نہ ہوگا۔ (بروایت دارمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم میں بے بنیاد قیاس کے مطابق گفتگو مت کرو۔ (یعنی جب کتاب و سنت سے دلیل نہ ملے تو قیاس شرعی کے بغیر زبان نہ کھولو)۔

(بروایت دارمی)

Marfat.com

کسی مسئلے میں اگر کتاب وسنت دونوں میں سے کسی ایک سے بھی دلیل نہیں ملتی، تو اس وقت قیاس (اجتہاد) کے بغیر چارہ نہیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خود معمول تھا اور آپ نے اپنے مقرر کردہ قاضی شریح کو تاکید فرمائی تھی۔ (وضاحت پہلے گزر چکی ہے)

فرضیّت نیتِ وضو:

بروایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر امر کی صحت و اکمال کا انحصار نیت پر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے نقل کرنے سے یہ منشا ہے کہ وضو میں نیت فرض ہے۔ اور بویطی فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث ''انما لاعمال النیات'' پورے دین کا ایک ثلث ہے۔

پابندی صلوۃ کی تاکید:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کی طرف یہ تحریری فرمان صادر فرمایا کہ۔

''میرے نزدیک آپ لوگوں کی سب سے بڑی ذمہ داری نماز کی پابندی ہے۔ جس شخص نے جس حد تک اس کی تعمیل کر لی، اس نے اسی حد تک دین کے بقیہ امور کی محافظت کر لی اور جس نے نماز ہی کو ضائع کر دیا اس نے دوسرے ارکانِ دین کو اور بھی بے دردی سے تباہ کیا''۔

نماز باجماعت کی تاکید:

بروایت ابوبکر: امیر المؤمنین نے فرمایا کہ عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرنا مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں عشا کے وقت سے لے کر وقت فجر تک زندہ رہوں''۔

اگر کھانا اور نماز دونوں بیک وقت درپیش ہوں تو پہلے کھانا کھائیں:

بروایت ابوبکر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اگر کھانا اور نماز دونوں بیک وقت در

Marfat.com

پیش ہوں تو پہلے کھانا کھانا چاہئے''۔

نماز کی دعائیں:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: جناب اسود فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ تکبیر سے نماز شروع فرماتے، پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھ کر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھتے۔

رفع الیدین:

۱- بروایت ابوبکر، ترمذی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز میں رکوع جاتے، اس سے اُٹھتے ہوئے اور قیام وقعود میں رفع الیدین کرتے ہوئے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کو دیکھا (قیام وقعود سے منشایہ ہے کہ رکوع سے اُٹھتے ہوئے ایک دفعہ، پھر رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے، سی طرح سجدہ سے اُٹھتے اور پھر دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے)۔

۲- بروایت بغوی و بیہقی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف دو حالتوں میں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک رکوع جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت دوسرے تشہد اولیٰ میں رفع الیدین کرتے دیکھا۔

۳- بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: اسود سے مروی ہے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو صرف تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کرتے دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اختیار و ترک رفع الیدین پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا محاکمہ:

فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس تضادِ عمل پر شوافع و احناف دونوں اپنے مسلک کے مطابق ترجیح روایات پر مائل ہیں، مگر میرے نزدیک اس میں تطابق کی یہ صورت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع الیدین مستحب تھا، اس لئے کبھی اس پر عمل فرماتے اور کبھی یونہی گزر جاتے۔

(فقہ عمر رضی اللہ عنہ (اردو ترجمہ) ص ۹۷-۹۶)

Marfat.com

مسائل درود:

بروایت ترمذی و بغوی: امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ جس دُعا کے بعد تم درود نہیں پڑھتے وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہ جاتی ہے۔

تعدادِ رکعاتِ تراویح:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: امیر المؤمنین نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تراویح میں گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ آٹھ نوافل اور تین وتر ہیں۔

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں لوگ تئیس رکعات شب کو نماز تراویح پڑھتے۔ بیس تراویح اور تین وتر۔ (فقہ عمر۔ از شاہ ولی اللہ صاحب۔ اُردو ترجمہ۔ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی)

نماز وتر:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وتر کی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھیں۔

اذان جمعہ:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمانہ شیخین رضی اللہ عنہما میں جمعہ کی اذان ایک ہی تھی، جبکہ آپ حضرات خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لے آتے۔

تلقین بوقت نزع:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (مومن کے) نزع کے وقت اس کے اردگرد بیٹھ کر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو (تاکہ اس کی زبان پر بھی یہ کلمہ جاری ہو جائے) کیونکہ اسی وقت سے اس سے سوالات شروع ہو جاتے ہیں اور اسے فرشتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

Marfat.com

غسل میت کے پانی میں کیا چیزیں استعمال کی جائیں:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (عامل بصرہ) کی طرف فرمان میں یہ بھی لکھوایا کہ میت کے غسل کے پانی میں بیری اور ریحان (خوشبودار گھاس) کے پتوں کو جوش دے لیا کیجئے۔

عورت کی نعش قبر میں محرم اتارے:

بروایت ابوبکر: امیر المؤمنین حضرت زینب بنت جحش ؓ نے رحلت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔ پھر اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہم سے دریافت کرایا کہ قبر میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی میت کون اتارے۔ انہوں نے کہلا بھیجا، ان کا محرم۔

موتیٰ کا تذکرہ:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ (مکہ معظمہ) میں ناقہ پر بیٹھے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ موتیٰ پر سخت کلامی نہ کرو، اس سے زندہ لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

عورت نفلی روزہ شوہر کی اجازت سے رکھے۔

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ ارشاد فرمایا کہ شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عورت نفلی روزہ نہ رکھے (کیونکہ روزہ میں ضعف کی وجہ سے امور خانہ داری کی بے ترتیبی کا اندیشہ ہے)

نکاح کرنے کی تاکید:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص سے جو نکاح سے گریز کرتا تھا، فرمایا تم نامرد ہو یا فاسق (جو نکاح سے بھاگتے ہو)۔

متعہ بمساوی زنا ہے:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بروقت اطلاع

Marfat.com

مل جائے کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں دونوں کو رجم کردوں۔

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے، اگر وہ متعہ سے منع نہ فرماتے تو زنا کا بازار گرم ہو جاتا۔

تاثیر واجب کرنے والے کلمات میں ایک طلاق بھی ہے

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ چار کلمے قصداً زبان پر آئیں یا ازراہِ مذاق و تمسخر، مگر اپنا اثر واجب کر دیتے ہیں۔

۱- غلام سے کہنا کہ تو آزاد ہے

۲- بیوی سے کہنا کہ تجھے طلاق ہے

۳- عورت کا ولی اس کی بابت یہ کہہ دے کہ میں نے مثلاً ہندہ کا نکاح آپ سے یا آپ کے فلاں عزیز سے کر دیا۔

۴- کوئی نذر مان لینا۔

مستقل وظیفہ خواروں کا مسجل:

بروایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (آخر) امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا مسجل (رجسٹر) مدون کیا، جس میں ان حضرات کے نام درج کرنا تھے، جن کے نام بیت المال سے مستقل مالی وظائف جاری رہنے چاہئیں اور اس کے لئے بھی آپ نے ارباب شوریٰ سے مشورہ طلب فرمایا کہ اس مسجل کی ابتداء کن حضرات کے نام سے ہو۔ عرض ہوا، پہلے تو اپنے قرابت داروں کے نام ترتیب رشتہ کے لحاظ سے لکھوایئے۔ یہ سن کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر یہی ترتیب ہے، تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے شروع کرنا چاہیئے۔

بروایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی گزشتہ روایت سے اضافہ)۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے بنو ہاشم سے ابتداء فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قرابت داران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حد تک جذب و محبت کے نثار جایئے کہ:

Marfat.com

ہر بات میں انہیں کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انہیں کی رضا مجھے
ہر نغمے نے اُنہیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

بایں ہمہ۔مگر!

معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا
اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زبان سے ہم

(ابو یحییٰ امام خان نوشہروی مترجم)

قرآن کلام اللہ القدیم ہے (حادث نہیں):

براویت امام ابوالقاسم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ ہی کا کلام ہے۔

عذاب قبر:

برویت امام ابوالقاسم: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

مقصد بعثت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری بعثت سے مقصود دعوت وتبلیغ ہے، کسی کو ہدایت یاب کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ اور ابلیس کا کام انسان کے سامنے بدی کو حسن و جمال کا جامہ پہنا کر پیش کرنا ہے، گمراہ کرنا اس کے بس میں نہیں۔

نکیرین:

برویت امام ابوالقاسم: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اے عمر رضی اللہ عنہ) تمہارا کیا حال ہوگا، جب تمہارا آخری بسیرا قبر میں ہوگا اور نکیرین تمہارے سامنے کھڑے ہوں گے؟ عرض کیا، اے رسول خدا! منکر

Marfat.com

ونکیر کیا ہیں؟ فرمایا دو ایسے قوی ہیکل (فرشتے) ہیں جو ہر شخص کی قبر میں آئیں گے۔ وہ قبر کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے۔ ان کے جسم کے بال ان کے قدموں تک لٹکتے ہوں گے، آواز میں رعد کی سی کڑک اور آنکھوں سے بجلیاں کوندتی نظر آئیں گی۔ ان کے ہاتھوں میں اس قدر گرانبار گرز ہوں گے کہ اگر منیٰ (حاجیوں کا مجمع) بھی چاہے تو اس (گرز کو) نہ اُٹھا سکے، مگر ان کے لئے وہ معمولی عصا سے بھی ہلکا ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول خدا! کیا میں اس وقت اسی حالت (ثبات ایمان وعمل) میں ہوں گا؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک تم اس وقت اسی حالت (ثبات ایمان وعمل) میں ہو گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، تب مجھے ان سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔

مالی تیسیر میں:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے مسلمانو! اگر مالی وسعت میسر ہو تو کھانے اور پہننے میں بھی خرچ کر لیا کرو۔

عوام اور امام وقت کی معشیت میں مساوات:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ دستر خوان پر بیٹھے، روٹی کے ساتھ گھی تھا۔ ایک دیہاتی اُدھر سے گزرا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی شریک طعام فرمالیا۔ دہقان نے تیزی سے کھانا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پیالہ بھی صاف کر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے دہقان! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت اشتہا (بھوک) سے پریشان تھے؟ عرض کیا، صاحب! مجھے تو فلاں وقت سے کھانے کو کچھ میسر نہیں آیا۔ یہ خشک سالی کا زمانہ تھا۔ امیر المؤمنین نے عہد کیا' جب تک گزشتہ سالوں کی طرح بارش نہ ہوگی، میں کھانے میں گھی استعمال نہ کروں گا۔

زبوں حالی پر اظہار شکوہ انسانیت کی تذلیل ہے

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: (از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کے سلام پر جواب سلام کے بعد فرمایا، آپ کیسے ہیں؟ اس نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے عرض کیا، الحمد للہ! فرمایا، جزاک اللہ آپ سے ایسے ہی انداز میں اظہار تشکر کی توقع تھی۔

احترام حدیث اور اجتناب سوال:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے لئے ایک عطیہ بھیجا جسے انہوں نے واپس کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب واپسی دریافت فرمایا تو عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ہی نے تو فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان کسی شخص سے کوئی شے نہ لے اور یہ اس کے لئے بھلائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا منشا یہ تھا کہ سوال کر کے نہ لے، لیکن اس کے بغیر اگر ازراہ تحفہ (عطیہ) کوئی کسی کو کچھ پیش کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''رزق'' سمجھ کر ضرور قبول کر لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے ذاتِ کبریا کی قسم! کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری زندگی ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اس ارشاد پر اب سے نہ تو میں کسی سے سوال کروں گا اور نہ کسی کا تحفہ و عطیہ واپس کروں گا۔

انگشتری کا نگینہ:

بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما: جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی، آپ کے بعد انگشتری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بطور نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنے رکھی۔ ان کے بعد اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہن لیا۔ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو یہ انگشتری بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ملی، جسے آپ رضی اللہ عنہ نے ہر دو حضرات کی طرح پہن لیا مگر ایک روز یہ انگشتری حضرت عثمان کے ہاتھ سے اتر کر اریس نامی کنوئیں میں گر گئی۔ (جو بے حد تلاش پر بھی نہ مل سکی)

خضاب اور حنا:

بروایت بغوی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحابی) سے ایک صاحب نے دریافت کیا، کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک پر خضاب استعمال فرماتے تھے؟ جواب

Marfat.com

دیا کہ آنحضرت ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفیدی آئی ہی نہ تھی۔ البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب استعمال فرماتے اور جناب عمر رضی اللہ عنہ حنا۔

علم الافلاک سیکھنے کی اجازت:

بروایت بغوی: امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، علوم نجوم کہانت کے لئے نہیں بلکہ جہاتِ قبلہ وسمت سفر معلوم کرنے کے لئے سیکھو۔

"اس دور تک علم ہیئت پر صرف انہی دو امور (علم جہات و کہانت) کا مدار تھا، اسلئے ایک دانشور معلم کے لئے یہی کافی تھا جو کہ امیر المؤمنین نے فرمایا مگر آج دوسرے علوم کی طرح علم الافلاک بھی اوج ثریا سے گزر رہا ہے۔ بایں ہمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں کسی ترمیم یا توسیع کی ضرورت نظر نہیں آتی کہ علم نجوم کہانت کے لئے نہیں بلکہ جہات قبلہ وسمت سفر معلوم کرنے کے لئے ہے۔ یعنی کہانت آج بھی تو ہم پرستوں کا بت ہے اور جہت سفر میں ستاروں سے استمداد کے متعلق کیا عرض کیا جائے، کہ اب تو بحر و بر کے ساتھ فضا بھی انہی تاروں کی روشنی میں طے ہو رہی ہے صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

وَبِالنُّجُوْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (النحل:۱۶)

(اور انسان اجرام فلکی کے طفیل سمت سفر معلوم کرتے ہیں)

محال ہے کہ مذہب کی صداقت کے لئے سائنس کا سہارا تلاش کیا جائے، اور خود کو موجودہ سائنس پر آیات اللہ کے انطباق کے تکلف میں گم کیا جائے، کیونکہ مذہب، سائنس وفنون کا پرچار کرنے نہیں آتا۔ بایں ہمہ وہ اگر ان کی طرف توجہ کرتا بھی ہے تو اس گیرائی و گہرائی کے ساتھ کہ اس کا انکشاف عقل وخرد سے بیگانہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے لئے قرآن کی صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ بارانی ہواؤں کی آمد آمد ابر و باراں کی مبشر ہے۔ اور یہ تحقیق ہے دور حاضرہ کے ارباب سائنس کی۔ قرآن فرماتا ہے

(ترجمہ) "وہی تو ہے، جس نے بادلوں کے آگے آگے مژدہ برشگال سنانے کے لئے بارانی ہواؤں کو فراشی کا مکلف بنا رکھا ہے۔ پھر یہ کہ جونہی بادلوں کے یہ دَل اپنے بوجھ سے اکتانے کو ہو گئے، ہم (اللہ تعالیٰ) نے فوراً انہیں

Marfat.com

مردہ زمینوں پر انڈیلنا شروع کر دیا۔ (مگر صرف تماشائے سیلاب کے لئے نہیں بلکہ) اس پانی سے ذی ارواح کو قوت حیات برقرار رکھنے کے لئے۔ اور پھلدار پودے اُگانے کے لئے۔ پس! اے انسانو! اگر تم نصیحت کا دامن بھر سکتے ہو، تو ہمارے حشر ونشر کا اندازہ بارش ہی کی قوت حیات بخش سے کر لو، جسے تم ہر سال میں کئی کئی مرتبہ دیکھتے ہو"

(الاعراف۔۵۷) (ابو یحیٰ امام خان نوشہروی)

نفس انسان کی نگہداری میں فراست:

بروایت بغوی: ایک صاحب نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے برسبیل تذکرہ اپنی بیوی کے مرض کا تذکرہ یوں کیا، کہ اسے ...... کی قریبی جگہ سے خون جاری رہتا ہے دوسرے صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا، اگر شرعاً غیر عورت کے پردہ کی جگہ کو دیکھنا جائز ہوتا تو میں اس کا علاج کر سکتا تھا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کیسے؟ اس نے عرض کیا، یہ ایک باریک رگ ہوتی ہے، جسے اگر داغ لگا دیا جائے تو مریض صحت یاب ہو سکتا ہے۔ فرمایا کیا اس کے سوا کوئی اور علاج نہیں؟ عرض کیا، اس کا تو یہی ایک علاج ہے۔ امیر المؤمنین نے مریضہ کے شوہر سے فرمایا، جایئے، اسے کپڑا اوڑھا کر صرف وہ حصہ کھلا رہنے دیجئے جہاں داغ دینا ہے اور اس علاج سے مریضہ صحت یاب ہو گئی۔

(اللہ! اللہ! نفس انسان کی بقا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست) سبحان اللہ!

علم فقہ وسنت کے لئے عربی زبان کا فہم ومعتبر کی فراست:

بروایت بغوی: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ عامل بصرہ) کی طرف جو فرمان لکھوایا، اس میں (منجملہ اور ہدایات کے یہ بھی) مرقوم فرمایا۔ امّا بعد! میں آپ لوگوں کو انہی امور کا حکم دیتا ہوں، جن کا ارشاد تمہیں قرآن مجید نے دیا ہے، اور انہی چیزوں سے روکتا ہوں جن سے تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

۱۔ میں آپ لوگوں کو فقہ وسنت کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔

Marfat.com

۲-اور یہ کہ عربی لغت کا فہم وادراک حاصل کرو۔

۳-اگر ہمارا مسلمان فرد اپنے کسی دوست سے تعبیر خواب پوچھے، تو اسے مسلمانوں کے حق میں بھلائی کا کلمہ کہنا چاہئے اور اسلام کے دشمنوں کے لئے جو اس کی سمجھ میں آئے، کہے۔

بروایت بغوی: اور ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا رؤیا (خواب) ان لفظوں میں بیان کیا کہ پہلے تو مجھے ہری ہری دوب دست یاب ہوئی۔ مگر بعد میں خشک گھاس ملی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رؤیا سن کر فرمایا، اے شخص! پہلے تجھے ایمان کی تازگی نصیب ہوگی، مگر آخر میں تو کفر اختیار کرے گا اور کفر ہی میں تمہارا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس پر سائل نے یہ کہا، یہ رؤیا نہ تھا، بلکہ میں نے یونہی بات بنائی تھی۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو کچھ میں نے کہا ہے منجانب اللہ اسی طرح اس کا فیصلہ ہو گیا ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں کے خلاف۔ (متن کے الفاظ۔ لَكَ مَا قُضِيَ كَصَاحِبِ يُوسُفَ ہیں۔ جن سے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے توغل بالقرآن کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زندانی رفیقوں کے رؤیا کی تعبیر میں۔ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (یوسف ۴۱) فرمایا تھا۔

(اے صاحبو! تم نے جو دریافت کیا میں نے اس کی تعبیر تمہیں فیصلہ شدہ امر کے مطابق بتا دی) (ابو یحییٰ امام خان نوشہروی)

لباس کی حفاظت:

بروایت بغوی: ایک نوجوان چلا آ رہا تھا اور اس کا ازار زمیں پر گھسٹ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اے عزیز من! اپنا ازار ذرا اوپر کر لو۔ اس کی حفاظت ہوگی اور تمہارے خدا کو یہ احتیاط پسند آئے گی۔

متکبرانہ ناموں پر تنبیہ:

بروایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک صاحب کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کا نام پوچھا، تو جمرہ (انگارہ) بتایا اور اپنے باپ کا نام شہاب (نجم سوزندہ) بتایا۔

Marfat.com

قبیلہ دریافت فرمایا تو حرقہ (سوختہ شدہ) تھا۔ بستی کا نام حرۃ النار (آگ کی سرزمین) اور خطہ ذات لظی (آتش فشاں)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے متکبرانہ ناموں کا یہ تسلسل سنکر اس شخص سے فرمایا، اے صاحب! آپ کی واپسی سے قبل آپ کا گھربار نذر آتش ہو چکا ہوگا اور ایسا ہی ہوگا۔

محض تقدیر پر بھروسہ اور تدبیر سے غفلت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے مسلمانو! جو لوگ خود کو محض تقدیر کے بس میں سمجھتے ہیں، ان کی صحبت و مکالمہ سے خود کو بچاتے رہو۔

پردہ:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے مسلمانو! عورتوں کو بے پردگی سے بچائے رکھو کہ جونہی انہیں عمدہ پوشاک نصیب ہوئی، (ان کے) نفس میں غرور حسن پیدا ہوگیا۔ (وہ) گھر سے باہر نکل کر گشت کرنے پر مائل ہوئیں (اور فتنوں نے انہیں گھیر لیا)۔

باکرہ عورتوں کی برتری:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مناکحت کے وقت باکرہ عورتوں کو ترجیح دو۔ ان کی رفاقت میں لطف ہے اور وہ اولاد والی بننے میں دیر نہیں کرتیں اور معمولی سی شے پر خوش ہوسکتی ہیں۔

جاہلیت اور اسلام دونوں حالتوں میں نکاح یکساں مفید ہے:

بروایت ابوبکر رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسوم جاہلیت میں سے اب تک میرے اندر یہ عادت باقی رہ گئی ہے کہ میں اپنا یا کسی اور شخص کا نکاح کرتے وقت عورت کے حسب ونسب کی جانچ میں نہیں پڑجاتا۔

Marfat.com

کفو میں تزوّج:

بروایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اشراف کی بیبیوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے کفو میں اپنے لئے شوہر تلاش کریں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تطبیق بین الروایتین (نمبر ۱،۲) یہ ہے کہ کفو کا پاس رکھنا عورت اور اس کے خاندان کا حق ہے، جسے اگر وہ ازخود کسی دینی مصلحت کے لئے ترک کردیں تو یہ انکی خوبی ہے۔

(جیسے بعض اشراف مردوں اور عورتوں نے خود سے کم درجہ طبقوں یا غلاموں میں اپنا نکاح کرنا گوارہ کرلیا)

مسنون تقریبات پر اظہار خوشی میں شور وشغب کا جواز:

بروایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ امیر المؤمنین اگر کسی گھر سے شور وشغب اُٹھتا ہوا سنتے تو اسے معیوب سمجھتے۔ لیکن اگر یہ شور تقریب ولیمہ یا ختنہ کے موقع پر ہوتا سنتے تو درگزر فرمادیتے۔

دعوت طعام میں منع تفاخر:

بروایت بغوی: (روایت کی گئی ہے) کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (ہر دو حضرات) ایک دعوت طعام میں شرکت فرمانے کے بعد واپس تشریف لے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش! میں شریک طعام نہ ہوتا! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ جملہ آپ نے کیوں فرمایا؟ ارشاد ہوا، مجھے خطرہ ہے کہ یہ دعوت فخر کے لئے نہ کی گئی ہو۔

تقلیلِ مہر:

بروایتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کے مہر میں مبالغہ (زیادت) نہ کرو۔ اگر تکثیر (زیادت) مہر میں دنیا کی بھلائی یا اس پر تقویٰ کی بنیاد ہوتی تو تم سب سے زیادہ اس کا پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے، حالانکہ

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کے مہر اور خود اپنے حرم کے مہر بارہ اوقیہ سے زائد مقرر نہ فرمائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت:

بروایت امام بغوی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں قاری قرآن بھی تھے، نوجوان بھی تھے اور بوڑھے لوگ بھی، اکثر اوقات امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ''نوجوانوں کو مشورہ دینے میں کبھی تامل نہ ہونا چاہیے کیونکہ علم و فراست کا تعلق سن و سال سے نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے، اس کا سینہ قبول علم کے لئے کھول دیتا ہے''۔ (فقہ عمر۔ اُردو ترجمہ، مترجم ابویحییٰ امام خان نوشہروی)

زمانہ میں ہے عدل مشہور ہے جس کا
تھا قرآن و سنت ہی دستور اس کا
بڑی محنتوں سے سجایا جہاں میں
عدالت کا گلزار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اور تائید الٰہی

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے کہ: ”میرا اس بارے میں یہ خیال ہے۔ تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا۔ جو ان کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء موجود ہیں۔ (سیرتِ حلبیہ) اس سے زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ ان کی بہت سے آراء مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔ نماز کے اعلان کے لئے جب ایک معین طریقہ کی تجویز پیش ہوئی۔ لوگوں نے مختلف آراء پیش کیں۔ کسی نے ناقوس کا نام لیا تو کسی نے گھڑیال تجویز کیا۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کیوں نہ مقرر کیا جائے جو نماز کی منادی کیا کرے۔ یہی تجویز حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند آئی اور اسی کی اجازت مل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہیں اور اذان کی ترتیب بیان فرمادی۔ چنانچہ اذان کا طریقہ قائم ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ مؤثر اور موزوں طریقہ کوئی ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ ”الحق ینطق علیٰ لسان عمر“ یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان حق بات بولتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلوص کو ربّ العزت کی بارگاہ میں وہ درجہ اور وقعت حاصل تھی کہ ان کی رائے اور ان کی تجویز کی تائید میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئی آیات قرآن مجید نازل ہوئیں۔

ابن مردویہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو

Marfat.com

کوئی رائے دیتے تھے۔ قرآن حکیم اسی کے موافق نازل ہوتا تھا۔

(تاریخ الخلفاء اُردو ترجمہ ص 83)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے مختلف ہوتی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اور ہوتی تو قرآن مجید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے ربّ نے ان سے اکیس 21 باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلے بنایا گیا

بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ: یارسول اللّٰہ لَو اتخذنا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ کہ اے اللہ کے رسول اگر ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلی بنائیں تو اچھا ہے۔ (خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت تحیۃ الطّواف مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ نہ کہ تمام حرم میں اور نہ تمام عرفات میں (خازن۔ دُرمنثور) چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی کے لیے دُعا بھی کیا کرتے تھے۔ کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے: "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى" (اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بنالو)۔ (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۲۵)

۲۔ اسیران بدر کے متعلق رائے

اسیران جنگ بدر کے معاملہ میں جب اختلاف رائے ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی اس کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔ واقدی نے "فتوح الشام" میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر ہوئی اور کفار قیدی بن کر آئے۔ تو مسلمانوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ کیا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور مشورہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ کو اختیار ہے چاہے قتل کریں ان قیدیوں کو چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ جتنے قیدی

Marfat.com

فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے اتنے ہی مسلمان آئندہ سال شہید ہوں گے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سال فدیہ لے لیں اور آئندہ سال ان کفار کے ہاتھوں شہید ہو کر جنت کے حقدار ہو جائیں گے۔ مگر حضور اکرم ﷺ کو برابر تردّد تھا اور آپ ﷺ نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ اسی دوران کفار نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے درخواست کی ہمارے درمیان میں مسلمانوں کے بھائی۔ چچا۔ بھتیجے وغیرہ سب ہیں۔ آپ حضور اکرم ﷺ سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہمیں چھوڑ دیں اور فدیہ لے لیں۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ درخواست پیش کی۔ حضور اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضور اکرم ﷺ کو مشورہ دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو آئندہ سخت نقصان پہنچائیں گے۔ ان کو ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو پھر حضرت صدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور وہ ہی پہلی سفارش کی ان کے جانے کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہی پہلی بات کہی۔ نبی اکرم ﷺ نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آخر کار حضرت جبریل امین علیہ السلام کے مشورہ کے مطابق حضور ﷺ نے تمام مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ چاہے وہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں جس کو چاہیں اور چاہے قتل کریں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ کچھ قیدی قتل ہوئے۔ کچھ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے ایک سال بعد جنگ اُحد ہوئی۔ اور انہیں کفار مکہ کے ہاتھوں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال۔۶۷)

ترجمہ: ''کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں کہ اس کے لئے (کافر) قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں ان (حربی قیدیوں) کا اچھی طرح خون نہ بہالے۔ تم

Marfat.com

لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی (بھلائی) چاہتا ہے۔
اور اللہ خوب غالب حکمت والا ہے۔'' (الانفال:٦٧)

اس طرح یہ آیت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی۔

۳- پردہ کے بارے رائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں پہلے پردہ کا رواج کم تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بارہا اس بات کا خیال ہوا اور اس خیال کو انہوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پیش کیا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کا انتظار فرماتے رہے۔ چنانچہ یہ آیت حجاب نازل ہوئی:۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب۔۳۳)

ترجمہ: ''اور اپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہنا اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار مت کرنا''۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ جو لوگ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ دولت پر مختلف ضرورتوں سے آتے ہیں۔ ان میں سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور بعض موقعوں پر بات چیت بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر ازواجِ مطہرات پس پردہ رہ کر بات کریں تو بہت مناسب ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا مگر وحی الٰہی کا انتظار تھا۔ چنانچہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جو ازواجِ مطہرات کے پردے کے بارے میں تھی:

۴- وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب۔۵۳)

ترجمہ: ''اور جب تم اُن (ازواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پس پردہ پوچھا کرو''۔

۵- حصول اذن اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا (رائے):

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ کسی کے گھر میں کوئی دوسرا

Marfat.com

بغیر اجازت اندر آئے۔ چنانچہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں سو رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بے دھڑک (بغیر اجازت طلب کیے) آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اللهم حرم الدخول یا الله ۔ (یعنی اے اللہ! گھروں میں مردوں کا بغیر اجازت لیے داخل ہونا حرام فرما دے)۔ چند دن نہ گزرے پائے تھے کہ حضور اکرم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت استیذان (حصول اذن) نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا (سورۃ النور۔۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو۔"

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برئیت:

جب اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کچھ دشمنوں نے بہتان باندھا۔ اور اس کو آپس میں کافی شہرت دی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت رنج ہوا، اور اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں یہ ارشاد فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس کے حکم سے ہوا۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے عرض کیا تو پھر کیا جناب کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عیب دار بیوی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں دیا ہے اور اُس کے عیب آپ سے مخفی رکھے ہیں کیا یہ ممکن ہے نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے اس بات سے کہ عیب دار بیوی آپ کو دے۔ چنانچہ قرآن میں نازل ہوا۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۔ (النور۔16) یعنی (اے اللہ) تیری ذات پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نکلنے

Marfat.com

والے الفاظ وحی بنا کر نازل فرما دیئے)۔ اس تہمت طرازی اور بہتان بندی کے واقعہ کو قصہ افک کہتے ہیں۔

رسول اللہ نے تعریف کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
بشارت جنتی ہونے کی دی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
خدا نے نام ان کا بھی لکھا ہے عرش اعظم پر
یہ ہے درگاہ حق میں برتری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

قِصّہ اِفک:

یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لگایا گیا۔ جو بہت اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

تفسیر روح البیان میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے اور ازواجِ مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا تھا اس کو سفر میں ساتھ لیتے تھے چنانچہ جب ارادہ ہوا غزوہ مصطلق کا جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام قرعہ میں آیا۔ یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اور پردے کی آیت اس سے دو برس پہلے نازل ہو چکی تھی اور کوئی عورت کسی مرد کے سامنے نہ ہوتی تھی۔ جب اس غزوے سے فارغ ہو کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو ایک منزل میں اُترے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں۔ کہ میں قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف گئی تو لشکر سے کافی دور نکل گئی۔ جب واپس پہنچی تو معلوم ہوا کہ میں اپنے گلے کا ہار کہیں گرا آئی ہوں۔ یہ گلے کا ہار ہڈی کا بنا ہوا تھا اور اس کی قیمت بارہ درم تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹی اور ڈھونڈنے میں کافی دیر لگ گئی۔ ہار تو مل گیا مگر اس دوران میں میرا شُغدف (کجاوہ) اونٹ پر کس دیا۔ اور لشکر فوراً ہی کوچ کر گیا جب میں واپس پہنچی تو لشکر کا کوئی آدمی بھی موجود نہ پایا۔ تو میں اسی جگہ اس امید میں بیٹھ گئی کہ لشکر سے اب کوئی میری تلاش میں آئے گا۔ مجھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں چادر اوڑھے سوگئی۔ تو صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ وہاں

Marfat.com

آئے جن کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد لشکر کے قیام کی جگہ پہنچیں اور جو کچھ لشکر کے سامان کا گرا پڑا رہ گیا ہوا ہے اٹھا لائیں۔ جب حضرت صفوان آئے اور انہوں نے مجھے مثل گٹھری کے دیکھ تو میں نے حرکت کی اور کہا کہ مجھے گٹھری سمجھ کر ہاتھ نہ لگانا میں عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں اور لشکر سے پیچھے رہ گئی ہوں۔ ان کے منہ سے نکلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور اونٹ لا کر میرے پاس بٹھا دیا۔ میں چادر میں لپٹی ہوئی اونٹ پر سوار ہوگئی اور میرا اونٹ اگلی منزل میں لشکر سے آملا۔ وہاں کچھ منافقوں نے اور ان کے سردار عبداللہ ابن اُبی نے تہمت طرازی کی۔ اور کچھ اوروں کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہوگئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ مگر اس وقت کسی بہتان بندی کا کوئی علم مجھے نہ ہوسکا۔ البتہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری بیماری میں وہ محبت وشفقت نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں بیماری کی حالت میں ہی اپنے والد کے گھر آگئی اور ایک مہینے میں صحت یاب ہوئی۔ پھر ایک روز میری پھوپھی سے اس تہمت کے بارے میں مجھے معلوم ہوا۔ تو مجھے سخت رنج وصدمہ ہوا اور میں رات دن اس بہتان کے غم میں روتی تھی۔

ادھر میرے آقا ومولیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو سب ہی نے کہا کہ یہ صریح بہتان ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس الزام سے بری ہیں۔ ایک روز میں اپنے والد کے گھر بیٹھی رو رہی تھی اور میرے والد بھی میرے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک عورت انصار کی، اجازت لے کر گھر میں آئی اور وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میرے قریب نہ بیٹھے تھے اور فرمایا کہ: ''اے عائشہ! اگر تو الزام سے بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری صفائی کی وحی مجھ کو فرمادے گا اور اگر تجھ سے یہ گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسا فرماتے تھے اور میں برابر روتی جاتی تھی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ تم ہی اس بات کا جواب دو۔ مگر وہ بھی کچھ نہ کہہ سکیں۔ تو میں نے کہا کہ میں سچی

Marfat.com

ہوں اور اس الزام سے بری ہوں۔ میں صبر کرتی ہوں اور اُمید رکھتی ہوں کہ انشاء اللہ میرا اللہ مجھے اس الزام سے بری کر دے گا۔ میری صفائی اللہ کے رسول ﷺ پر واضح ہو جائے گی یا وحی غیر قرآنی نازل ہو جائے گی میں ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ میرے رب نے مجھ پر اپنا فضل فرما دیا۔ اور اپنے نبی ﷺ کو میرے باپ کو گھر سے اُٹھنے بھی نہ دیا کہ وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ اور اس زور شور سے وحی آئی کہ حضور ﷺ کو چادر اُڑھائی گئی اور تکیہ سرہانے رکھا گیا۔ اور جب آپ ﷺ کو وحی سے فراغت ہوئی تو چہرہ مبارک پر پسینے کے موتی چمک رہے تھے۔ آیات کے تلاوت فرمانے سے قبل حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اے عائشہ! مبارک ہو تجھ کو کہ اللہ رب العزت نے تجھے بری فرما دیا ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ساری آیات تلاوت فرمائیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کے اٹھارویں پارے ''قد افلح المومنون'' میں ''سورہ نور'' میں دوسرا اور تیسرا رکوع اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت میں نازل ہوئے۔ ان میں سولہ آیات ہیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ رب العزت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کتنا بڑا مرتبہ کیا۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتی تھی۔ کہ اللہ تو ہی ہے سارے غموں اور مصیبتوں کو دفع کرنے والا تو ہی ہے اندھیروں کو اُجالوں سے بدلنے والا۔ اور تو ہی ہے عدل و انصاف کرنے والا۔ میرے اس غم کو غلط کر دے۔ اور میری بریت فرما دے۔ فرماتی ہیں کہ میں جب یہ دعا کرتی تھی تو مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میری بریت میں قرآن نازل ہوگا۔ اور اس طرح قیامت تک یادگار رہے گا۔ بلکہ میرا خیال تو یہ تھا کہ شاید خواب میں حضور اکرم ﷺ پر میری صفائی واضح ہو جائے گی۔ یا وحی غیر قرآنی نازل ہو جائے گی۔ مگر میرے رب نے مجھ پر بے حد و بس فضل فرما دیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ (النور۔۱۱)

''بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان لگایا تھا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو

Marfat.com

اپنے حق میں برامت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے"

(کیونکہ تمہیں اسی حوالے سے احکام شریعت مل گئے اور عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا گواہ خود اللہ بن گیا جس سے تمہیں ان کی شان کا پتہ چل گیا) (یہاں سے برابر دو رکوع یعنی ۱۶ سولہ آیات قرآن مجید میں یا کسی تفسیر میں مطالعہ کرلیں) اس جماعت سے مراد مدینے کے وہ منافقین ہیں جن کا سردار عبد اللہ بن اُبی منافق بلکہ رئیس المنافقین تھا۔ جو ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ تھا لیکن حقیقت میں مسلمانوں کا مخالف تھا۔

۷۔ منافق کی نماز جنازہ کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ ابن ابی منافق مرا تو اس کے لڑکے نے جو خلوص دل سے مسلمان تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخواست کو قبول فرما کر کھڑے ہو گئے۔ مگر میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اور سامنے آکر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھیے گا؟ یہ تو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور فلاں فلاں موقعوں پر اس نے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھتے جاتے تھے اور میں برابر کہے جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں یہ عرض کر ہی رہا تھا۔ کہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبہ۔۸۴)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حقدار نہیں ہیں) بے شک انہوں

Marfat.com

نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں ہی مر گئے۔ (توبہ۸۴)

حضور اکرم ﷺ تو رحمۃ للعالمین تھے۔ وہ سب ہی کی بھلائی چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ابن ابی کے کفن کے لئے اپنا کرتہ مبارک بھی دے دیا تھا۔ جس میں اُس کو دفنایا گیا تھا۔ اور اپنا لعاب دہن بھی اس کے ہونٹوں پر لگایا تھا کہ کسی طرح اس کی بخشش ہو جائے مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اس کے حکم اور ارادہ کے آگے سب کچھ ہیچ ہے۔

۸- شراب اور جوئے وغیرہ کا حرام ہونا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کرتے تھے۔ کہ شراب سے بہت نقصانات ہیں اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے حرام کردے تو اچھا ہو۔ اور اس کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔ جس کو مستدرک نے اس طرح روایت کیا ہے۔ ان عمر قال اللھم بیّن لنا فی الخمر بیانا شافیا ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا تھی۔ کہ اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لئے صاف صاف بیان فرمادے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ (البقرۃ۔۲۱۹)

ترجمہ: ’’آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں فرمادیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے‘‘۔

اور دوسری آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء۔۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔

اور آخری آیت میں حرمت شراب کا واضح حکم ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ۔۹۰)

Marfat.com

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک شراب اور جُوا اور (عبادت کے لئے) نصب گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سوتم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدہ: ۹۰)

کئی بار ان کی باتیں بن گئیں آیات قرآنی
مسلم تھی فراست حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

۹- زبان عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور وحی خداوندی

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قرآن کریم کی آیت:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۔

ترجمہ: ہم نے انسان کو (گندھی ہوئی) خمیر کی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار (بے ساختہ) یہ الفاظ شان خداوندی میں نکلے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔

پس برکت والا ہے وہ تمام خالقوں میں سے بہتر اور برتر خالق ہے۔

اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوگئی۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔ (المؤمنون . 14)

جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔

۱۰- ابتدائے اسلام میں رمضان کریم کی راتوں میں بیوی سے قربت منع تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا۔ اس کے بعد (شب میں مجامعت کو جائز قرار دے دیا گیا) اس کی اجازت کا سہرا بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سر سجا اور آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ط (البقرہ۔۱۸۷)

ترجمہ: تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کردیا گیا۔ (خازن۔ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۱- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں اور علامہ سیّد محمود احمد آلوسی بغدادی ''تفسیر روح المعانی'' میں لکھتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جبریل علیہ السلام تو ہمارا دشمن ہے (کہ ہماری مذمت کی آیات لے کر نازل ہوتا ہے) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ، فرشتوں، رسولوں، جبریل و میکائیل کا دشمن ہے (وہ کافر ہے اور) بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے''۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ انہی الفاظ کی آیت فرما کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور فرمایا:

مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ○ (البقرہ۔۹۸)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائل کا دشمن ہوا تو یقیناً اللہ تعالیٰ (بھی ان) کافروں کا دشمن ہے۔ (البقرۃ:۹۸)

قارئینِ ذی وقار! اس آیت کا ترجمہ بعینہٖ وہی ہے جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

۱۲- بشر نامی ایک منافق تھا۔ اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق فیصلہ کریں گے کبھی کسی کی طرفداری اور رعایت نہ فرمائیں گے جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہوسکے گا۔ اس لئے اس نے مدعی ایمان ہونے کے باوجود کہا کہ ہم کعب بن اشرف یہودی کو منصف بنائیں گے۔ یہودی جس کا معاملہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے اور جو رشوت خور ہوتا ہے اس سے صحیح فیصلہ کی اُمید رکھنا غلط ہے۔ اس لئے کعب

Marfat.com

کے ہم مذہب ہونے کے باوجود یہودی نے اس کو منصف تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو منافق کو فیصلہ کے لئے سرکار اقدس ﷺ کے یہاں مجبوراً آنا پڑا۔ حضور ﷺ نے جو حق فیصلہ کیا۔ وہ اتفاق سے یہودی کے موافق اور منافق کے مخالف ہوا۔

منافق حضور ﷺ کا فیصلہ سننے کے بعد پھر یہودی کے درپے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور ﷺ طے فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ حضور ﷺ کے فیصلہ کو نہیں مانتا آپ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو میں ابھی آ کر فیصلہ کیے دیتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اس منافق مدعی ایمان کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا جو اللہ اور اُس کے رسول کے فیصلہ کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے تو بیان واقعہ کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ .... ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (النساء ۔ ٦٠)

ترجمہ: ”کیا آپ نے ان (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (زبان سے) دعوی کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب یعنی قرآن) پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اُتارا گیا اور ان (آسمانی کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (مگر) چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات (فیصلے کے لئے) شیطان (یعنی احکام الٰہی سے سرکشی پر مبنی قانون) کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اس کا (کھلا) انکار کر دیں، اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں دور دراز گمراہی میں بھٹکاتا رہے“۔ (تفسیر جلالین وصاوی) (النساء: ٦٠)

پھر کسی نے سیّد عالم ﷺ کو اطلاع دی کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کو قتل کر دیا جو حضور ﷺ کے دربار میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایسی اُمید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کر سکے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر مندرجہ ذیل آیت مبارک نازل فرمائی:

Marfat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ.................وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النساء۔۶۵)

ترجمہ: پس (اے حبیب) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمادیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں''۔ (تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص 84)

؎ عیاں ہے اس سے عظمت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
نبی کرتے ہیں عزت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

۱۳۔ تفسیر روح المعانی میں طبرانی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن منذر، اور ابن جبیر کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور ابوالشیخ نے ابن میسب سے روایت کیا ہے کہ سورۃ انفال کی یہ آیت:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الانفال۔۶۴)

ترجمہ: اے نبی (معظم!) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں آپ کی پیروی اختیار کرلی''۔

انها نزلت يوم اسلم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۔

مذکورہ آیت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام کے دن نازل ہوئی۔

(روح المعانی)

؎ تو محدث تو مفسر تو مجاہد تو فقیہہ
تو نے ملت کی ہر اک مشکل کو آسان کردیا

۱۴۔ بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب ازواجِ مطہرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغافیر کے بارے میں عرض کیا اور بات بڑھی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان (ازواجِ مطہرات) کو ارشاد فرمایا اگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔ اللہ رب العزت نے بعینہٖ آیت کریمہ نازل فرمائی:

Marfat.com

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ (التحریم۔ 5)

ترجمہ: ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر ازواج بدلہ میں عطا فرمادے''۔

کئی بار ان کی باتیں بن گئیں آیات قرآنی
مسلم تھی فراست حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

قارئین محتشم! ان واقعات سے خداوند قدوس کی بارگاہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت اور شان کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی باتوں کے موافق وحی الٰہی اور قرآن حکیم کی آیات نازل ہوتی تھیں۔

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے کامل ابن عدی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے یہ مطالعہ کیا ہے۔ کہ جب پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے تو اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ تم اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ بھی کہا کرو، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہا کرو۔
(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص۔ 201)

بکثرت ہیں احادیث نبی ان کے فضائل میں
صفت قرآن میں پائی گئی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
کہا شہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیں مجھ کو خالق نے یہ دو قوت
سخی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
کہا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا
تو اس منصب کے لائق شان تھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
یہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کا جو ہے دشمن میرا دشمن ہے
محبّ میرا ہے جب ہو دوستی فاروق اعظم کی

Marfat.com

شانِ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اللہ کی برہان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
جرأت کا نشان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
قوت ملی تجھ سے اسلام کو
ہے اسلام کی شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

فیصلہ ہوا دربار شاہی سے
مٹا دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خدائی سے
جدا کر دیا بھائی کو بھائی سے
تو اٹھا اک جوان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

وہ نکلا گھر سے یہ اعلان کر کے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لوٹوں گا نقصان کر کے
دنیا کو رکھ دیا پشیمان کر کے
دیکھ یہ نادان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

لہرائی فضا میں وہ شمشیر دیکھو
رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر دیکھو
بدلتی عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر دیکھو
بنا حق کی زبان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا ہے رب سے
نہ جانے ملائک یہ چاہتے تھے کب سے
ارض و فلک پہ دہائی ہے تب سے
واہ تیرا ایمان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سینہ تھا ایمان سے سرشار جن کا
پختہ عزم تھا ہر بار جن کا
عدل میں نرالا تھا کردار جن کا
عدالت کا سلطان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

جہاں گزر ہوتا تھا اک بار ان کا
ہر سمت رستہ تھا ہموار ان کا
دشمن ہو جاتا تھا لاچار ان کا
تجھ سے ڈرتا تھا شیطان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

رہتا تھا لرزہ دشمن پہ طاری
ہر ضرب تھی ان کی باطل پہ بھاری
کافر پہ بھاری، منافق پہ بھاری
اک سچا مسلمان تھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مریدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سارے صحابہ رضی اللہ عنہم
مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقط حفصہ رضی اللہ عنہا کے بابا
کیا تیرا مقدر اے ابن خطابا
حق و باطل میں فرقان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

تیرے ایمان کی عمر رضی اللہ عنہ کیا بات ہے
تیرے آنے سے کفر کو ہوئی مات ہے
بنی حق کی قوت تیری ذات ہے
طاہر تجھ پر قربان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(قاری عبدالشکور طاہر گوندلوی)

Marfat.com

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رشتے

حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین پیار و محبت پر مبنی تعلقات تھے، اسی لئے ان کی آپس میں کئی شادیاں ہوئیں جن میں سے چند اہم شادیاں درج ذیل ہیں:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان شادیاں:

☆ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے دو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر تھے اور دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے۔

☆ پہلے دو خلفائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر تھے، ان کی صاحبزادیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہو گئیں۔

☆ تیسرے اور چوتھے خلفاء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے اول الذکر سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور ثانی الذکر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔

اہل بیت اور آل صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان شادیاں:

خاوند حضرت محمد بن عبداللہ : بیوی حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

خاوند امام حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما : بیوی حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

خاوند اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب : بیوی ام حکیم بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

خاوند امام محمد الباقر علی زین العابدین بن الحسین : بیوی ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما

ان چاروں رشتوں کے متعلق غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ خاوند اہل بیت

Marfat.com

رضی اللہ عنہم سے ہے اور بیوی آل صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے، یعنی ان رشتوں کے لئے پہل اہل بیت رضی اللہ عنہم نے کی کیونکہ عموماً لڑکے والے ہی لڑکی والوں سے رابطہ کرتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آل بیت اور آل صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین گہرے تعلقات تھے۔

نیز ان رشتوں میں سے آخری رشتہ کے متعلق ایک خاص بات یہ ہے کہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر سے امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جعفر تھا اور جو بعد میں علم وفضل کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے اور امام جعفر صادق کے نام سے مشہور ہوئے اور ان کی نانی کا نام ہے اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ اسی لئے امام جعفر صادق کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ (ولدنی ابوبکر مرتین) یعنی "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے دو مرتبہ جنم دیا" کیونکہ ایک تو ان کی والدہ ام فروہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے کی بیٹی تھی، اور دوسرا اس اعتبار سے ان کی نانی اسماء بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔

علی بن ابی طالب	ابوبکر الصدیق	
الحسین الشہید	محمد	عبدالرحمٰن
علی زین العابدین	القاسم	اسماء
محمد الباقر	ام فروۃ	
	الامام جعفر الصادق	(شجرہ نسب امام جعفر صادقؒ)

اہل بیت اور آل الخطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان شادیاں:

☆ اہل بیت رضی اللہ عنہم

۱- حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما

۲- الحسین بن علی بن علی زین العابدین بن الحسین بنت خالد بن ابی بکر بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

Marfat.com

۳-الحسن (المثنی) بن الحسن بن علی بن ابی طالب	رملۃ بنت سعید بن زید بن نفیل العدوی
۴-ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما	عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

☆ ان رشتوں کے متعلق غور فرمائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت اور آل الخطاب رضی اللہ عنہم کے مابین بھی گہرے مراسم تھے، اسی لئے اہل البیت رضی اللہ عنہم کے سربراہ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر تھے۔ اور آخری رشتہ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بڑے اچھے تعلقات تھے جس کی بناء پر آخر الذکر صحابی نے اپنی لخت جگر کو اول الذکر صحابی کے نکاح میں دے دیا۔ یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داماد ٹھہرے اور وہ ان کے سسر۔ یاد رہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم اور بنی امیہ کے درمیان شادیاں:

اہل بیت رضی اللہ عنہم	بنوامیہ
۱-حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (رسول اللہ کی صاحبزادیاں)	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت سے پہلے اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے جنگ بدر کے بعد شادی ہوئی)
۲-زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالعاص بن الربیع
۳-علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	امامہ بنت ابی العاص (زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی)
۴-خدیجہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا	عبداللہ بن عامر بن کریز الاموی
۵-رملہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا	معاویہ بن مروان بن الحکم الاموی
۶-زینب بنت الحسن (المثنی) بن الحسن	

Marfat.com

بن علی بن ابی طالب	الولید بن عبدالملک بن مروان
۷-نفیسہ بنت زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما	الولید بن عبدالملک بن مروان
۸-فاطمۃ بنت الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما	عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان

Marfat.com

کرامات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۱۔قبر والوں سے گفتگو:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔ (یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ اس کے لئے دو جنتیں ہیں) اے نوجوان! بتا تیرا قبر میں کیا حال ہے؟ اس نوجوان صالح نے قبر کے اندر سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر پکارا اور باآواز بلند دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے رب نے یہ دونوں جنتیں مجھے عطا فرمادی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۰، بحوالہ حاکم)

۲۔مدینہ کی آواز نہاوند تک:

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کے لئے روانہ فرمادیا۔ آپ جہاد میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ناگہاں یہ ارشاد فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل (یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کر لو) حاضرینِ مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ تو سرزمینِ نہاوند میں مصروف جہاد ہیں اور مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ آج امیر المومنین نے انہیں کیونکر اور کیسے پکارا؟ لیکن نہاوند سے جب حضرت ساریہ کا قاصد آیا، تو اُس نے یہ خبر دی کہ میدان جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی۔ اتنے میں ناگہاں ایک چیخنے والے کی آواز جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ! تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

آواز ہے۔ یہ کہا اور فوراً ہی انہوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی، تو ایک دم اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا اور عساکر اسلامیہ کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ لا کر کفار کا لشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور افواج اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرا دیا

(مشکوٰۃ باب الکرامات ص ۵۴۶، حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۰، تاریخ الخلفاء ص ۸۵، احمد، بیہقی، ابونعیم)

قارئین محترم! نورالابصار میں ہے کہ اب تک اس پہاڑ کی غار کو کرامت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے متبرک سمجھا جاتا ہے اور اس کی تعظیم کی جاتی ہے

بچایا ساریہ کو الجبل کہہ کر مدینے سے
جو خطبہ میں نظر ان پر پڑی فاروق اعظم کی
خبر دی آگ لگ جانے کی حرہ کے ساکن کو
کرامت سب پہ یہ ظاہر ہوئی فاروق اعظم کی
بہت تعریف کرتے تھے، بڑی تعظیم کرتے تھے
صحابہ اہل بیت اور خود علی فاروق اعظم کی

تبصرہ:

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے سپہ سالار دونوں صاحب کرامت ہیں، کیونکہ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دوری پر آواز کو پہنچا دینا یہ امیر المومنین کی کرامت ہے۔ اور سینکڑوں میل کی دوری سے کسی کی آواز سن لینا یہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔

۲۔ امیر المومنین نے مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر نہاوند کے میدان جنگ اور اس کے احوال و کیفیات کو دیکھ لیا اور پھر عساکر اسلامیہ کے مشاکل کا حل بھی منبر پر کھڑے لشکر کے سپہ سالار کو بتا دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے کان اور آنکھ اور ان کی سمع و بصر کی

Marfat.com

طاقتوں کو عام انسانوں کے کان و آنکھ اور ان کی قوتوں پر ہرگز ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہئے، بلکہ یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے کان اور آنکھ کو عام انسانوں سے بہت ہی زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے اور ان کی آنکھوں، کانوں اور دوسرے اعضاء کی طاقت اس قدر بے مثل اور بے مثال ہے اور ان سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

۳- حدیث مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور ہوا بھی ان کے کنٹرول میں تھی، اس لئے آوازوں کو دوسروں کے کانوں تک پہنچانا در حقیقت ہوا کا کام ہے کہ ہوا کے تموّج ہی سے آوازیں لوگوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سنائی دیا کرتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب چاہا اپنے قریب والوں کو اپنی سنا دی اور جب چاہا تو سینکڑوں میل دور والوں کو بھی سنا دی اس لئے کہ ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے زیر فرمان تھی، جہاں تک آپ نے چاہا ہوا سے آواز پہنچانے کا کام لیا۔

سبحان اللہ! سچ فرمایا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ من کان للّٰہ کان اللّٰہ له۔ (یعنی جو خدا کا بندہ فرماں بردار بن جاتا ہے، تو خدا اسکا کارساز و مددگار بنجاتا ہے۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی
سردار کا عالم کیا ہو گا

اس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(ترجمہ) یعنی تو خدا کے حکم سے سرتابی نہ کر تاکہ تیرے حکم سے دنیا کی کوئی چیز روگردانی نہ کرے)

Marfat.com

۳- دریائے نیل کے نام خط:

روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصری باشندوں نے مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فریاد کی اور یہ کہا کہ مصر کی تمام پیداوار کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ اے امیر! اب تک ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کبھی بھی یہ دریا سوکھ جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو اس دریا میں زندہ دفن کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ تو یہ دریا جاری ہو جایا کرتا تھا۔ اب ہم کیا کریں؟ گورنر نے جواب دیا کہ ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین کا رحمت بھرا دین ہمارا ہرگز ہرگز کبھی بھی اس بے رحمی اور ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا۔ لہٰذا تم لوگ انتظار کرو۔ میں دربار خلافت میں خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں۔ وہاں سے جو حکم ملے گا ہم اس پر عمل کریں گے۔

چنانچہ ایک قاصد گورنر کا خط لے کر مدینہ منورہ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ امیر المؤمنین نے گورنر کا خط پڑھ کر دریائے نیل کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ

> ''اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہو جا''۔

امیر المؤمنین نے اس خط کو قاصد کے حوالہ فرمایا اور حکم دیا کہ میرے اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق گورنر مصر نے اس خط کو دریائے نیل کی خشک ریت میں دفن کر دیا۔ خدا کی شان جیسے ہی امیر المؤمنین کا خط دریا میں دفن کیا گیا فوراً ہی دریا جاری ہو گیا اور اس کے بعد پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔

(ابو قاسم ھبۃ اللہ، قرطبی، ابن کثیر تفسیر القرآن، امام رازی تفسیر کبیر، حموی معجم البلدان حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۱، ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۶۶)

Marfat.com

تبصرہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہوا پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی، اسی طرح دریاؤں کے پانیوں پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کی حکمرانی کا پرچم لہرا رہا تھا اور دریاؤں کی روانی بھی آپ کی فرماں بردار خدمت گزار تھی۔

۴- چادر دیکھ کر آگ بجھ گئی۔

روایت میں ہے کہ آپ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المؤمنین نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر کو لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکا یک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی، یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ (ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ:

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح آگ پر بھی امیر المؤمنین کی حکمرانی تھی۔

۵- مار سے زلزلہ ختم:

امام الحرمین نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلال میں بھر کر زمین پر ایک دُرہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا ''قری الم اعدل علیك (اے زمین! ساکن ہو جاؤ کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے؟) آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان جلالت نشان سنتے ہی زمین ساکن ہو گئی اور

Marfat.com

زلزلہ ختم ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج۲ ص ۸۶۱، وازالۃ الخفاء مقصد نمبر۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ:

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت جس طرح ہوا، پانی، آگ پر تھی، اسی طرح زمین پر بھی آپ کے فرمان شاہی کا سکہ چلتا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں کرامتوں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی حکومت ہوا، پانی، آگ اور مٹی سبھی پر ہے اور چونکہ یہ چاروں اربعہ عناصر کہلاتے ہیں یعنی انہیں چاروں سے تمام کائنات عالم کے مرکبات بنائے گئے ہیں، تو جب ان چاروں عناصر پر اولیاء کرام کی حکومت ثابت ہو گئی تو جو چیزیں ان چاروں عناصر سے مرکب ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان پر بطریق اولیٰ اولیاء کرام کی حکومت ہو گی۔

۶- دور سے پکار کا جواب:

حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم میں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر بھیجا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی اچانک مدینہ منورہ میں نہایت ہی بلند آواز سے آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ یہ فرمایا یا لَبَّیکاہ! یا لَبَّیکاہ! (یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں)، اہل مدینہ حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المؤمنین کسی فریاد کرنے والے کی پکار کا جواب دے رہے ہیں؟ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ منورہ واپس لوٹا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات اور اپنے جنگی کارناموں کا ذکر کرنے لگا، تو امیر المؤمنین نے فرمایا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو! پہلے یہ بتاؤ کہ جس مجاہد کو تم نے زبردستی دریا میں اُتارا تھا اور اُس نے یا عمراہ! یا عمراہ (اے میرے عمر! میری خبر لیجئے) پکارا تھا اس کا کیا واقعہ تھا؟

سپہ سالار نے فاروقی جلال سے سہم کر کانپتے ہوئے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اُتارنا تھا، اس لئے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کو دریا میں اُترنے کا حکم دیا، چونکہ موسم بہت ہی سرد تھا اور زوردار ہوائیں چل رہی تھیں اس لئے اس کو سردی لگ گئی، اور اس نے دو مرتبہ زور سے یا عمراہ!

Marfat.com

یا عمراہ کہہ کر آپ کو پکارا۔ پھر یکا یک اس کی روح پرواز کر گئی۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے دریا میں اُترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امیر المؤمنین نے ایک دن جو دو مرتبہ یا لَبَّیکاہ! یا لَبَّیکاہ فرمایا تھا درحقیقت یہ اُسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا۔ امیر المؤمنین سپہ سالار کا بیان سن کر غیظ و غضب میں بھر گئے اور فرمایا کہ سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اُتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں ہے۔ لہٰذا تم اپنے مال میں سے اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا ادا کرو اور خبردار! خبردار! آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہو جانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہلاکت ہے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ:

امیر المؤمنین نے وفات پانے والے سپاہی کی فریاد اور پکار کو سینکڑوں میل کی دوری سے سن لیا اور اس کا جواب بھی دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیاء کرام دور کی آوازوں کو سن لیتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔

زمین عدل و صداقت سے بھر گئی جس میں
وہ تھی پر امن سراسر خلافت فاروق

۷۔ دو غیبی شیر:

روایت ہے کہ بادشاہِ روم کا بھیجا ہوا ایک عجمی کافر مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے بتا دیا کہ وہ دوپہر کو کھجور کے باغوں میں شہر سے کچھ دور قیلولہ فرماتے ہوئے تم کو ملیں گے۔ یہ عجمی کافر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا چمڑے کا درہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ عجمی کافر اس ارادے سے تلوار کو نیام سے نکال کر آگے بڑھا کہ امیر

Marfat.com

المؤمنین کو قتل کر کے بھاگ جائے، مگر وہ جیسے ہی آگے بڑھا بالکل ہی اچانک اس نے دیکھا کہ دو شیر منہ پھاڑے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے بلبلا کر چیخ پڑا اور اس کی چیخ کی آواز سے امیر المؤمنین بیدار ہو گئے اور دیکھا کہ عجمی کافر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تھر تھر کانپ رہا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی چیخ اور دہشت کا سبب دریافت فرمایا، تو اس نے سچ سچ سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور امیر المؤمنین نے اس کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ برتاؤ فرما کر اس کے قصور کو معاف کر دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۸، ازالۃ الخفاء مقصد نمبر ۲ ص ۱۷۲ بحوالہ کرامات صحابہ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی)

تبصرہ:

یہ روایت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لئے غیب سے ایسے سامان فراہم فرما دیتا ہے کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا اور یہی غیبی سامان اولیاء اللہ کی کرامت کہلاتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

محال است چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن، گزارد ترا

یعنی اللہ تعالیٰ جب تم کو اپنا محبوب بندہ بنا لے، تو پھر یہ محال ہے کہ وہ تم کو تمہارے دشمن کے ہاتھ میں کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ دے، بلکہ اس کی کبریائی ضرور دشمنوں سے حفاظت کے لئے اپنے محبوب بندوں کی غیبی طور پر امداد و نصرت کا سامان پیدا فرما دیتی ہے اور یہی نصرت ایمانی فضل ربانی بن کر اس طرح محبوبان الٰہی کی دشمنوں سے حفاظت کرتی ہے، جس کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ۔

"دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است"

۸۔ قبر میں بدن سلامت:

ولید بن عبدالملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ منورہ کی دیوار گر پڑی

Marfat.com

اور بادشاہ کے حکم سے تعمیر جدید کے لئے بنیاد کھودی گئی، تو ناگہاں بنیاد میں ایک پاؤں نظر آیا، لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہی خیال کیا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا پائے اقدس ہے، لیکن جب عروہ بن زبیر صحابی رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور پہچانا، پھر قسم کھا کر یہ فرمایا کہ یہ حضور انوار ﷺ کا مقدس پاؤں نہیں ہے بلکہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم شریف ہے تو لوگوں کی گھبراہٹ اور بے چینی میں قدرے سکون ہوا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۲)

تبصرہ:

بخاری شریف کی یہ روایت اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ بعض اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقدس جسموں کو قبر کی مٹی برسوں گزر جانے کے بعد بھی نہیں کھا سکتی۔ بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی میلا نہیں کرتی محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا۔

قارئین محترم! جب اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ حال ہے، تو بھلا حضرات انبیاء علیہم السلام کا کیا حال ہوگا۔ پھر حضور سید الانبیاء، خاتم النبیین، شفیع المذنبین رسول رحمت ﷺ کے جسم اطہر کا کیا کہنا؟ جبکہ وہ اپنی قبر منور میں جسمانی لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرْزَقُ

(یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دی جاتی ہے)۔

۹۔لوگوں کی تقدیر میں کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک وفد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ خلافت میں آیا، تو اس جماعت میں اشتر نام کا ایک شخص بھی تھا۔ امیر المؤمنین اس کو سر سے پیر تک بار بار گرم نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمہارے ہی قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں اس وقت آپ نے فرمایا

Marfat.com

کہ خدا اس کو غارت کرے اور اس کے شر و فساد سے اس امت کو محفوظ رکھے۔ امیر المؤمنین کی اس دعا کے بیس برس بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو یہی ''اشتر'' اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کے کفار سے جہاد کرنے کے لئے لشکر بھرتی فرما رہے تھے۔ ناگہان ایک ٹولی (گروہ) آپ کے سامنے آئی، تو آپ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ یہ لوگ آپ کے رو برو آئے، تو آپ نے منہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار فرما دیا۔ لوگ آپ کے اس طرز عمل سے انتہائی حیران تھے، لیکن آخر میں یہ راز کھلا کہ اس ٹولی میں ''اسود تجلیبی'' بھی تھا جس نے اس واقعہ سے بیس برس بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا اور اس ٹولی میں ''عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی'' بھی تھا جس نے اس واقعہ سے تقریباً چھبیس برس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کر ڈالا۔ (ازالۃ الخفاء ص ۱۶۹، ۱۷۲ مقصد دوم)

تبصرہ:

مذکورہ بالا کرامتوں میں سے آپ نے بیس برس پہلے ''اشتر'' کے شر و فساد سے اُمت کے محفوظ رہنے کی دعا مانگی۔ اور ''اسود تجلیبی'' سے اس بناء پر منہ پھیر لیا اور اسلامی لشکر میں اس کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے تھے اور چھبیس (۲۶) برس پہلے آپ نے عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی کو بنظر کراہت دیکھا اور اسلامی لشکر میں اس بناء پر بھرتی نہیں فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا۔ (ان مستند روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کو خداوند قدوس کے بتا دینے سے آدمیوں کی تقدیروں کا حال معلوم ہو جاتا ہے، اسی لئے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی شریف میں فرمایا ہے۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء

Marfat.com

(یعنی لوح محفوظ اولیاء کرام کے پیش نظر رہتی ہے جس کو دیکھ کر وہ انسانوں کی تقدیروں میں کیا لکھا ہے؟ اس کو جان لیتے ہیں "لوحِ محفوظ" کو اس لئے لوح محفوظ کہتے ہیں کہ وہ غلطیوں اور خطاؤں سے محفوظ ہے۔)

۱۰- دعا کی مقبولیت:

ابو عذبہ حمصی کا بیان ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ کے گورنر کو اس کے منہ پر کنکریاں مار کر اور ذلیل و رسوا کر کے شہر سے باہر نکال دیا ہے، تو آپ کو اس خبر سے انتہائی رنج و قلق ہوا اور آپ نے بے انتہا غضب ناک ہو کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور اسی غیظ و غضب کی حالت میں آپ نے نماز شروع کر دی، لیکن چونکہ آپ فرط غضب سے مضطرب تھے، اس لئے آپ کو نماز میں سہو ہو گیا اور آپ اس رنج و غم سے اور بھی زیادہ بے تاب ہو گئے اور انتہائی رنج و غم کی حالت میں آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! قبیلہ ثقیف کے لونڈے (حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان لوگون پر مسلط فرما دے جو زمانہ جاہلیت کا حکم چلا کر ان عراقیوں کے نیک و بد کسی کو بھی نہ بخشے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور عبد الملک بن مروان اموی کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے عراق کے باشندوں پر ظلم و ستم کا ایسا پہاڑ توڑا کہ عراق کی زمین بلبلا اٹھی۔ حجاج بن یوسف ثقفی اتنا بڑا ظالم تھا کہ اس نے جن لوگوں کو رسی میں باندھ کر اپنی تلوار سے قتل کیا ان مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد ہی ہے اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے، ان کی گنتی کا تو شمار ہی نہیں ہو سکا۔

حضرت ابن لہیعہ محدث نے فرمایا کہ جس وقت امیر المؤمنین نے یہ دعا مانگی تھی، اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

(ازالۃ الخفاء مقصد نمبر ۲ ص ۱۶۷ بحوالہ کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم)

تبصرہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کو غیب کی باتوں کا بھی علم

Marfat.com

عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ابھی حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا، لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نامی ایک بچہ پیدا ہو گا جو بڑا ہو کر گورنر بنے اور انتہائی ظالم ہو گا۔

پر کیوں نہ شیاطین کے جلیں سائے سے تیرے
جب سرحد فرق حق و باطل تو ہی ٹھہرا

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں وارشاداتِ عالیہ

۱- ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم کرنا ہے۔
۲- شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے۔
۳- زیادہ ہنسنا موت سے غفلت کی نشانی ہے۔
۴- ایمان کے بعد بڑی نعمت عورت ہے۔
۵- عدل مظلوموں کی جنت اور ظالموں کے لئے جہنم ہے۔
۶- قبل اس کے کہ بزرگ بنو، علم حاصل کرو۔
۷- قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اُٹھا رکھے جائیں۔
۸- کسی کے خلق اور دیانتداری پر اعتماد نہ کرو تاوقتیکہ غصہ اور طمع کی قوت سے اُسے نہ دیکھ لو۔
۹- جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔
۱۰- ہر شئے کا ایک حسن ہوتا ہے اور نیکی کا حسن یہ ہے کہ فوراً کی جائے۔
۱۱- فتح اُمید سے نہیں علم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔
۱۲- تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں ۱- سلام کرنا ۲- دوسروں کے لئے مجلس میں جگہ خالی کرنا ۳- مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا
۱۳- آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔
۱۴- ندامت چار قسم کی ہوتی ہے:
۱- ندامت ایک دن کی جب کوئی شخص گھر سے بلا کھانا کھائے چلا جائے

Marfat.com

۲- ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے
۳- ندامت عمر بھر کی، جب بیوی سے موافقت نہ ہو
۴- ندامت ابدی کہ خدائے برتر ناراض و ناخوش ہو۔

۱۵- گناہ کا ترک کر دینا توبہ کی تکلیف سے زیادہ آسان ہے۔

۱۶- کسی پر لعن طعن نہ کیجئے۔ ایسا کرنے سے آپ کے اندر اجتماعی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

۱۷- آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ کامل، کاہل اور لاشئے۔ کامل وہ ہے جو لوگوں سے مشورہ کر کے اس پر غور کرے، کاہل وہ ہے جو اپنی رائے پر چلے اور کسی سے مشورہ نہ کرے۔ لاشئے وہ ہے کہ نہ وہ خود صاحب الرائے ہو اور نہ دوسرے سے مشورہ کرے۔

۱۸- خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے۔

۱۹- طمع کرنا مفلسی، بے غرض ہونا امیری اور بدلہ نہ چاہنا صبر ہے۔

۲۰- جب عالم کو لغزش ہوتی ہے تو اس سے ایک عالَم کو لغزش ہوتی ہے۔

۲۱- لوگوں کے ساتھ خلق آدھی عقل ہے، حسن سوال نصف علم ہے اور حسن تدبیر نصف مشیت ہے۔

۲۲- جو عیب سے واقف کرے، وہ دوست ہے اور منہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔

۲۳- خدا تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو میرے عیوب پر مجھے مطلع کرتا ہے۔

۲۴- ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے اور رعب و دبدبہ جاتا رہتا ہے اور یہ موت سے غفلت کا نشان ہے۔

۲۵- بدخو کی دوستی سے احتراز لازم ہے۔ کیونکہ وہ اگر بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے تو بھی اس سے برائی سرزد ہو جاتی ہے۔

۲۶- نیکی کے عوض نیکی حق ادائیگی ہے اور بدی کے عوض نیکی احسان ہے۔

۲۷- سلامتی گمنامی میں ہے یا خلوت میں ہے۔

Marfat.com

۲۸- عزتِ دنیا مال سے ہے اور عزتِ آخرت اعمال سے ہے۔
۲۹- بدترین آوازیں دو ہیں، راگ کی اور نوحہ کی۔
۳۰- کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت، اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔
۳۱- جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہی سا ہو۔
۳۲- بڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپا غنیمت جان۔
۳۳- نہیں دوستی رکھتے مومن مخالفین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اگرچہ ماں باپ ہوں۔
۳۴- ہم حرام کے خوف سے نو حصے حلال بھی ترک کر دیتے ہیں۔
۳۵- سب سے بڑا ہوشمند آدمی وہ ہے جس کا زادِ راہ خوف خدا ہو جس قدر ممکن ہو۔
۳۶- نہیں حاصل ہوتا مطلب بغیر خوف کے، خصلت اچھی بغیر ادب کے، خوشی بغیر امن کے، تونگری بغیر بخشش کے، فقیری بغیر قناعت کے، رفعت بغیر تواضع کے، جہاد بغیر توفیقِ خدا کے۔
۳۷- دوزخ سے بچو اگرچہ آدھے خرما ہی کی بدولت ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو میٹھی بات ہی سہی۔
۳۸- سخی حبیبِ خدا تعالیٰ ہے۔ اگرچہ فاسق ہو، بخیل دشمن خدا ہے اگرچہ زاہد ہو۔
۳۹- کسی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے۔ اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔
۴۰- جب تم کسی صاحب علم کو دنیا کی طرف مائل دیکھو تو سمجھ لو کہ دین کے بارے میں وہ قابل الزام ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے اس کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔

Marfat.com

متفرقات

۱۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت:

صاحبزادہ سیّد نصیر الدین (گولڑہ شریف) رقمطراز ہیں کہ "نہ جانے کتنے یتیموں، بیواؤں، بے گھروں اور خانہ بدوشوں کے ڈوبتے ہوئے دلوں سے صدائے آفرین نکلی ہوگی کہ آج وہ قاطع ظلم او رقامع ستم، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا سے مانگا ہوا عمر رضی اللہ عنہ سریر عدالت پر متمکن ہونے والا ہے کہ رہتی دنیا تک ارباب نظر اس کی محبت کا دم بھریں گے اور جس کی خاکِ کفِ پا کو اولیائے کاملین اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے اللہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی اہل دل کے لئے حرزِ جاں ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عمر کے دشمنوں کے لئے جو کسی صورت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لینا تو درکنار تصور عمر سے بھی چین بہ جبیں ہوتے ہیں۔ میر قضا کا یہ فیصلہ ہے اور واضع لغت کا یہ کرشمہ قابل التفات ہے کہ ان دشمنانِ عمر کی مدت حیات کا نام عمر رکھ دیا۔ تاکہ جس وقت دشمنان عمر سے ان کی عمر کا سوال کریں گے تو نعم البدل لفظ نہ ملنے کی صورت میں عمر کا لفظ استعمال کرنا ہی پڑے گا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسم اعظم کی شان تو یہ تھی کہ اب آپ مسمّی کے مدارج علیا کا اندازہ خود لگالیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

(یہ سیّدنا عمر فاروق اعظم کی ایک بیّن اور مستند کرامت نہیں تو اور کیا ہے)۔

Marfat.com

۲- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وسعت سلطنت کا راز:

پروفیسر ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ ''پچھلی دو صدیوں میں یورپ کی بعض اقوام مثلاً برطانیہ، فرانس، بلجیم، اٹلی، ہالینڈ اور پرتگال نے افریقہ و ایشیا کے بہت سے حصوں پر قبضہ کرلیا تھا باوجود کہ یہ اقوام تمام جدید علوم وفنون سے آراستہ اور مہیب اسلحہ سے مسلح تھیں ان کا تسلط دیرپا ثابت نہ ہوا اور یہ بہت جلد اپنی مقبوضات کو چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں اس کی وجہ ایک ہی تھی کہ ان اقوام کا مقصد مفتوحہ ممالک کی خدمت نہیں بلکہ استحصال یعنی لوٹ کھسوٹ تھا۔ دوسری طرف مسلمان اپنے ساتھ اشیائے ذیل لے کر گئے تھے۔ وہ جہاں جہاں پہنچے دنیا نے انہیں دیدہ دل میں جگہ دی۔

۱- ایک روشن اور سیدھا سادھا دین جس کی ہر ہدایت کا لازمی نتیجہ فلاح، سعادت اور کامرانی تھا۔

۲- ایک عدلانہ نظام حکومت جو بادشاہ وگدا میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا تھا اور جو ہر قسم کے استحصال سے پاک تھا۔

۳- ایک ایسا پیغام جو انسان کی روحانی واخلاقی بلندی کا ضامن تھا۔

۴- ایک ایسا علم جس کی روشنی سے زندگی کی شاہراہ چمک اٹھی تھی اور اُجالے لامکاں تک پھیل گئے تھے۔

۵- ایک ایسی تہذیب جس کی بناء طہارت وتقدس پر ڈالی تھی۔

۶- ایک ایسا نظامِ عبادت جس نے بندوں میں ذوق خدائی پیدا کردیا تھا اور ان کے دست وبازو میں وہ قوت بھردی تھی کہ۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

۷- ایسے منور چہرے، سفید عمامے اور خوبصورت داڑھیاں کہ جس کی نظر پڑتی، قربان ہوجاتا۔

Marfat.com

انہیں دیکھا تصدق کر دیا دل
کسی کو کیا مری آنکھیں مرا دل

(داغ)

۸۔ اُس وقت دنیا میں ہر جگہ حریص، عیاش، بد چلن، بوالہوس اور ظالم بادشاہوں کی حکومت تھی۔ جن کی دراز دستی، فحاشی اور لوٹ مار سے دنیائے انسان از بس نالاں تھی۔ جب مسلمانؑ اپنے ہمراہ جذبہ خدمت، حسین کردار، عدل، علم، عبادت اور قلندری لے کر نئے ممالک میں پہنچے تو دنیا اُن پر ٹوٹ پڑی اور ان کے طرز حیات کو ہمیشہ کے لئے اپنا لیا۔ وہ لوگ ترکی، شام، عراق، اُردن، ایران، فلسطین اور شمالی افریقہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے پہنچے تھے اور آج تک وہیں ہیں۔ گو آج اُن کے کردار میں وہ عظمت باقی نہیں رہی تاہم دنیا ان سے بدستور متاثر ہو رہی ہے۔ برصغیر میں اِن کی تعداد اکیس کروڑ ہو چکی ہے۔ اور افریقہ کا سیاہ براعظم بڑی تیزی سے اسلام قبول کر رہا ہے۔

آج (۱۹۷۴ء) اس کی آبادی ۳۵ کروڑ کے لگ بھگ ہے اور مسلمانوں کی تعداد ۲۵ کروڑ سے کم نہیں۔ اسلام تیزی سے وسطی افریقہ کی طرف بڑھ رہا ہے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے ماریطانیہ، مالی، نائیجر، نائیجیریا، سینیگال، آئیوری کوسٹ، چاڈ، غانہ، صومالیہ، یوگنڈا، ٹوجو اور دھومی اسلامی ممالک بن چکے ہیں۔ یوں کہہ لیجئے کہ کانگو اور کینیا کے شمال میں اسلامی ریاستیں ہیں اور جنوب میں غیر اسلامی۔ جن کی طرف اسلام تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ زمانہ ہزار کروٹ لے، حالات لاکھ بدلیں۔ لاتعداد انقلابات آئیں۔ ارتقائے انسانی کوئی رخ اختیار کرے۔ عمرؓ جیسا زاہد، عادل، فقیر، خاک نشین اور عابد سلطان و فاتح شاید ہی پھر کبھی آئے۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن
سالہا رہتے ہیں گریاں دیدہ چرخ کہن

Marfat.com

تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک نخل گلبدن
با یزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن
زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن در خاک وخوں
تا ز بزم عشق تک دانائے راز آید بروں

(صاحبزادہ سیّد نصیر الدینؒ)

۳۔ جہنم کا قفل:

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے قفل جہنم کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے بارے میں یہ جملہ سنکر بہت پریشان ہوئے اور گھر جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ابا جان! عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ کو قفل جہنم کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ آپ نے میرے حق میں یہ لفظ کیوں استعمال فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے میرے باپ نے اور انہیں ان کے آباؤ اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایک شخص پیدا ہوا گا جسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارا جائے گا۔ وہ مبارک نفس جب تک اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہے گا تب تک جہنم کا دروازہ بند رہے گا گویا وہ قفل جہنم ہوگا لیکن جب اس کا انتقال ہوجائے گا تو جہنم کا دروازہ پھر کھل جائے گا اور لوگ اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر ادھر ادھر پریشان ہر کر متفرق ہو جائیں گے۔

(نزہتہ المجالس جلد دوم اُردو ترجمہ)

۴۔ جھوٹ اور سچ میں تمیز:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ خاموش رہ۔ اُس شخص

Marfat.com

نے وہی بات پھر کہی آپ رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا، خاموش رہ۔ اس پر اس شخص نے کہا میں آپ سے جو بات کہتا ہوں وہ سچ ہوتی ہے مگر جس بات پر آپ نے مجھے خاموش رہنے کا حکم دیا وہ واقعی جھوٹ تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جھوٹی بات کو پہچان لیا کرتے تھے اور یہ بات آپ کے لئے مخصوص تھی۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمہ)

۵-مجاہدین کے لئے چار مہینے کی مدت قیام

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے معمول کے مطابق مدینہ منورہ کی آبادی میں گشت فرما رہے تھے کہ ایک عورت اپنے دروازہ بند کئے ہوئے ہجر و فراق کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ اس عورت کا خاوند جہاد پر گیا ہوا تھا۔ اور اس کے فراق میں یہ دردانگیز اشعار پڑھ رہی تھی۔ یہ اشعار سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تم کس وجہ سے یہ اشعار پڑھ رہی ہو؟ اُس نے کہا میرا خاوند کئی مہینوں سے جہاد کرنے کے لئے گیا ہوا ہے۔ اس کے فراق (جدائی) میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا، تم نے اپنے نفس کو برائی کی طرف راغب تو نہیں کیا؟ اس نے کہا معاذ اللہ (ایسا نہیں ہوا ہے) حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو میں صبح ہی تمہارے خاوند کو بلاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے صبح ہوتے ہی اس عورت کے خاوند کو بلانے کی غرض سے ایک قاصد کو بھیج دیا۔ اس کے بعد اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچھا، مجھے اک مشکل کا سامنا لاحق ہو گیا ہے تم اس کو حل کر دو۔ یہ بتاؤ کہ عورت کتنے دن خاوند کے بغیر بسر کر سکتی ہے؟ یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا اور خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے زبان سے کہنے کی بجائے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر جگہ حکم بھیج دیا کہ کوئی مجاہد چار مہینے سے زیادہ باہر (محاذ پر) نہ رہنے پائے اور اس

Marfat.com

کو میدان جنگ میں چار مہینہ سے زیادہ نہ رکھا جائے۔

(تاریخ الخلفاء، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ اُردو ترجمہ)

نوعِ انسانی کو اندازِ تکلم آ گیا
وہ تکلم جس سے باتوں میں تحکم آ گیا
وہ تحکم جس سے لہجوں میں ترنم آ گیا
وہ ترنم جس سے موجوں میں تلاطم آ گیا
وہ تلاطم جس سے پیغام صبا آنے لگا
وہ صبا جس سے پرِ جبریل لہرانے لگا

(صاجبزادہ سید نصیر الدین ؒ)

۶- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ ''اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ صحابہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بڑا عادل، زاہد، فقیہہ، فاتح، سیاست دان، مدبر اور مقبول کرنا تھا؟ تو جواب ہو گا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زہاد تو اور بھی ملیں گے، لیکن فاتح نہیں ہوں گے اگر فاتح ہیں تو بعض دیگر اوصاف سے خالی ہوں گے۔ ہماری تاریخ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ واحد شخصیت ہیں جو اوصاف بالا کا حسین وجمیل امتزاج تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خصوصی وصف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق تھا۔ آپ لطیف غذا، عمدہ لباس اور دیگر سامانِ شان و شوکت سے محض اس لئے دور رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں سے اجتناب کیا تھا۔

☆ ایک دفعہ چند افراد نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے والد کو اچھا کھانے اور پہننے کی ترغیب دیجئے۔ آپ نے یہ بات اپنے والد محترم (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) سے کہی تو اُنہوں نے فرمایا ''اے دخترِ عمر! تم جانتی ہو کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ اول نے کتنی زاہدانہ و غریبانہ زندگی گزاری تھی اور میری

Marfat.com

آرزو بھی یہی ہے کہ میں ان عظیم شخصیتوں کا انداز زندگی اختیار کروں"

(طبقات ابن سعد۔ ج۳، ص ۷۷)

حضور سیّد عالم ﷺ سے عشق و محبت کے پر کیف مناظر زمانہ نے دیکھے، کائنات انسانی کے مقدس گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سعادت سے اپنے دامن قلب ونظر کو جس عقیدت و احترام سے بھرا، اغیار بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ حضور اکرم ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضو کے غسالہ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، کیونکہ وہ جانتے تھے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

حضرات محترم! دعا کرو کہ پھر کوئی عمر آ جائے ...... عمر نہیں تو عمر کا غلام ہی آ جائے ...... عالم اسلام پر پھر ویسی عدل کی بہار آ جائے۔ پاکستان میں سکھ اور امن ہو جائے ...... مسلمانوں آج ضرورت ہے آؤ دامن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دامن کو تھام لیں۔

☆ آج ہمارے ملک کی صورت حال یہ ہے کہ عدالتوں میں خونخوار بھیڑیے بیٹھے ہیں ...... جو عوام کا خون چوس رہے ہیں ...... سیاست پر لٹیروں کا قبضہ ہے ...... حکومت پر وڈیروں کا قبضہ ہے ...... عوام سے بھی دھوکا ہو رہا ہے ...... اور اسلام سے بھی دھوکا ہو رہا ہے۔

برباد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی اُلو کافی ہے
ہر شاخ پر اُلو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہو گا

اے مسلمان! تیرے سینے میں غیرت فاروقی کب پیدا ہو گی؟ تو قلندر کیوں نہیں بنتا؟ تو اللہ اور رسول کا نام لے کر کیوں نہیں اُٹھتا؟ تو اس ملک میں عدلِ فاروقی کے لئے مجاہدین اور موجودہ بساط کو الٹ کر رکھ دے اور اس ملک میں اسلامی انقلاب برپا کر دے۔

Marfat.com

مسلمانوں یاد رکھو! اگر تم یہ کام نہ کر سکے تو روز قیامت مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے کئے جاؤ گے۔ تم سے رسول اللہ ﷺ پوچھیں گے میرا کلمہ پڑھنے والو! کلمہ پڑھ کر بغاوت کرتے رہے۔ اسلامی نظام کے لئے تم نے کیا کام کیا۔

اس لئے اے مسلمان آج ضرورت ہے کہ تو سنبھل جا...... ہوش میں آ...... توبہ کر...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن تھام لے...... فاروق کے نقش قدم پر چل...... خلافت راشدہ کا نمونہ سامنے رکھ۔ اور صحیح مسلمان بن جا...... پھر

خزاں جائے گی جائے گی بہار آئے گی گلیوں میں
لگیں گے نعرۂ تکبیر پھر دل کی گلیوں میں

(البیان جلد سوم ص ۳۲)

Marfat.com

مآخذ و مراجع

۱-تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
۲-تفسیر مظہری (اردو ترجمہ)	حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۳-صحیح بخاری شریف	حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۴-مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا	جناب ایم۔ ایس۔ ناز صاحب
۵-فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم	ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد
۶-تجلیاتِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	محمد یوسف کیفی ایم۔اے (احقر مؤلف)
۷-یاران مصطفیٰ ﷺ مع وارثان خلافت راشدہ	الحافظ القاری مولانا غلام حسن صاحب قادری
۸-ماہنامہ ضیائے حرم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نمبر	پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ / ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی
۹-سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی
۱۰-تاریخ ابن خلدون (اردو ترجمہ) جلد اول	ترجم حکیم احمد حسین الٰہ آبادی
۱۱-فراستِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (فکر جدید کے تناظر میں) ڈاکٹر سید حامد علی شاہ صاحب	
۱۲-شان صحابہ رضی اللہ عنہم	علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳-عرفان السنۃ (کتاب المناقب)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۱۴-خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	حافظ فضل الرحیم صاحب
۱۵-شہید المحراب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عمر تلمسانی صاحب مترجم حافظ محمد ادریس صاحب
۱۶-کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم	شیخ الحدیث علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷-البیان جلد سوم	ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸-تاریخ الخلفاء (اردو ترجمہ)	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ / مترجم شمس بریلوی

Marfat.com

۱۹-نزہتہ المجالس	علامہ امام عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ
۲۰-کلیات اقبال (فارسی، اُردو)	حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
۲۱-سیارہ ڈائجسٹ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نمبر	سیارہ ڈائجسٹ لاہور
۲۲-شواہد النبوت	علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ
۲۳-سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل مرتبہ ابن ہشام (اردو ترجمہ)	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
۲۴-حیات الحیوان (اُردو ترجمہ)	دارالاشاعت کراچی
۲۵-جامع کراماتِ اولیاء (اُردو ترجمہ)	علامہ امام ابو یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶-حضرات القدس (اُردو ترجمہ)	علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
۲۷-الفاروق رضی اللہ عنہ	علامہ شبلی نعمانی صاحب
۲۸-سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ صوفی محمد اکرم رضوی
۳۰-تنویر المقباس تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما (اُردو ترجم)	مترجم پروفیسر محمد سعید عاطف صاحب
۳۱-مضامین قرآن حکیم	زاہد ملک
۳۲-الیواقیت الجواہر (اُردو ترجمہ)	سیدی عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳-شاہنامہ اسلام	ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم
۳۴-طبقات ابن سعد (اُردو ترجمہ)	محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ

ان کے علاوہ بہت سے اخبارات ورسائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ لاہور، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، ماہنامہ ضیائے حرم، ماہنامہ ہمدرد صحت ڈائجسٹ کراچی ماہنامہ المیزان- دہلی ماہنامہ قاری دہلی وغیرہ۔

Marfat.com

محمد یوسف کیفی ایم۔اے

کی دیگر کتب

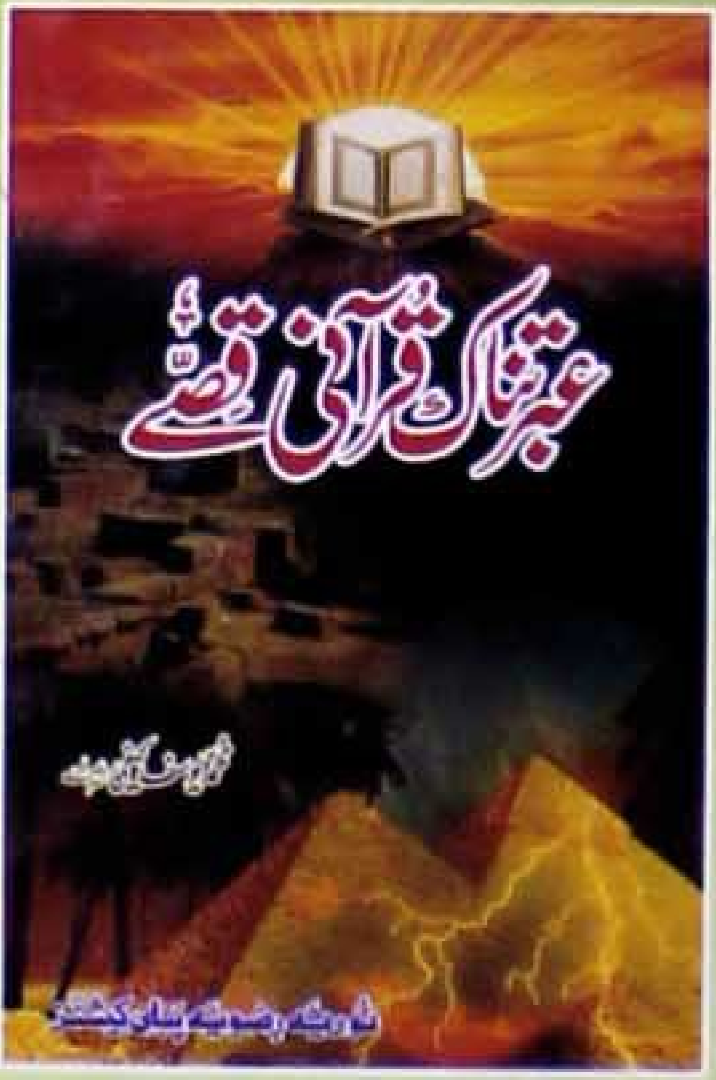

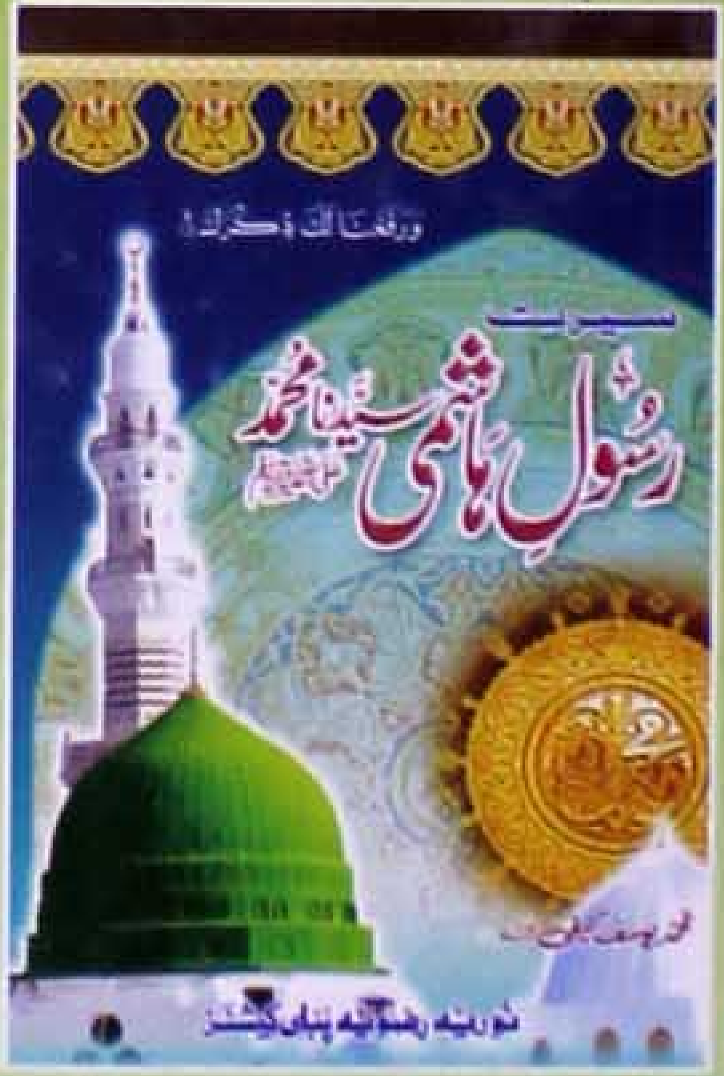

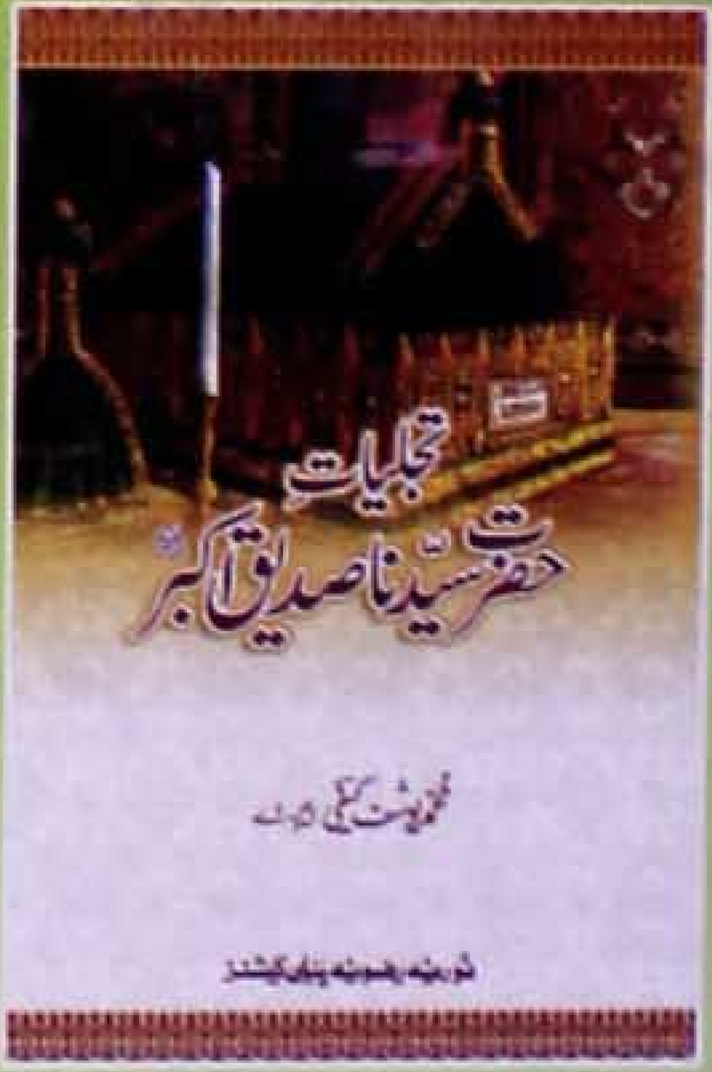

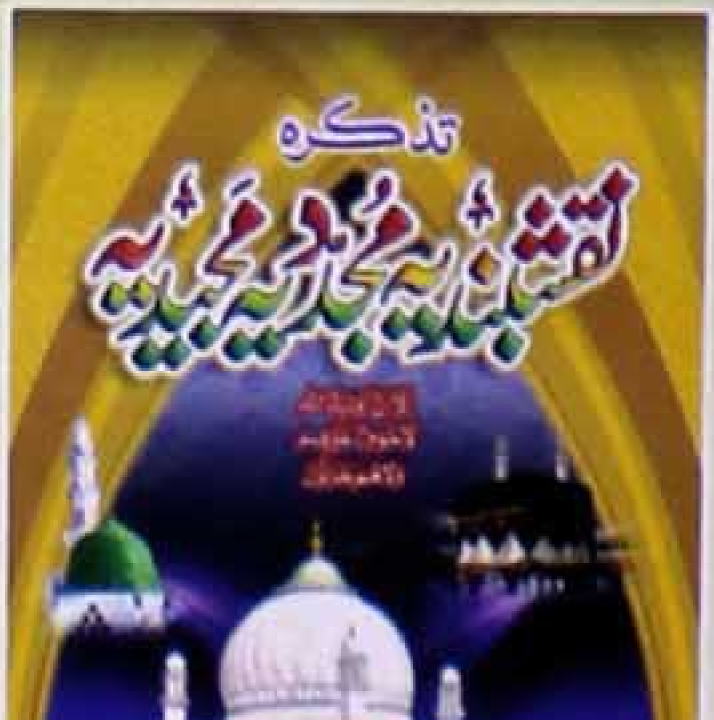

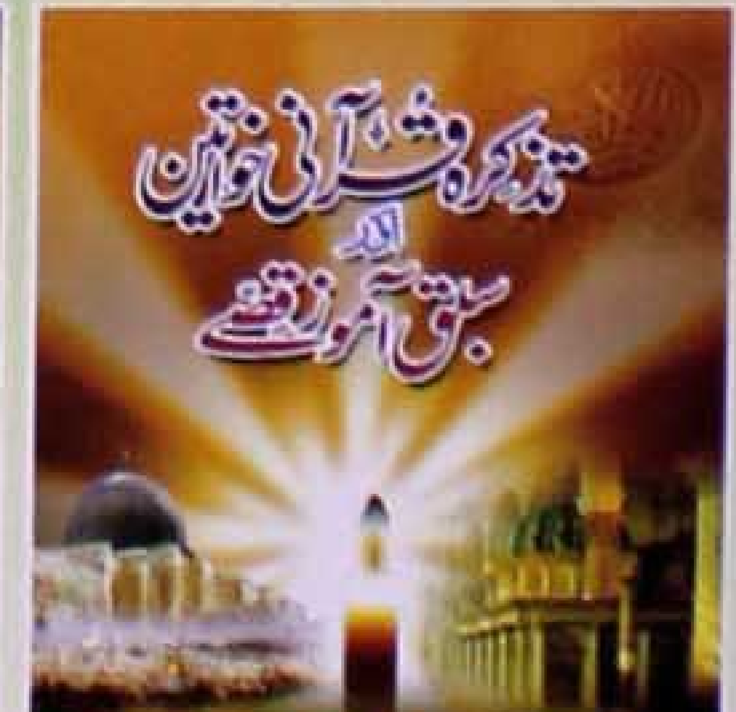

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور
042-37313885, 37070063 E-mail: nooriarizvia@hotmail.com